زرتشت نامہ

یعنی

[illegible]شت وخشور زرتشت کے حالاتِ زندگی اور اُنکا مذہب

جسے

منشی محمد خلیل الرحمٰن صاحب کلرک محکمہ منیجر نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور نے

حسب الایماء مولوی سید ممتاز علی صاحب

دار الاشاعت پنجاب کے لئے

معتبر و مستند ماخذوں سے جمع کر کے مرتب کیا

سنہ ۱۹۰۴ء

مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور

بار اوّل ۵۰۰ جلد
قیمت عہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ - أَنْتَ إِلٰهُنَا أَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ وَ
خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ - وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ هُوَ رَحْمَةٌ
لِّلْعَالَمِيْنَ وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَأَفْضَلُ الْمُرْسَلِيْنَ ❖

اوراقِ مابعد جن میں ایران کے برگزیدہ پیغمبر **وخشور زرتشت** کے حالات قلمبند ہیں۔ ہیچمدان راقم کی کئی برس کی محنت کا ثمرہ ہیں۔ کچھ تو مرور زمانہ نے اور کچھ خود پیغمبر ممدوح کے پیروان کی لاپروائی نے اور زیادہ تر حاطب اللیل مورخین کی غفلت نے اس اولوالعزم شخص کے حالات پر کچھ ایسا پردہ ڈالا ہے کہ ہندوستانی تو ایک طرف رہے ایرانیوں کو بھی اس کے صحیح حال سے بہت ہی کم اطلاع ہے (الّا ماشاءاللہ) مسلمانوں اور پارسیوں میں چونکہ غالب و مغلوب اور فاتح و مفتوح کا تعلّق ہوا۔ لہذا ان میں سے اکثر ادّعائی مورخین نے اُسی تعصب سے کام لیا جس سے کہ آج یوروپین مورخین مسلمان سلاطین کی تاریخ نگاری میں لے رہے ہیں۔ لیکن تعجّب یہ ہے کہ یہی یوروپین باوجودیکہ اس تعلّق خاص میں فریق ثالث ہیں لیکن اُن میں سے بھی اکثروں نے اس مقدس شخص کو سخت ناانصافی کی نظر سے دیکھا جو اُن کی شان کے شایاں نہ تھا۔ غنیمت ہے کہ چند روز سے یہ لوگ اس شخص کی نسبت تحقیق سے کام لینے لگے ہیں۔ اور بعض بعض کی نسبت دعویٰ کیا

جا سکتا ہے کہ اُن کو بعض صحیح واقعات تک دسترس ہوگئی ہے*

ایسی صورتوں میں زرتشت کی نسبت اگر کوئی کچھ لکھنے بیٹھے تو اُس کو جو کچھ دقتیں اور مشکلیں پیش آئینگی اُس کا موازنہ منصفین کرسکینگے۔ یہ امر ہیچمیرز راقم اپنی محنت کی داد مانگنے کے لئے نہیں لکھتا۔ بلکہ در پردہ اعتراف کرتا ہے اُن نقصوں کا جن کا رہ جانا اس کتاب میں ممکن ہے۔ اور اسی ذریعہ سے وہ امیدوار ہوتا ہے خطا پوشی اور اصلاح کا*

اس کتاب کے مآخذ میں اوستا کے موجودہ نسخوں (خصوصاً گاتھا) سے حتےّ الوسع بہت کچھ مدد لی گئی ہے۔ اور اُن کے بعد ونکارت زات سپارم اور بندہ ہشن وغیرہ سے۔ ناچیز راقم اعتراف کرتا ہے کہ اُس کو اصل کتابیں بہم نہیں پہنچ سکی ہیں۔ لہذا ڈاکٹر ویسٹ کے ترجموں سے کام لیا ہے۔ پارسیوں کی ایک مستند کتاب زروشت نامہ بدقت تمام مل سکا۔ لیکن افسوس ہے کہ اُس کے اکثر مقامات پر راقم کو بوجوہ ردّ و قدح کرنی پڑی ہے*

پھر پیغمبر سخن (نہیں بلکہ خدائے سخن) فردوسی کو راقم نے زیادہ تر قابلِ وثوق سمجھکر اپنا مددگار بنایا ہے۔ اور اس کے بعد اور مسلمان مؤرخین مسعودی۔ ابوریحان بیرونی اور شہرستانی وغیرہ کو جن کی صداقت پر مجھ کو ہر طرح اعتماد ہے*

معلوم ہوتا ہے کہ یونانی و جرمنی زبانوں میں بہت اچھا ذخیرہ ہے۔ لیکن کم مائگی اور بے بضاعتی کا بُرا ہو کہ اُن تک دسترس نہ ہونے دی*

بعض پارسی عنایت فرماؤں کی وجہ سے گجراتی سے بھی مجھے خاصی مدد ملی ہے۔ اُن دوستوں کا کم مایہ راقم نہایت شکریہ کے ساتھ اعتراف کرتا ہے*

ان اوراق کا اصل الاصول اور راس الرؤس پروفیسر ولیمس جیکسن کی سوانح عمری زرتشت مطبوعہ ۱۸۹۹ء ہے۔ راقم نے اس کتاب کو بہت ہی مکمل پایا ہے۔ اور جہانتک جانچا اس کو معتبر دیکھا۔ اور خصوصاً اس لئے اور بھی ہزار غنیمت

سمجھا کہ عام یوروپین مورخین کی طرح پروفیسر ممدوح نے دھوکے بہت کم دئے ہیں۔ اور تعصّب سے بہت کم کام لیا ہے۔ علم ادب کے کُنہات کو سمجھنا اُن کے مان کا نہ تھا حتّےٰ کہ ایک دو موقعوں پر اُنہوں نے نہایت صاف وسلیس فارسی جس کو مسلمانوں کا ایک بچہ صحیح ترجمہ کردیتا کچھ کا کچھ ترجمہ کر ڈالا ہے۔ اور اُسی غلط ترجمہ پر اپنی رائے متفرع کی ہے۔ بہرکیف راقم نے اُن سے بہت زیادہ مدد لی ہے۔ حتّٰی کہ ان اوراق کا ڈھانچ اُن ہی کی تصنیف پر رکھا ہے اور اجزاء کے اجزاء بہ تغیر و تبدل اُن سے لئے ہیں۔ میں پروفیسر ولیمس جیکسن کا یہاں تک ممنون ہوں کہ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اگر اُن کی تصنیف نہ ہوتی تو ان اوراق پریشان کا بھی وجود نہ ہوتا ✤

راقم نے تبصرہ میں نہایت اختصار کے ساتھ موجودہ پارسیوں کے مذہب کے اصول اور اوستا کا ذکر کیا ہے۔ لیکن معترف ہے کہ وہ نہایت مختصر ہے اور اکثر متجسّسین کے لئے تسلّی بخش نہ ہوگا۔ لیکن وعدہ کیا جاتا ہے کہ بشرطیکہ اہل علم حضرات کا ادھر رجحان دیکھا۔ اور مکروہات نے فرصت دی تو اس عجیب وغریب معزز و موقر قوم یعنی پارسیوں کے حالات مفصل قلمبند کردئے جائینگے ✤

دوسرا حصّہ زرتشت کی سوانح عمری کا ہے۔ اگرچہ وہ بھی مختصر سمجھا جائیگا۔ مگر افسوس ہے کہ مجھ سے یہ نہ ہوسکا کہ رطب ویابس بھر کر کتاب کا حجم بڑھا دوں۔ جو جو واقعات سخت امتحان وتجسس۔ اور کند وکاوی کے بعد راقم کے نزدیک صحیح ٹھیرے ہیں اُن کو رکھ کر باقی سب کو چھوڑ دیا ہے ✤

یہ واقعات بھی ایسے دلچسپ تھے کہ ان کو رائگاں جانے دینے سے راقم کو قلق ہوتا تھا۔ لہذا یہ تدبیر اختیار کی کہ اُن سب کو ایک ناول کا لباس پہنا کر ایک علیحدہ کتاب کردی ہے جو یقین ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ دلچسپی سے ملاحظہ کرینگے ✤

راقم نے حتّےٰ الوسع نکتہ چینی سے پرہیز کیا ہے۔ اور برگزیدۂ یزدان کا نہایت

ادب ملحوظ رکھا ہے۔ لیکن اگر اس پر بھی کہیں کوئی فقرہ ایسا ہو کہ پارسیوں کی بالخصوص اور اوروں کی بالعموم دلشکنی کرتا ہو۔ تو اُس سے بہزار شرم معافی کا طالب ہے۔ اتنی امید کی جاتی ہے کہ قبل اس کے کہ وہ اُس فقرہ کو دلشکن سمجھیں مورخ کے قلم کی کچھ ادا و مربیہ حیثیت سے بھی قطع نظر نہ کر جائیں ؎

صد شکر کہ ایں نگار خانہ — بگرفت نگار جاودانہ
آتشکدہ ہا گداز دادم — کیں شعلہ بسینہ باز دادم
صد نقش بفسوں بتار بستم — کیں نقش بروے کار بستم
بگداختہ آبگینۂ دل — آئینہ دہم بدست محفل
اسرار معانیم نظر کن — زیں گنج بمفلساں خبر کن
ایں گل کہ ببوستاں شما است — از من بہ بہار یادگار است

لاہور
۲۵ نومبر ۱۹۰۱ء

محمد خلیل الرحمٰن عفی عنہ

بہر چہ از راہ وامانی چہ کفر آں حرف و چہ ایماں

بہر چہ از دوست دور افتی چہ زشت آں نقش و چہ زیبا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبصرہ

ہر ملک کا۔ بشرطیکہ وہ بہ تکلف خاص طور پر آباد نہ کیا گیا ہو۔ ایک ایسا زمانہ ضرور ہوتا ہے جو احاطہ تاریخ میں نہیں آسکتا۔ اس زمانہ کو اصطلاحاً "زمانہ ماقبل تاریخ" کہا جاتا ہے۔ اس کی نسبت اگر کچھ رائے لگ سکتی ہے تو صرف اس قدر کہ فلاں زمانہ شروع ہونے سے پہلے وہاں آبادی ضرور تھی۔ لیکن یہ امر کہ کب سے شروع ہوئی۔ اور کس طرح شروع ہوئی نہیں معلوم ہوسکتا۔ کیونکہ وہ ابتدائی زمانہ کچھ ایسا بیہوشی میں گزرتا ہے کہ سوائے شکار کر لینے اور پڑ رہنے کے کچھ ہوش نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر ظالم پیٹ انسان کے ساتھ نہ لگا ہوتا تو اُن کے شعورِ شکار کا بھی کس کو یقین آتا؟

کیا عجب ہے صدیاں یوں بے فکری سے گزر جانے پر انسان کا ایک مادّہ زور کرتا ہے اور اُن کو اپنی نشانیاں چھوڑ جانے کا خیال پیدا ہوتا ہے چنانچہ کسی بڑے آدمی کے مرنے یا کسی بڑی مہم کے سر ہونے پر وہ کچھ تناور درخت لگاتے ہیں لیکن جب دیکھتے ہیں کہ یہ نشانیاں بھی اُن کی خودی کی طرح جلد ہی مٹ جاتی ہیں تو وہ اور اُپچ کی لیتے ہیں اور بڑے بڑے مٹی کے ڈھیر لگا کر اپنے نزدیک مینار بنا دیتے ہیں۔ لیکن جب دیکھتے ہیں کہ زمانہ ان کو بھی بگولہ بنا کر اُڑا دیتا ہے تو عقل پر ذرا اور زور ڈالتے ہیں اور پتھروں پر کچھ تصویریں کھود کر اپنے نزدیک کتبوں کا کام لیتے ہیں۔

یہ تصویریں صرف اُن کے آثار ہی کا کام نہیں دیتیں۔ بلکہ اُن کے علم کی ابجد اور اُن کی ترقی کی بسم اللہ ہوتی ہیں۔ اور خلف ان ہی پر تاریخ کی بنیاد قائم کرتے ہیں۔ اور علم السنہ تطابق زبان و خیالات کے بھروسہ پر ایک ملک کا دوسرے سے تعلق و توسّل قایم کرتا ہے۔ اور ان ہی آثار خام کی بنا اور نیم پختہ علم السنہ کے زور پر یہ کہا جاتا ہے کہ سرزمین ایران بیشتر حصّۂ دُنیا کی آبادی کی باوا آدم ہے۔ یہیں کے باشندے آریہ کہلاتے تھے۔ اور خدا کی زمین پر بلا مشارکت غیرے متصرف تھے *

ضرورتوں نے تنگ کیا اور پیٹ نے مجبور کر آریوں نے اپنے اور اپنے اجداد کے وطن کو خیرباد کہا اور جتنے آدمیوں کا جدھر مُنہ اُٹھا نکل گئے۔ حاجات کی مجبوری نے کچھ ہمّت کی بھی کمر بندھائی تھی اور ارادوں میں برکت دی تھی کہ وطن سے سیلاب کی طرح اُٹھے جہاں کا عزم تھا قضا کی طرح پہنچے۔ وہاں وبا کی طرح پھیلے اور ناسور کی طرح گھر بنا کر بیٹھ رہے *

جو لوگ وطن (ایران) میں رہ گئے اُن کو اب پیر پھیلانے کا موقع ملا۔ پیٹ کی طرف سے بھی گونہ اطمینان ہوا۔ احتیاجیں یوں ہی کم تھیں اب ان کو اپنی حالتوں پر باطمینان بیشتر از پیشتر غور کرنے کا محل ہاتھ آیا۔ اُن کا ذہن اپنی بساط کے موافق پہلے اپنی ہی ذات کی طرف متوجہ ہوا۔ سیکڑوں سوالات پیدا ہوئے۔ لیکن کسی ایک کا بھی جواب نہ پا کر اپنے اجداد کی طرف مائل ہوئے۔ آثار سے اُن کے وجود کا تو اُنھوں نے علم حاصل کر لیا۔ لیکن اُن کے لگائے ہوئے درختوں کو اُکھڑا ہوا۔ اور بنائے ہوئے میناروں کو بگولہ بنا ہوا اور کتبوں کو گھسا پسا ہوا دیکھ کر انسانی خلقی مادہ نے پھر زور کیا اور کسی اعلےٰ و افضل کائن و زائل۔ خالق و ممیت ہستی کی تلاش پر رجوع ہوئے۔ اور یہیں سے اُن کو خیال مذہب اور ضرورت مذہب پیدا ہوئی *

اُدھر تو اکثر اس اُدھیڑ بُن میں لگے ہوئے تھے۔ ادھر تمدّن چونکہ ایک حد تک ترقی

کر چکا تھا۔ اس کارگاہ کے لئے ایک بڑے کاروار کی ضرورت ہوئی۔ جو اُن کے جوشوں کو ایک خاص سمت میں لگا دے۔ اور اُن کی عقلوں کو ایک مفید راستے پر ڈال دے۔ قاعدہ ہے کہ ایسے بڑے کام کے لئے ہمیشہ کسی بڑے علم و عقل کے آدمی کی تلاش ہوتی ہے چنانچہ بعد از جستجو و گفتگو ایک شخص مہ آباد (یا فرز آباد) کے نام پر یہ قرعہ پڑا۔ اور یہ اپنی جماعت میں بادشاہ بنا دیا گیا۔ یہ شخص منجملہ اُن لوگوں کے تھا جس کو عقل معاش تو تھی ہی لیکن اپنے گرد و پیش کی چیزوں کو دیکھ کر ایک ہستی مطلق اور اعلےٰ و اولےٰ کا متلاشی تھا بلکہ قائل ہو چکا تھا۔ ان ہی صفات کی وجہ سے ایرانیوں میں یہ شخص نہ صرف سب سے پہلا بادشاہ۔ اور سب سے پہلا پیغمبر ہی مانا جاتا ہے بلکہ سب سے پہلا انسان بھی یہی فرض کیا جاتا ہے (اور حقیقت میں اگر وہ نیچر کے پتلے ایسے علم و عقل کے آدمی کو سب سے پہلا آدمی نہ مانتے تو خلف کے لئے باعث استعجاب ہوتا) چونکہ اُن کے عقیدہ کے رو سے یہی شخص ابوالبشر تھا لہذا اس لحاظ سے (غالباً) اُس کو مہ آباد کا خطاب دیا گیا۔

خیریت یہ ہے کہ مہ آباد ایک ہی خالق کا قائل تھا جس کو خالق الکل کہنا چاہیے۔ مہ آباد چونکہ پیغمبر مانا جاتا ہے۔ لہذا اُس سے ایک صحیفہ منزل من اللہ بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اس صحیفہ میں وہ ذات مطلق اپنی یوں تعریف فرماتا ہے:۔

"ہستی و یکتائی و کیبی اُسی کو سزاوار ہے۔ موجود فی الخارج کوئی چیز اُس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اُس کا نہ آغاز ہے نہ انجام۔ نہ اُس کا کوئی شریک و ہمسر نہ دشمن نہ مانند۔ نہ کوئی اُس کا یار و مددگار۔ نہ اُس کا کوئی باپ نہ ماں نہ بیوی۔ نہ اولاد۔ نہ وہ کسی جا و سمت کا مقید۔ نہ اُس کا کوئی جسم نہ رنگ نہ بو۔ نہ اُس کو آرام کی حاجت۔ نہ اُس کے حواس نہ اُس کے قواء۔ زندہ و دانا و توانا و بے نیاز۔ دادگر۔ خبردار۔ سمیع و علیم۔ اُس کا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے اور کوئی چیز اُس سے پوشیدہ

نہیں ہے۔ گزشتہ و موجودہ و آیندہ کا حال اُس پر ہر وقت روشن ہے۔ نہ وہ کسی کا بدخواہ نہ وہ کسی سے بدی کرے۔ جو کچھ اُس نے کیا اور کریگا خوب ہے۔ آسمان و فرشتگان۔ دُنیا و مافیہا کا خالق وہی ہے۔ وہی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ وغیرہ وغیرہ"

یہ جامع و مانع تعریفِ واجب الوجود اس وقت تک پارسیوں میں معتقد بہ اور متداول ہے ؛

آگے بڑھ کر مہ آباد کو بتلایا گیا ہے کہ کائنات کا انتظام فرشتگان مقرب کے سپرد ہے جو ہرمزد کے مخلوق اور اُس کے زیر فرمان ہیں۔ ہر ایک فرشتہ ایک نہ ایک چیز پر موکّل ہے اور اُس کی کل اُسی کے ہاتھ میں ہے ؛

ان میں سے سب سے پہلا اور سب سے مقرب فرشتہ (یا فرشتہ سالار) بہمن ہے۔ جس کو عقل اول کہا جاتا ہے۔ یہی وہ فرشتہ ہے جس کی معرفت ہرمزد کا پیغام اُسکے پیغمبران کو پہنچتا ہے۔ اور اس کے بعد اور فرشتگان ہیں جن کو ہم آگے چل کر ذکر کرینگے ؛

دو عالم قرار دئے گئے ہیں۔ ایک یہی عالم سفلی یعنی دُنیا اور دوسرا عالم علوی یعنی افلاک "جہاں موت وحیات۔ صورت و شکل کچھ نہیں ہے" اسی کو بہشت کہا جاتا ہے "یہاں کی راحت و فرحت و خوشی کو دُنیاوی راحت و فرحت و خوشی سے کوئی مناسبت نہیں۔ نہ زبان بیان کر سکے نہ کان سُن سکے نہ آنکھ دیکھ سکے۔ وہاں کے ادنےٰ درجہ کے لوگ اس دُنیا کے برابر مقام پائینگے۔ اور اتنا سامان آسائش و آرائش کہ جتنا اس جہان بھر میں۔ ہے۔ وہاں نہ وہ بوڑھے ہونگے نہ بیمار" ؛

اس کے مقابل میں دوزخ ہے جہاں آگ اور برف دونوں سے کام لیا جاتا ہے اور بدکیش و گنہگاروں کو مار و کژدم سے کٹوایا جاتا ہے۔ یہ سزائیں ادنےٰ گناہوں کی ہیں بڑے گناہوں کی سزا کا تو کیا ٹھکانا ہے ؛

جو لوگ اُس ہستئ مطلق کے احکام مانینگے۔ اُس کی عبادت کرینگے۔ بےآزار جانوروں

کو نہ ستائینگے وہ بہشت میں جائینگے۔ اور جو اس کے خلاف کرینگے اُن کو دوزخ ملیگا۔ نیز اکثر گنہگار لوگ اپنے کیفر کردار کے لئے اسی دُنیا میں پھر پیدا کئے جائینگے اور اُن کو مختلف تکالیف میں ڈالا جائیگا۔ اور مصائب میں پھنسایا جائیگا۔ اگر اس میں وہ ثابت قدم رہے اور از سرِ نو اُن ہی گناہوں کے مرتکب نہ ہوئے تو بالآخر بہشت پائینگے ورنہ دوزخ میں جائینگے۔[1] یہ قاعدہ ایسا کُلّیہ ہے کہ اس سے جانور تک مستثنےٰ نہیں ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ درندے جو بے آزار جانوروں کا شکار کیا کرتے تھے دوسری زندگی میں بے آزار جانور بنائے جائینگے تاکہ درندے اُن کو شکار کریں اور وہ اپنا کیفر کردار پالیں۔ ان بے آزار جانوروں میں اکثر وہ انسان بھی جنم لیتے ہیں جو بے آزار جانوروں کو ستاتے اور مارتے تھے (چونکہ بے آزار جانور خود سزا بھگتنے کے لئے نیا ہیں نہیں پیدا کئے جاتے ہیں۔ اس لئے اُن کو ستانا۔ یا شکار کرنا گناہ سمجھا گیا ہے) اس گناہ کے مرتکب کو ان ہی کا چولہ اختیار کرنا پڑیگا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ نباتات و معدنیات بھی فی الاصل اپنے افعال کا نتیجہ اُٹھانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ورنہ پہلے جنم میں وہ بھی آدمی ہی تھے۔ چنانچہ جو لوگ بجھو و نا ہوشیار و بدکردار تھے وہ نباتات کی صورت میں پیدا کئے گئے تاکہ اس صورت میں پایمال ہو کر اپنی سزا بھگت لیں اور سخت دل اور درشتخو لوگ معدنیات کی صورت میں پیدا کئے گئے تاکہ اپنے کئے کو پالیں ؛

اب رہ گئی عبادت۔ اس کے لئے صرف اتنا فرمایا گیا ہے کہ آدمی خدا کی نماز ہر طرف مُنہ کر کے پڑھ سکتا ہے۔ مگر چاہیئے کہ نماز میں کسی روشنی اور ستارے کی طرف منہ کرے۔ یہیں سے آتش پرستی و ستارہ پرستی کی بنیاد قایم ہوتی ہے کہ جو اب

[1] تناسخ بھی منجملہ اُن خیالات کے ہے جو آریوں کے ساتھ ہندوستان میں وطن سے آیا اور اتنا مستقل ہے۔ ایک ان مسئلہ نہیں ہے جس میں ایرانی و ہندو متفق ہیں بلکہ اور بہت سے ہیں جن کو ہم نے غیر متعلق سمجھ کر قلم انداز کر دیا ہے۔

تک ایرانیوں کا مسلک ہے ۔

یہاں تک معاد کو بیان کر کے آگے معاملات شروع کئے گئے ہیں۔ جن میں سب سے پہلے مناکحت کا حکم ہے۔ پھر زنا سے منع کیا گیا ہے۔ پیمان شکنی۔ جھوٹ بولنے اور جھوٹی قسم کھانے سے روکا گیا ہے۔ شراب صرف اُسی قدر پینی جائز قرار دی گئی ہے کہ آدمی مدہوش نہ ہو سکے۔ یتیم کا مال کھانا۔ امانت میں خیانت کرنا بُرا بتلایا گیا ہے۔ زیر دستوں کو ستانے سے منع کیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ ۔

اس کے بعد کچھ تقرر زمان سے بحث ہے جس کو زیادہ تر علم ہیئت سے تعلق ہے پھر کچھ پیشینگوئیاں ہیں۔ آگے بڑھ کر مختلف جرائم کی سزاؤں کے طریقے ہیں۔ اور بالآخر یہ مبارک نامہ اس وعدہ پر ختم کیا گیا ہے کہ تیرے بعد تیرے مذہب[1] سے لوگ روگرداں ہو جائینگے اور بہت سے رخنے پڑ جائینگے۔ ان کا دفعیہ جے افرام آ کر کریگا جو تیری ہی اولاد میں سے ہوگا ۔

ہم نے نامہ مہ آباد کو اس لئے ذرا تفصیل کے ساتھ لکھ دیا ہے کہ فی الاصل اصل اصول مذہب یہی ہے۔ اور اس کے بعد جتنے پیغمبر اس مذہب میں پیدا ہوئے۔ وہ مہ آباد ہی کے مصدق و متبع رہے۔ پس اس لحاظ سے یہ نامہ اگر اجمال ہے تو باقی تمام تفصیل۔ یہ اگر متن تو باقی تمام حاشیہ۔ یہ اگر خلاصہ ہے تو باقی تمام تفسیر۔ چنانچہ نامۂ وخشور ساسانی اول میں صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ "جو پیغمبر ہم بھیجتے ہیں وہ استواری آئینِ رفتہ کے واسطے ہیں نہ اکھاڑ پھینکنے کے واسطے۔ آئین آئینِ بزرگ آباد کا ہے اور دوسرے پیغمبر اُسی آئین پر مبعوث ہوتے ہیں تاکہ اس میں جو کچھ خرابیاں واقع ہو گئی ہوں اُس کو درست کر دیں" ۔

---

[1] مذہب کے معنی اگرچہ مسلک کے ہیں جو دین کی ایک شاخ ہوتا ہے۔ مگر موجودہ زمانہ میں اس لفظ کا اطلاق دین پر ہوتا ہے۔ لہذا اس کتاب بھر میں یہ لفظ اسی وسیع معنی میں استعمال کیا گیا ہے ۔

زرتشت کی تعلیم البتہ اس نامہ سے کسی قدر مختلف ہے۔ مگر وہ تخالف ایک قسم کا اجتہادانہ ہے اور یزدانی اسکی بھی تاویل کر کے مہ آباد کے نامہ سے تطبیق کرتے ہیں اور اسی لحاظ سے زرتشت وخشور پیمباری۔ یعنی پیغمبر روگو کہلاتے ہیں ؛

غرض مہ آباد کے بعد صدیوں تو لوگوں نے حبل المتین کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اس کے بعد کفر و الحاد شروع ہوگیا۔ اور اہل ایران جانوروں سے بدتر ہوگئے۔ ایزد تعالٰے و تقدس نے اس فتنہ کے فرو کرنے کے لئے جے افرام کو مبعوث کیا۔ اور انہوں نے آگرُ دُنیا کو الایشات سے پاک کیا۔ یہ بھی صاحب نامہ ہیں لیکن اس میں ذرا تفصیل کے ساتھ حمد بیان کی گئی ہے۔ ان کے بعد شائی کلیو پیغمبر ہوئے۔ ان کے نامہ میں بھی حمد ہے اور آخر میں اجمال کے ساتھ طریق عبادت بتلایا گیا ہے۔ شائی کلیو کے بعد گلشاہ یا کیومرث پیغمبر ہوئے۔ یہ مہ آباد کی طرح پیغمبری اور بادشاہی کے جامع تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ بادشاہی کا نام ان ہی کی ذات سے شروع ہوا۔ جس زمانہ میں یہ مبعوث ہوئے ہیں اُن دنوں میں بھی لوگوں میں دیوؤں کے خصائل آگئے تھے۔ اور ہر شخص بجائے خود ایک درندہ تھا۔ شائی کلیو نے ان لوگوں کو لڑ بھڑ کر زیر کیا۔ اور ایران کو ان سے پاک کیا۔ اسی لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ یہ دیووں سے لڑے ؛

انسان میں جب خصائص حیوانیت پیدا ہوجائیں تو اُن پر حیوان ہی کا اطلاق ہوتا ہے اور چونکہ ان کی تعلیمات سے آدمی از سرنو آدمی بنے اس لحاظ سے یہ بھی ابو البشر مانے گئے۔ ان کے علم و عقل نے لوگوں کو نہ صرف معدنیات ہی کی طرف متوجہ کیا بلکہ تمدن کے لئے جن اسباب کی ضرورت ہوتی ہے سب بہم پہنچائے ؛

گلشاہ کے بعد ان کے بیٹے سیامک۔ پھر ہوشنگ۔ تہمورس جمشید علے الترتیب پیغمبر ہوئے۔ مؤخر الذکر بزرگ کا نامہ مملو از نکات فلسفیانہ و صوفیانہ ہے۔

مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قوم نے ان کی تعلیمات کو کما حقہ قبول نہیں کیا۔ لہذا اُن پر وہ آگ (ضحاک) خدا کی طرف سے مسلط کیا گیا۔ اور اُس نے اُن کو طرح طرح کے عذاب و عقاب میں رکھا۔

انہی کے وقت میں کئی لوگوں نے پیغمبری کا دعوے کیا۔ اُن میں سے ہر شخص کی تعلیمات جداگانہ تھیں اور فلسفہ علیحدہ۔ مگر کوئی بھی پوری طرح کامیاب نہ ہوا۔ نہ یہ لوگ اس مبارک گروہ کے سلسلہ میں آتے ہیں۔ اس لئے ہم اُن کا تذکرہ قطعی قلم انداز کرتے ہیں۔

وہ آگ کا فتنہ (جیسا کہ ماہران تاریخ پر روشن ہے) فریدوں نے آکر مٹایا۔ یہ بزرگ اپنے اسلاف کی طرح جامع پیغمبری و بادشاہی تھے۔ ان کے بعد منوچہر پھر کیخسرو۔ اور ان کے بعد شت وخشور زرتشت (علے الترتیب) پیغمبر ہوئے جن سے سردست ہمیں تعلق و بحث نہیں ہے۔ ان کے سوانحات عمری آئندہ اجزاء میں ملینگی۔ یہاں ایک اجمالی نظر اُن کے مذہب پر ڈالنی مقصود ہے۔ افسوس ہے کہ بہت سی دلچسپ باتیں خوف طوالت نے ہم سے ترک کرائی ہیں۔ لیکن پھر بھی جہاں تک ممکن ہوگا ہم ان کے فلسفہ و مذہب سے مختصراً بحث کر جائینگے۔

مسلک مہ آباد سے معلوم ہوگا کہ فی الاصل بناء مذہب اُسی ایک توحید پر ڈالی گئی تھی جو اُس غیور و یکتا کے شایان شان اور عین اُس کی منشاء کے مطابق ہے۔ اگرچہ یہ بات ہمیں زیب نہیں دیتی لیکن کہنا ہی پڑتا ہے کہ سب سے پہلی غلطی یہ ہوئی کہ آگ یا ستاروں کو جو منجملہ کروڑوں مظاہر الٰہیہ کے ہیں نماز ادا کرنے کی سمت قرار دی گئی۔ اور پھر جب بحالت جہالت عوام کالانعام نے آگ یا ستاروں ہی کو معبود قرار دے لیا تو اس خیال کی اصلاح اور تردید کما حقہ کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ ایسی اوندھی عقل کے لوگوں کے سامنے محض تحمید و تمجید

سے وہ مطلب نہیں نکلتا جو نصب العین ہونا چاہیئے تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دلوں میں جو آگ لگ چکی تھی وہ برابر سلگا کی اور زرتشت کے نام نامی نے اُس کو اور بھی بھڑکا دیا۔ حتےٰ کہ وہ بھی آتش پرست۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ آتش پرستی کے بانی مبانی سمجھے جانے لگے۔ اور سمجھے جاتے ہیں۔ حالانکہ اُن کی تعلیمات کو اگر دیکھا جائے تو وہ بالکل موحدانہ ہیں۔ اور وہ رجوع الے اللہ اور اُسی ایک ہستئ مطلق کو معبود بنانے کی تلقین کرتے ہیں۔ اور جو صفات کہ خدا میں ہونے چاہئیں اُن سب کا مجموعہ اُس کو بتلاتے ہیں۔ مگر حیرت تو یہ ہے کہ باوجود موحد ہونے کے اُنھوں نے بھی آگ کی تعظیم کو اپنے مذہب کا لازمہ قرار دے لیا اور اپنی تمام تر کوشش اسی پر ختم کر دی۔ یہ مانا کہ جو اعتقاد ہزار ہا برس سے دلنشین و جاگزین ہو چکا تھا اُس کا قلع قمع کر دینا آسان کام نہ تھا لیکن یہ ہو سکتا تھا کہ توحید کا وعظ کیا جاتا اور آگ کی عظمت کو رفتہ رفتہ دلوں سے نکالا جاتا تاکہ اُن کے بعد آگ ہی اُنکے پیروان کی معبود نہ بن جاتی +

اس سے بھی بڑھ کر اُن کے ذمہ ایک اور بات لگائی جاتی ہے۔ یعنی خدا کے ساتھ ایک اور ہستی یعنی اہرمن کو منوانا۔ جس کو اُس ذات مطلق کی طرح قدیم سمجھا جاتا ہے۔ گویا اس لحاظ سے اس عالم کون و فساد میں اُن کے اعتقاد کی روسے دو متضاد طاقتیں کام کر اور کرا رہی ہیں۔ ایک ہرمزد (خالق خیر) اور دوسرا اہرمن (خالق شر) +

اس میں شک نہیں کہ اس خیال کی بنا زرتشت ہی سے پڑی۔ اور سچ یوں ہے کہ بری پڑی لیکن اگر اجتہاد و رائے سے کام لیا جائے اور اُن کی تعلیمات کو بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس خیال کی بنا ایک استحالۂ منطقی اٹھانے اور دقت فلسفی مٹانے کی غرض سے تھی۔ نہ کہ اُس کو جزو مذہب قرار دینے

کے لئے۔ لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اُن کے مذہب میں ایک طرح کا تثنیہ پایا جاتا ہے۔ اور اسی پر اُن کے عقاید کا مدار ہے۔ لہذا ذیل میں ہم انہیں دونوں امور سے بحث کرینگے ؎

ہم اوپر کہ آئے ہیں کہ فتنۂ دہ آک (ضحاک) کے زمانے میں بعض لوگوں نے پیغمبری کا دعوے کیا۔ جن لوگوں کو تواریخ کا مذاق ہے اُن پر یہ امر پوشیدہ نہ ہوگا کہ ہر زمانہ اور حالت میں شیخ سعدیؒ کے اس اصول پر کہ ہر کہ را جامہ پارسا بینی۔ پارسادان و نیک مرد انگار۔ بہت ہی عمل ہوتا آیا ہے۔ پیغمبری تو ایک طرف مجدد ہونے کا جب کبھی جس کسی نے دعویٰ کیا ہے لوگ آنکھوں پر پٹی باندھ کر اُسکے پیچھے ہو لئے ہیں۔ اسی طرح اُن کا ذب لوگوں کے بھی بہت سے پیرو ہو گئے۔ ان کی تعداد بھی ایران اور ملحقات میں بہت تھی۔ بلکہ اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو توران کی معاندت کی بنیاد بھی ان ہی لوگوں کی رکھی ہوئی تھی۔ بہرحال ان میں سے ایک آدھ ایسے تھے جو متعدد خداؤں کے قائل تھے۔ جن دلوں میں خدا کی کچھ بھی عظمت ہوتی ہے وہ اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ زرتشت کو خواہ مخواہ ان کی مخالفت کرنی اور سچی توحید کی تعلیم دینی پڑی۔ اس خصوص میں اُن کے خیالات کا پتہ گاتھا سے لگتا ہے جو اُن کے پند و نصیحت کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ گاتھا ۳۴ و ۴۴ میں ایک طرح کی منا جاتیں ہیں جو آتش بہرام (آذر مقدس) کے سامنے کھڑے ہو کر اُنہوں نے پڑھی ہیں۔ اور یہی اُن کے مذہب کا عطر ہے۔ اس میں وہی خیالات ظاہر کئے گئے ہیں جو ایک پکّے موحد کے ہونے چاہئیں۔ خدا کی تمام طاقتیں موحدانہ اصول پر ماننا۔ اور اُس کا فرشتوں کا۔ چاند اور سورج اور دنیا و مافیہا کا خالق ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔ اُن کے موحد ہونے کی یہی شہادت کافی ہے۔ نیز یہ امر کہ عقاید باطلہ کے لوگ مختلف طاقتوں کے لئے مختلف خدا مانتے تھے۔ اور

اُن سب خداؤں کے مجموعہ کو اَہورا کہتے تھے۔ زرتشت کو ہستیٔ مطلق کا یہ نام قرار دینا سخت ناگوار ہوا اور اُنہوں نے اہورا امزدا (ہرمزد) خدا کا نام قرار دیا۔ یعنی وہ اہورا جو مزد (یعنی خالق الکل) ہے۔ اگرچہ اُن کے یہاں بھی اس ایک طاقت کا نام مزدا نہو۔ بصیغہ جمع کا استعمال تھا۔ لیکن چونکہ یہ منافی توحید تھا لہٰذا زرتشت نے اُس کو مزدا صیغہ واحد میں بدل دیا اور لفظ اَہورا محض ایک صفت قرار دیکر مزد خاص اُس ہستی مطلق کا نام قرار دے دیا۔ یہی لفظ پہلو بدل کر پہلوی میں یزدان ہوگیا۔ درمن قال۔

بنام آنکہ او نامے ندارد   بہر نامے کہ خوانی سر برآرد

غرض یہ امر بجائے خود زرتشت کی دور بینی کی دلیل اور اُن کے خیالات موحدانہ کی زبردست مؤید ہے +

پھر وہ اسی ہرمزد (یا صرف مزد) کو وہ نور کہتے ہیں جو جملہ انوار کی اصل ہے عقل و علم کا بانی ہے۔ تمام نیکیوں اور نیک چیزوں کا مالک ہے۔ دنیا و عقبےٰ۔ ہستی و پاکی۔ نیکی و حقانیت۔ دنیا و مافیہا کی خوبیاں اُسی اکیلے کے قبضہ میں ہیں وغیرہ وغیرہ (یسنا ۴۷-۱)۔ یہ تمام خوبیاں وہ اُن نیک مردوں کو عطا کرتا ہے جو اپنے اقوال و افعال و خیالات کے رو سے پاک ہیں۔ اور چونکہ وہ تمام اشیا پر حاوی اور اُن کا مالک و حاکم ہے لہٰذا وہ صرف نیکوں کو نیک بدلہ ہی دینے پر قادر نہیں ہے بلکہ بدوں کو بدی کی سزا دینے پر بھی وہ ویسا ہی قادر ہے (یسنا ۴۳-۵)۔ خوش نصیبی و بدقسمتی۔ نیک یا بد سب کچھ اُسی کا پیدا کردہ ہے (یسنا ۴۸-۴) +

اس آخری فقرہ سے معلوم ہوگا کہ خالق شر یعنی ایک ایسی طاقت کا جو ہرمزد کے بالکل مخالف ہو۔ زرتشت کے نزدیک کوئی وجود نہ تھا۔ اس کا پتہ البتہ

وندیداد سے ضرور لگتا ہے +

یہاں تک ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ زرتشت کا موحد ہونا ثابت کیا ہے۔ آگے ہم اُن خیالات کا تذکرہ کرتے ہیں جس کے اعتقاد نے اُن کے مذہب میں ایک قسم کا تثنیہ پیدا کر دیا ہے +

زرتشت کو توحید میں جس قدر غلو تھا وہ اوپر کے فقرات سے ظاہر ہے۔ پس ایسے شخص کی ذات سے یہ اُمید رکھنا کہ وہ ایک دوسری طاقت کو منوا کر اپنے عقیدہ میں تضاد پیدا کر دیگا صحیح نہیں ٹھیرتا +

اُن سے بہت پہلے۔ اور خود اُن کے زمانے میں عام طور پر یہ سوال کیا جاتا تھا کہ جب خدا کی ذات تمام بُرائیوں سے پاک ہے۔ اور وہ بُرائیوں کے وجود تک سے بیزار ہے۔ تو یہ بُرائیاں اور ان کا شیوع دُنیا میں کہاں سے آیا۔ اور یہ متضاد حالت کیونکر پیدا ہوگئی؟ اس عقدۂ مشکل کو اُس مقدس حل المشکلات نے فلسفی ناخن سے کھولا۔ اور ان دونوں کیفیات متضادہ کے لئے دو مختلف علّتیں یا طاقتیں بیان کرنا پڑیں۔ اور ان میں سے ایک طاقت کو اعلےٰ و ادنےٰ اور خالق الکل قایم کرنے کے لئے دونوں کو یک جان و دو قالب بتلانا پڑا۔ اور چونکہ نیکی و بدی دونوں ہم عمر بلکہ توام تھیں لہذا اگر ایک کو قدیم مانا تو دوسرے کو لازماً قدیم ماننا پڑا۔ چنانچہ (یسنا ۳۰) میں ہے کہ "ازل میں دو توام طاقتیں تھیں۔ ایک مجسم نیکی اور دوسری مجسم بدی۔ ان دونوں سے مل کر ہست و نیست پیدا ہوئے۔ اور ہست خالق خیر ہوا۔ اور نیست خالقِ شر۔ ایک نور ہوا تو دوسری ظلمت۔ انسان ان دونوں میں سے جس طرف زیادہ راغب ہو جائے اُسکی نسبت اُس میں غالب ہو جائیگی۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک فرد واحد ان دونوں متضاد طاقتوں کا ہو کر رہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پس عقل سے کام لو۔ اور

راستی کی طرف چلو۔ اور وہ راستی خدا ہے"۔

غرض جو طاقت ہستی سے تعبیر کی جاتی ہے وہ ہمہ خوبی۔ ہمہ نیکی ہمہ پاکیزگی ہے۔ اور جو نیستی کہی جاتی ہے وہ اس کے بالکل عکس۔ یہی دو علتیں ازل سے موجود تھیں اور ابد تک دنیا میں سرگرمی سے کام کرتی رہینگی۔

یہاں تک تو کسی قدر خیریت بھی تھی۔ مگر مشکل یہ آن پڑی کہ خود اہرمزد میں بھی ان دونوں طاقتوں کا دخل ہے۔ غالباً اس وجہ سے کہ وہ خالق الکل اور مالک الکل ہے۔ اور ایسی صورت میں اُن دونوں طاقتوں کی تفریق کر کے وہو مانو (بہمن) یعنی روشنی اور اکیم مانو (اہرمن) یعنی اہرمن نہیں قرار دیا جا سکتا۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ فی الاصل اہرمن کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو ہرمزد کے خلاف ہو۔ چنانچہ وہ ذات مطلق اپنی دو طاقتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "میری دو طاقتوں میں سے ایک طاقت روشنی یا پاکیزگی کی وغیرہ وغیرہ" (یسنا ۹۔ ۱۹) اور سروش یشت ۵۷ میں سروش کی حمد بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ "وہ سروش جو دو خالقوں کی عبادت کرتا ہے۔ جس سے تمام چیزیں ہست و بود میں آئیں"۔ غرض یہیں آکر یہ مسئلہ عیسائیوں کی تثلیث کی طرح کچھ بھان متی کا پٹارہ بن جاتا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ زرتشت کی تعلیمات یعنی گاتھا میں کہیں اہرمن کا نام نہیں آیا ہے۔ نہ اُسکو ہرمزد کی مخالف ایک طاقت مانا گیا ہے۔ بلکہ یہ تفریق زمانہ مابعد کی تصانیف میں کی گئی ہے۔ البتہ سپنٹا جس کے ہرمزد اور نیک بندے مخالف ہیں درخش کے لفظ سے تعبیر کیے گئے ہیں۔ جسکے معنی فنا اور جھوٹ کے ہیں۔ اور اگر ذرا غور کیا جائے تو یہ لفظ دیو کا بھی مترادف ہے۔

ہم اُن پُرانے کتبوں کو جو خود زرتشت کے زمانے کے ہیں یا عین اُن کے

زمانۂ مابعد کے دلیل گردان کر بوثوق کہہ سکتے ہیں کہ اُن میں چونکہ اہرمن کا نام تک
نہیں ہے۔ لہٰذا اس طاقت کا خیال اُن کی تعلیمات سے بالکل متبادر و متغایر
ہے۔ صرف ہرمزد کا نام دارا کے زمانہ کے کتبوں تک میں ملتا ہے۔ اور اس
سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت تک پارسیوں میں ہرمزد کی مخالف طاقت
کا خیال تک پیدا نہ ہوا تھا۔ اور یہ امر زرتشت کے موحد ہونے پر کافی دلیل ہے
لیکن جیسے جیسے زمانہ کو اُن سے بُعد ہوتا گیا مذہب کی نئی تشریحات اور نرالی موشگافیوں
نے اُن کی صاف موحدانہ تعلیمات کو ایک نیا لباس پہنایا۔ حتیٰ کہ خدا کا ایک
مقابل لا کھڑا کیا۔ پھر مقابل و مخالف بھی کیسا؟ کہ اگر وہ دن ہے تو یہ رات۔ وہ
انوار تو یہ ظلمات۔ وہ ہمہ نیکی تو یہ ہمہ بدی۔ وہ اگر دن کی روشنی پیدا کرتا ہے
تو یہ رات کا اندھیرا۔ وہ جگاتا ہے تو یہ سُلاتا ہے۔ وہ جلاتا ہے تو یہ مارتا ہے۔ اور
اس تخالف پر لطف یہ ہے کہ ایک دوسرے سے لاینفک اور جزو لاینجزے
ایک اور پھر الگ۔ یک جان۔ اور پھر جُدا جُدا۔ دلی دوست۔ اور جانی دشمن۔
ایک کائنات کا سر اتارنے پر تیار تو دوسرا سر سہلانے پر آمادہ۔ اس تثنیہ کا اگر
تماشا دیکھنا ہو تو وندیداد کا پہلا باب قابل ملاحظہ ہے۔ اور غالباً سب سے پہلی
وہی تصنیف ہے جس میں ان دونوں طاقتوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا ہے۔
ارکان مذہبی میں بڑا رکن ہے آمشا سپندوں (یعنی فرشتوں) کا اعتقاد اور
اُن کی نیایش)۔ جن کے ذریعہ سے ہرمزد اپنے احکام کو قوہ سے فعل میں لاتا ہے
اور دنیا میں اپنی حکومت پھیلاتا ہے۔ اور چونکہ اہرمن اُس کی مخالف طاقت
سمجھی جاتی ہے لہٰذا اُس کے معاونوں سے طلب پناہ جنکے ذریعہ سے
وہ بدیاں پھیلاتا اور بربادی کرتا ہے۔ ان کو دیو (شیطو نگڑے!) کہا جاتا ہے
اگر ذرا غور کیا جائے تو ہرمزد اور اہرمن کی ہستی اس سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی کہ

وہ مطلق العنان بادشاہ ہیں کہ اپنے اپنے عمّال کے واسطے سے کام کرتے ہیں *

امشاسپند جن کا گاتھاؤں میں ذکر آتا ہے تعداد میں چھ ہیں اور ان کے یہ نام ہیں :۔ بہمن ۔ اردی بہشت ۔ شہریور ۔ اسفندارمذ ۔ خورداد و مرداد ۔ یوں ہونے کو یہ چھٹوں فرشتے مسلم لیکن اگر ذرا غور کیا جائے تو یہ وہ عطیات یزدانی ہیں جو وہ خدائے واحد خاص اپنی عبادت کرنے والوں کو عطا فرماتا ہے چنانچہ (یسنا، ۴۷۔۱) سے یہ امر بالکل صاف ہو جاتا ہے ۔ نیز اگر ابتدائی زمانہ کے علمائے مذہب کے اقوال پر غور کیا جائے تو اس میں شک کی بہت کم گنجایش رہ جاتی ہے کہ اُن کے پیغمبر کی نظروں میں ان چھٹوں کو حیثیت ہستی حاصل نہیں تھی *

ہم ذیل میں ہر ایک امشاسپند کی کیفیت اور فرائض کی تصریح کرتے ہیں ۔

بہمن ۔ ارواح کا موکل ہے ۔ نیاکان کی زیست و حفاظت اسکے متعلق ہے ۔ نیکی کا ظہور و صدور اُسی کی ذات سے ہے ۔ انسانوں کے دل میں نیکیوں کا القاء وہی کرتا ہے اور چونکہ اُس کو ہرمزد سے قریب تر تعلق ہے ۔ لہٰذا وہ بعض وقت ہرمزد کے بیٹے سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے *

اردی بہشت ۔ آگ ۔ روشنی اور تجلیات کا موکّل ہے ۔ روشنی خواہ کسی قسم کی ہو وہی پھیلاتا ہے ۔ اردی (یا اشا) کے معنی سچائی اور پاکیزگی کے ہیں اور بہشت (باہشتہ) کے معنی روشن اور خوبصورت کے ہوتے ہیں ۔ لیکن پہلوی میں اگر یہ اسم مفرد بن جاتا ہے اور اس کے معنی بہترین کے لئے جاتے ہیں ۔ چونکہ روشنی کا موکل ہے ۔ اور روشنی مظاہر الٰہیہ میں سے سب سے بڑا مظہر ہے جو ہر نیک بندے میں پایا جاتا ہے ۔ لہٰذا اس امشاسپند کو موجود مطلق سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ اور چونکہ روشنی ۔ حیوانات اور شجرات و حجرات کی

ایک قسم کی روح ورُوان ہے اس لحاظ سے یہ زندگی کا محافظ بھی سمجھا جاتا ہے
اور اس خاصیت کے لحاظ سے وہ تخلیق کا بھی مظہر سمجھا جاتا ہے ٭

شہریور۔ معدنیات کا موکل اور دولت کا مُعطی ہے۔ اس لفظ کے معنی تو ملکیت اور دولت کے قریب قریب ہوتے ہیں۔ لیکن آخر زمانہ میں اس کا اطلاق صرف اشیاء معدنی اور دولت پر ہی ہونے لگا ہے۔ دولت بھی نعماء ہرمزد میں سے ظاہر ہے کہ سب سے بڑی نعمت ہے ٭

اسفندارمد۔ یہ مقدس فرشتہ زمین وآبادگانی کا موکل ہے۔ اس کے معنی طاعت وعبادت کے ہو سکتے ہیں۔ توفیق عبادت ہرمزد اس کے متعلق ہے لیکن اگر اس کا اطلاق زمین ہی پر کیا جائے تو یہ تاویل کی جا سکتی ہے کہ زمین انسان کی تابع فرمان کی گئی ہے۔ اگر اس کی خدمت موزوں طریقہ سے کی جائے تو ماکولات ومشروبات اس سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور اسی لئے اُس کے موکل کا اعتقاد لازمی قرار دیا گیا ٭

خورداد۔ مرداد۔ گو یہ دو موکل جداگانہ ہوں۔ لیکن ان دونوں کا نام ایک ہی جگہ لیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک سیالات کا اور دوسرا بقولات اور روئیدگیوں کا موکل ہے۔ اور تہذیب نفس ان کے متعلق ہے ٭

ان چھوٹوں فرشتوں یا موکلوں سے بالکل جُدا۔ اور ان سب سے بڑا ایک اور فرشتہ مانا جاتا ہے جس کو سروش کہتے ہیں۔ اس کی طاقتیں اُن سب سے زیادہ سمجھی جاتی ہیں اور اُس کے لئے جسم بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ خدا اور پیغمبر کے درمیان یہی فرشتہ واسطہ ہوتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے انسان تک اس کے احکام پہنچتے ہیں۔ آدمی کو بہشت تک پہنچانا۔ اور ذریعہ سے انسان کی جزا وسزا اس کا سنانا اسی کا کام ہے۔ سروش فرشتہ پر اس کی [illegible]

تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہیں۔ اُن ہی کو یاد کرکے اُس کی ثنا کی جاتی ہے
بہمن کے معنی سمع اور اُسکے تمام مشتقات پر حاوی ہے۔ خیرات وحسنات تمامہا
اُسی سے متعلق ہیں۔ اور اُن کی توفیق اُسی کی طرف سے ہوتی ہے۔ اُس کو
رُوح الارواح کہا جاتا ہے۔ دُنیا و مافیہا کی حفاظت اُسی کے ذمہ ہے۔ اُسکی
ادنےٰ پہلو تہی کا نتیجہ یہ ہے کہ دُنیا بھر شکارِ اہرمن ہوجائے۔ اور بدیوں کا
انتہا نہ رہے۔ اس قوت و حیثیت کی وجہ سے خدا کی حمد اور بہمن کی ثنا فرض
ہے۔ اگر ایسا نہ کریں تو بہمن اُن لوگوں سے کنارہ کش ہوجائے۔ اور اہرمن
اُن کے دل میں جاگزین ہوکر اُن کو سیاہکاریوں پر مائل کردے اور نتیجہ دُنیا و عقبیٰ
کی خرابی ہو۔ بہمن کا اصلی کام دیوؤں کا مقابلہ ہے جو اہرمن کے متبع اور کارگزار ہیں
جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں امشاسپندوں کی طرح اہرمن کے کارگزار بھی مانے
جاتے ہیں جن کے ذریعے وہ ہرمزد کے حسنات کو سئیات سے روکتا ہے۔ اگرچہ
بوثوق کہا جاسکتا ہے کہ یہ خیال زرتشت کی تعلیمات سے نہیں پایا جاتا۔ لیکن
شدہ شدہ اہرمن کے بھی چھ ہی موکل مقرر کردئے گئے۔ اس کی شروعات
بندہشن سے شروع ہوئی۔ ورنہ ژندمیں اس کا نام تک نہیں ہے ٭

اہرمن کے دیوؤں میں سے سب سے بڑے رتبہ کا اکومانؤ مانا جاتا ہے۔
اس لفظ کے معنی معدوم کے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک یہی وہ چیز ہے جسکو موجود
فی الخارج قرار دے کر زرتشت نے استحالۂ منطقی کو رفع کیا تھا۔ غرض اکومانو ہی
انسانوں میں خیالات باطلہ پیدا کرتا ہے اور اُن کو گناہوں سے ملوث کرتا ہے
اور بہمن کا پورا حریف اور اُس کی ضد ہے۔ اور یہی اس کا مقابلہ بھی کرتا ہے
اس کے بعد شہوت کا۔ پھر غضب کا۔ پھر کذب کا۔ پھر ظلمت کا۔ پھر زہر کا موکل
مانا جاتا ہے مگر ہم ان سے قطع نظر کرتے ہیں۔ کیونکہ سوائے پہلے کے

اور سب مخترعات میں سے ہیں اور چنداں قابل اعتنا نہیں ہیں ٭

قصہ مختصر ہرمزد اور اُس کے امشاسپندوں کی متفقہ کوشش دُنیا میں نیکیاں پھیلانے پر ختم ہوتی ہیں۔ تو اہرمن اور اُس کے دیووں کی برائیاں پھیلانے پر دن رات ایک دوسرے کی کاٹ کرتے رہتے ہیں۔ یہ لڑائی ازل سے شروع ہوکر ابد تک برابر جاری رہیگی۔ اسی لئے پہلوں کی ثنا کرنے اور دوسروں سے پناہ مانگنے میں آدمی کی بریّت ہے ٭

ہرمزد۔ اور امشاسپند۔ اہرمن اور دیووں کے عقیدہ کے بعد ستارے اور آگ چونکہ مظاہر یزدانیہ میں سے شمار کئے جاتے ہیں اس لئے ان کا درجہ آتا ہے اگرچہ اسلاف آگ پرستاروں کی عبادت کو مقدم رکھتے تھے۔ اور ہر ستارے کے نام کا ایک معبد قایم کرکے اُس کا ایک خیالی بُت بناکر پرستش کیا کرتے تھے[1]

[1] ان معبدوں کا نام پیکرستان شیدان تھا۔ کیوان یا زحل کا بت سنگ سیاہ کا تھا۔ اُس کا سر بندر کا کمر تک انسانوں کا باقی بدن سُوّر کا سا۔ سر پر تاج۔ داہنے ہاتھ میں چھلنی بائیں میں سانپ۔ گنوار شل زمینداروں اور کاشتکاروں کے اُس کو پوجتے تھے ٭ ہرمزد یا مشتری کا بت خاکی رنگ کا تھا۔ کرگس کا سر مرغ یا سانپ کا مُنہ۔ داہنے ہاتھ میں پگڑی۔ اور بائیں میں لوٹا لئے ہوئے۔ سر پر تاج رکھے ہوئے۔ علما و وزرا و رؤسا اس کو پوجتے تھے ٭ بہرام یا مریخ کا بُت سنگ سُرخ کا تھا۔ بشکل انسان۔ سر پر تاج داہنے ہاتھ میں شمشیر خون آلود لٹکائے ہوئے اور بائیں ہاتھ میں تازیانہ لئے ہوئے۔ یہ اہالیان فوج کا بت تھا ٭ آفتاب کا بت اور بت خانہ سب سے بڑا تھا۔ جو خالص سونے سے بنایا گیا تھا۔ دو سر تھے اور دونوں پر تاج مرصع و مکلل۔ آدمیوں کا سا مُنہ اژدہا کا باقی بدن۔ بادشاہ و سلاطین اور مشاہیر کی اولاد اس کو پوجتے تھے ٭ زہرہ کا بت خانہ سنگ مرمر کا تھا اور بت بلور کا۔ نہایت حسین عورت سر پر تاج۔ داہنے ہاتھ میں تیل کی کُپّی۔ بائیں میں کنگھی۔ عورتیں اس کو پوجتی تھیں ٭ عطارد نیلگوں پتھر کا بُت۔ سُوّر کا مُنہ۔ باقی بدن مچھلی کا ایک ہاتھ سیاہ دوسرا سفید۔ داہنے ہاتھ میں قلم بائیں میں

لیکن وخشور سیمباری شت زرتشت کے وقت سے اُس میں کمی آکر آگ کا درجہ بڑھا دیا گیا ہے۔ چنانچہ آگ کو روشن رکھنا اور اُس میں لکڑیاں ڈالنا افضل العبادات ہے۔ اور اُس کے لئے قیدیں ہیں اور تاکیدیں ہیں۔ صندل کی لکڑیاں یا اور بیش قیمت اور اچھی لکڑیاں جلائی جائیں۔ گھر کسی وقت آگ سے خالی نہ ہو۔ بیجا اور بے ادبی سے استعمال نہ کی جائے۔ راکھ کی بے ادبی نہ ہونے پائے۔ چراغ پھونک مار کر نہ بجھایا جائے۔ آگ کو دیکھ کر اُس کی ثنا و صفت کے کلموں کے ساتھ خدا کو یاد کیا جائے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ سامنے ہو۔ یہ نہ ہو تو اُس کا تصور ہو۔ گاتھا بھرا پڑا ہے کوئی کہاں تک لکھے ٭

عقاید میں بڑی چیز رستخیز اور جزا و سزا بھی شامل ہے۔ چنانچہ گاتھا میں اکثر دو جہان یا دو زندگانیوں کا ذکر آتا ہے ان کو زندگانی اولے و اُخرے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگرچہ اُس سے ٹھیک معنی قیامت اور واقعات ما بعد القیامت کے نہیں نکلتے لیکن قیاس بے شک و شبہ اُسی طرف جاتا ہے۔ ان میں سے ایک کو اَکنوخر تو کہا گیا ہے۔ جس کے معنی عقل اصلی[1]۔ اور خیال واقعی کے ہیں۔ اور دوسرے[2] کو

(بقیہ صفحہ ۲۳) دوات۔ عقلا۔ منجم۔ اطبا۔ بیطار۔ محاسب۔ عمال منشی۔ تاجر۔ معمار۔ خیاط۔ خطاط سب اُسکو پوجتے تھے ٭ ماہ کا بُت سبز تھا۔ مرد سفید بیل پر سوار تھا۔ سر پر تاج رکھے ہاتھ میں کنگن پہنے۔ گردن میں طوق ڈالے ہوئے تھا۔ جاسوس۔ ہرکارے۔ مسافر۔ عوام الناس اس کو پوجتے تھے ٭

بادشاہ تک رسائی کا صرف یہی ایک طریقہ تھا کہ جو شخص جس فرقہ کا ہوتا اُسی بتخانہ میں آکر ٹھیرتا وہیں کے پوجاریوں کی معرفت اُس کو بار ملتا۔ قربانی اور بخورات کے لئے معافیاں تھیں۔ اور خدام کیلئے گزارے۔ لیکن شیوع تعلیمات زرتشتیہ سے شدہ شدہ وہ شد و مد نہ رہی بلکہ نام ہی رہ گیا ٭

[1] [2] کچھ عجب نہیں ہے کہ ان سے مراد غیب خاص۔ اور غیب مطلق ہو۔ غیب خاص کو غیب علوی اور غیب حقیقی بھی کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کسی مخلوق کو بدون بتلانے خدا کے کسی طرح اُس کا علم نہ

گوشو خرتو۔ یعنی شنیدہ ۔ وہ باتیں جو سننے سے سمجھ میں آسکیں ۔ ان میں سے ایک کو مینیو خرد سے بھی موسوم کیا گیا ہے ۔ یعنی عقل روحانی یا فہم عالم علوی ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے بالکل متباین ہے ۔ ایک اگر متعلق زمین ہے تو دوسری متعلق آسمان ۔ ایک جہان اگر عالم اجسام سے تعلق رکھتا ہے تو دوسرا عالم ارواح سے ۔ ایک زندگی اگر یہی دُنیا کی زندگی ہے تو دوسری عقبےٰ کی ۔ گوشو خرتو تجربے سے تعلق رکھتا ہے اور اُس سے انسان کا علم بذریعہ محسوسات بڑھتا گھٹتا ہے ۔ اور آسنو خرتو یا مینو خرد محض ایقان ہے جو انسان کو اُن اشیا پر پیدا ہوتا ہے جو موجود فی الخارج نہیں ہیں ؛

اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان دونوں الفاظ سے دُنیا و عقبےٰ ہی مراد لی گئی ہے جو ہم قیاس کر چکے ہیں ؛

آیندہ زندگی اور حدوث ارواح کی تعلیم گاتھا میں بالکل صاف موجود ہے ۔ اور اَور تصانیف میں بھی اکثراً اس کا ذکر ملتا ہے ۔ اور حیات بعد الممات کا عقیدہ ہر یزدان پرست کے لئے فرض عین قرار دیا گیا ہے ۔ چنانچہ مرنے کے بعد جو کچھ واقعات روح پر گزرتے ہیں اُن کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ :-

زرتشت نے سوال کیا کہ اے دُنیا کے خالق جب آدمی مرجاتا ہے تو اُس پر کیا گزرتی ہے ۔ ہرمزد نے جواب دیا کہ جب آدمی اپنی اس زندگی کو چھوڑ دیتا ہے اور موت کے بعد تیسری رات گزر جاتی ہے تو طلوع آفتاب کے وقت وہ مِتھرا کے پاس پہنچتا ہے جس کے انوار پہاڑوں پر چمکتی ہیں ۔ وزاریشو نامی دیو اُسکی روح کو خواہ وہ نیک ہو یا بد دیوؤں کے پوجنے والوں (یعنی ہندوستان) کے ملک

(بقیہ ۲۰۴) ہو سکے جیسے کہ کنہ ذات بیچون اور علم ملائکہ وغیرہ وغیرہ ۔ غیب مطلق کو غیب اضافی بھی کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حواس ظاہری اُسکو نہ پہنچ سکے ۔ جیسے حشر و نشر، جنت و دوزخ کہ حواس ظاہری اُسکو پورے طور پر ادراک نہیں کر سکتے ۔ وغیرہ

میں لے جاتا ہے۔ اور وہاں اُس پل پر کھڑا کر دیتا ہے جہاں ارواح جمع ہوتی ہیں۔ وہاں اُس سے بحالت زندگی جو کچھ اُس نے کیا ہو حساب لیا جاتا ہے۔ پھر سروش ایک کُتا اور نونُنہ[1] کی جریب لئے ہوئے آجاتا ہے۔ اور گناہگاروں کی روح کو اندھیرے (یعنی دوزخ) کی طرف ہانک دیتا ہے۔ اور نیکوں کی روح سے وہ مقدس فرشتہ کوہ البرز پر ملتا ہے۔ اور وہاں سے وہ اُن کو اُس پل پر بچاتا ہے جہاں ارواح جمع ہوتی ہیں۔ (اس تضاد کا راقم ذمہ وار نہیں ہوسکتا)۔ پھر بہمن اپنے تخت پر سے اُٹھکر کہتا ہے کہ جہانِ فانی سے جہانِ باقی میں تمہارا آنا مبارک ہو۔ پھر نیکوں کی ارواح بہشتی خوشی ہرمزد کے پاس۔ پھر (وہاں سے) قدوسیوں کے گروہ میں۔ پھر (وہاں سے) تخت طلا پر پھر (وہاں سے) بہشت میں پہنچ جاتی ہیں[2]۔

جیساکہ تحریر بالا سے ظاہر ہے بہشت و دوزخ کا عقیدہ بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ زرتشت نے گاتھا میں اس کو بھی صاف کر دیا ہے ۔

ژند میں بہشت کو گرودیمانا کہا گیا ہے اور پہلوی میں گرودتومان جس کے معنی تسبیح خانہ کے ہیں۔ کیونکہ یہاں سبحان ملاء اعلےٰ التسبیح و تحمید یزدان کرتے ہیں۔ اور ہرمزد اور مقدسین یہیں رہتے ہیں۔ بہشت کا دوسرا نام اہووہشت بھی ہے جو تحریف و اختصار کے ساتھ بہشت بن کر اس وقت تک ارباب نظر کی آنکھوں کو طراوت پہنچاتا ہے ۔

---

[1] جس لفظ کا ہم نے نُنہ ترجمہ کیا ہے وہ فی الاصل گرہ (گانٹھ) کا مرادف ہے۔ [2] اضح ہو کہ کُتا۔ اور یہ جریب کیا زیست میں اور کیا بعد از موت آدمی کو ارواحِ خبیثہ سے پناہ میں رکھتا ہے چنانچہ حالت نزع میں مریض کے پاس کُتا لاکر باندھدیا جاتا ہے تاکہ اُسکی آخری آخری نظر اُس پر پڑے۔ اسیطرح وہ جریب بھی اکثر رسوم میں لازمی ہے۔ خود زرتشت نے (اہرمن پر اسی سے حملہ کیا تھا۔ [2] یہ حصہ اختصار کے ساتھ بادنیٰ تغیر ترجمہ کیا گیا ہے۔

دوزخ کا نام گاتھا میں دُردجو دیمانا یعنی مقام بربادی لیا گیا ہے۔ یہ بدکاروں شاعروں اور دیوپرستوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ یہ لفظ آیندہ دوزخ بن کر اپنی بھیانک صورت سے اب تک آدمیوں کو ڈرا رہا ہے۔

بہشت و دوزخ کے درمیان میں ایک مقام واقع ہے جس کو چنوت پل کہتے ہیں اس سے صرف نیکوں کی ارواح بآسانی گذر سکتی ہیں اور گنہگاروں کی روحیں یہیں سے دوزخ میں جا پڑتی ہیں۔

یہ سب عقاید قریباً بیکار ہوتے اگر قیامت کے بعد حساب وکتاب اور عذاب و ثواب آخری و مکمل کا امیدوار نہ کیا جاتا۔ یہ بھی وہ رکن ہے جس کا عقیدہ ہر یزدانی کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ ایک نیک شخص کے لئے کہا گیا ہے کہ "وہ اور اُس کے رفقا و مقلدین اُس روز اُٹھائے جائینگے تاکہ اُسکی زندگی کو ایسا جامۂ بقا پہنایا جائے کہ نہ وہ گھٹ سکے نہ خراب ہوسکے۔ نہ بدل سکے۔ ہمیشہ قایم رہے۔ ہمیشہ مضبوط رہے۔ (اور یہ اُس وقت ہوگا کہ) جب مردے پھر اُٹھینگے۔ اور نئی ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی پائینگے۔ اور بلاکسی ذریعہ خارجی کے اپنی زندگی قایم رکھ سکینگے۔ (وہ) عالم ہمیشہ ہمیشہ پاکیزگی کی حالت میں قایم رہیگا۔ اہرمن اُن تمام مقامات سے ہمیشہ کے لئے نکال دیا جائیگا جہاں سے وہ نیکوں پر حملہ کیا کرتا تھا۔ اور اُس کے تمام خبایث تباہ وبرباد کردئے جائینگے"۔

اوپر کے فقروں سے اس عقیدہ پر زیادہ روشنی پڑتی ہے۔ اگرچہ گاتھا میں اسکو صاف صاف نہیں بیان کیا گیا۔ البتہ جہاں دیوپرستی چھوڑنے۔ اور اُس کے مکافات۔ اور موحد بننے اور اُس کے حسنات کا تذکرہ ہے وہاں تلقین کی گئی ہے کہ تم کو نہ صرف موحد ہی بننا چاہئے۔ بلکہ ایسے اعمال کرنے چاہئیں کہ جو تمہاری آیندہ زندگی میں کام آئیں اور وہاں تمہیں مدد دیں۔ اس کے بعد تصانیف

مابعد میں اس امر پر اور بھی زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اور حقیقت میں یہ عقیدہ تھا بھی اسی قابل ×

غرض ارکانِ مذہبی یہ قرار پاتے ہیں۔ ہستی[1] واجب الوجود۔ اور توحید[2] کا قائل ہونا۔ زرتشت[3] کو پیغمبر برحق ماننا۔ آگ[4] کی تعظیم کرنی۔ جزا[5] و سزا و قیامت کا قائل ہونا۔ یہی تمامتر خلاصہ اور عطر ہے مذہب کا۔ باقی پیدائش کے وقت کچھ مراسم ادا کرنی اور کرانی۔ کستی باندھنی۔ نکاح کی پابندی۔ زنا۔ لواطت۔ چوری وغیرہ سے پرہیز۔ جانوران غیر آزار کو نہ ستانا۔ اور جانوران موذی کو مارنا وغیرہ وغیرہ۔ ایسی باتیں ہیں جو یا تو صرف مراسم ہیں جو پُرانے زمانے سے چلی آتی ہیں۔ اور مصلحتاً اُن کو قایم رکھا گیا ہے۔ یا آنکہ ایسی باتیں ہیں جو دُنیا کے ہر مذہب میں عام ہیں۔ اور امن کے قایم رکھنے کے واسطے ضروری ہیں۔ (ان کے چھوڑ دینے یا کرنے کے واسطے بھی اوروں کی طرح وعدہ و وعید ہیں)۔ اس خیال سے ہم ان سب کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اگرچہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ باتیں بیان کرنی بھی خالی از دلچسپی نہ ہوتیں ×

اب ہم مذہبی کتابوں[1] کا ذکر کر کے ان اجزا کو ختم کئے دیتے ہیں ×

مذہبی کتابوں کی ذیل میں ہم صرف اُن کتابوں سے بحث کرینگے جنکو زرتشت اور مقلدین زرتشت نے منزل من اللہ قرار دیا ہے۔ اور چونکہ اُن کتابوں کے متعلق بھی ویسی ہی مختلف شکوک و روایات اور لایعنی باتیں مشہور ہیں جیسی خود وخشور زرتشت کی نسبت لہٰذا ہم اس خصوص میں کسی قدر تفصیل سے کام لینگے۔

---

[1] فی الاصل اس کے لئے صیغۂ جمع استعمال کرنا کسی قدر غلط ہے۔ کیونکہ صرف اوستا ہی کو مذہبی کتاب کی حیثیت حاصل ہے اور ہم بھی صرف اُسی کو اس بحث میں زیرِ نظر رکھنا چاہتے ہیں۔ مگر چونکہ اوستا کے اکیس[21] حصے تھے اور ہر حصہ بجائے خود الگ الگ فن پر مشتمل تھا۔ اسلئے ہم نے اپنے نزدیک صیغۂ جمع استعمال کرنا

اگرچہ اس کا افسوس ہے کہ خوف طوالت سے ہم اُن کتابوں کے بعض بعض دلچسپ اور ضروری حصص کا اقتباس نہ کر سکینگے ؛

واضح ہو کہ یہ مذہبی کتابیں اکثراً تو ژند زبان میں ہیں۔ اور باقی باستثناء چند کے۔ جو فارسی میں ہیں۔ پہلوی زبان میں ہیں۔ ایرانی زبانوں پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آریوں کے نقل وطن کے بعد ایران میں سنسکرت ہی کی اولاد سے ایک نئی زبان پیدا ہو گئی جس کو ژند کہا جاتا ہے۔ اگرچہ اس میں کلام ہو سکتا ہے کہ آیا سنسکرت ژند کی اولاد ہے یا ژند سنسکرت کی۔ لیکن غالب آرا نے شق ثانیہ کو اختیار کیا ہے۔ بہرحال اکثر الفاظ اور مشتقات ایک دوسرے میں مشترک پائے جاتے ہیں[1] ؛

غرض جیسے سنسکرت نے پردیس میں نشو ونما پا کر چولے بدلے اسی طرح وطن میں ژند نے تبدیل وضع کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو ماجائی بہنیں صورت و سیرت میں اتنی مغایر ہو گئیں کہ ایک دوسری کو پہچان بھی نہیں سکتیں۔ اور یہ سب اثر تمادی ایام اور بیرونی تعلقات کا ہے کہ دونوں پر یکساں ہوا ؛

اس مختصر تقریر سے معلوم ہوگا کہ ایرانِ قدیم کی اصل زبان ژند ہے اور باقی زبانیں اُس کی اولاد ہیں جنھوں نے نئی وضعیں اختیار کیں۔ جیسے پہلوی و دری۔ یا آنکہ دوسروں کی گودوں میں پل کر نیا لباس پہن لیا۔ جیسے سعدی و حافظ

---

[1] یہاں ہم پھر یہ جتائے دیتے ہیں کہ زبان کے ساتھ ہی ایرانی خیالات و معتقدات بھی آریہ اپنے ہمراہ لائے جو من وعن اب تک ہندوؤں میں موجود ہیں۔ وہاں زرتشت نے چونکہ ایران کا کایا پلٹ کر دیا اس لئے ایرانیوں میں وہ خصوصیت باقی نہیں رہی۔ اور یہاں اُسی پرانی لکیر کے فقیر رہے اسی وجہ سے زرتشت نے ہندوستان کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ اور اُس کو بُت پرست سمجھ کر بعض وعید قایم کئے ہیں۔ یہ بحث بجاے خود نہایت دلچسپ ہے۔ مگر راقم اسکو کسی دوسرے باہمت کے واسطے اچھوتا چھوڑتا ہے ؛

کی فارسی - یا موجودہ زمانہ کی مروجہ فارسی ؎

یہ بھی سمجھ لینا چاہئیے کہ یہاں ایرانِ قدیم سے اضلاع مشرقی مراد ہیں یہیں کی زبان مستند مانی جاتی تھی - اور اسی حصہ کو وہ رتبہ حاصل تھا جو دہلی اور نواح دہلی (کہ رحمت براں خاک باد) کو اُردو کے لئے حاصل ہے - یوں ہونے کو مغربی ایران میں ہندوستان کی بلوچی اور ملتانی کی طرح اور زبان مروج تھی - غرض چونکہ اسی حصہ کو شت و خشور زرتشت کے وطن ہونے کا فخر ملا اس لئے اکثر کتب مذہبی اور بالخصوص گاتھا اسی زبان میں ہیں - اگر تدبر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبان نہایت اعلےٰ درجہ کی مہذب اور مکمل زبان تھی - الفاظ اسم و فعل و حرف و صفت اس میں بہت زیادہ ہیں - اور اس خصوص میں اسکو سنسکرت سے بہت کچھ مشابہت ہے - بلکہ افعال اس میں غالباً سنسکرت سے بھی زیادہ پائے جائینگے - اس زبان میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ مرکب الفاظ بہت زیادہ ملتے ہیں حتےٰ کہ اکثر فقرے کے فقرے مرکب ہیں - اور اس خوبصورتی سے انکو ترکیب دیا گیا ہے کہ آدمی اُن کو بآسانی پہچان سکتا اور معنی کر سکتا ہے - ادنےٰ غور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبان اگر سنسکرت کی ماں نہیں تو سگی بہن تو ضرور ہے - لیکن افسوس ہے کہ بیچاری نے عمر کچھ بھی نہ پائی اور پانچویں صدی قبل از مسیح سے ہی اس میں ایسا گھن لگنا شروع ہوا کہ دو چار صدیوں ہی میں یہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھی - اس کی وجہ صرف یہی خیال میں آتی ہے کہ اس کی صرف و نحو مدوّن نہیں ہوئی - چاہیئے تھا کہ مذہبی زبان ہونے کی وجہ سے اسکو کچھ قیام ہو جاتا - ان لوگوں نے صرف اتنا تو ضرور کیا کہ اُن کتابوں کو حفظ کر لیا - مگر اس طرح کہ معنی و مطلب سے کچھ سروکار نہ رکھا - بعض نے جو بہت احسان کیا تو اس کو کاغذ تک پہنچا دیا - مگر تصحیح و تغلیط کی پروا تک نہ کی اور حق یہ ہے

کہ قواعد نہ ہونے کی وجہ سے کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ بس پھر کیا تھا غلطیوں کی بھرمار ہوگئی۔ حتیٰ کہ اس قابل بھی نہ رہی کہ کوئی اُس کو بآسانی پڑھ بھی سکتا۔ (ہم کو موبد و کہبد و دستوروں سے جہاں اور شکایتیں ہیں وہاں سب سے بڑی شکایت یہ بھی ہے) ؛

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے مغربی ایران کی زبان علیحدہ تھی۔ لیکن اس میں کچھ ایسا انقلاب ہوا کہ زمانہ قدیم کی زبان کو زمانۂ وسطےٰ سے اور اُس کو زمانۂ آخر سے بہت ہی کم تعلق رہا۔ ایک ماں کی بیٹیاں اور انہیں اتنا حجاب تعجب انگیز ہے۔ سغدی۔ زابلی سکسی۔ ہروی زبانوں نے اسی زمین کا دودھ پیا۔ اور ان سب سے ایک نئی زبان پیدا ہوگئی جو پارسی کہلائی۔ اس کا قبضہ بیشتر پایۂ تخت یعنی اصطخر پر ہی محدود رہا۔ مفصلات میں پہلوی نے قبضہ کیا۔ اور آخر اس نے اور زبانوں کو جو طوائف الملوکی کی حیثیت رکھتی تھیں شکست دی اور خود بلا مشارکت غیرے قابض ہو بیٹھی ؛

جیسا کہ ایسے موقعوں پر ہوا کرتا ہے پہلوی خالص ایرانی زبان نہیں تھی۔ بلکہ اس میں کلدانی زبان نے اس قدر دخل پا رکھا تھا کہ جتنا فارسی اور ہندی نے اردو میں کہ ایک دوسرے کو جدا کرنا ناممکن ہوگیا حتیٰ کہ جب تک آدمی کلدانی اچھی طرح نہ جانے پہلوی پوری طرح بول اور پڑھ بھی تو نہیں سکتا۔ بیشتر مذہبی کتابیں اسی زبان میں لکھی گئیں۔ اور چونکہ ساسانی بادشاہوں نے اسکی پرورش اور رکھ رکھاؤ اپنے ہاتھ میں لیا اور صرف و نحو وغیرہ کی تدوین کرائی اس لئے اسکو صدیوں کی زندگی مل گئی۔ آخر اس کو آ کر نکالا تو فاتحان عرب نے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ نکالا تو کیا اس میں عربی ملا کر نیا زیور پہنا دیا۔ لیکن خط و خال میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور رنگ تو وہ کا وہ ہی رہا۔ چنانچہ اکثر افعال اب تک وہی پہلوی

کے موجود ہیں۔ جس زمانہ میں کہ پہلوی صرف کتابی زبان رہ گئی تھی۔ اور ایرانیوں کی زبان میں دوسری زبانوں کے الفاظ شامل ہونے لگے تھے تو ذی علم لوگوں کو اس کا فکر پیدا ہوا اور اُنہوں نے کوشش کرنی شروع کی کہ اگر ہو سکے تو غیر الفاظ کو اس میں نہ آنے دیں۔ مگر زمانے نے کامیابی نہ ہونے دی۔ لاچار انہوں نے ایک نیا ڈھنگ ڈالا اور ژند کی شرح خاص ایرانی الاصل الفاظ میں لکھنی شروع کی۔ اس نے ایک نئی زبان پیدا کردی۔ جو پاژند کہلاتی ہے۔ اس میں ابجد کی صورت وہی پہلوی کی قایم رکھی گئی اور صوت میں بھی اکثر ژند ہی سے مدد لی گئی۔ پاژند کے اصل معنی ہیں۔ ژند (کتاب) کی شرح۔ مگر چونکہ ایک زبان ہی نئی پیدا ہو گئی تھی۔ لہذا اس کا اطلاق اُسی خاص زبان پر ہوتا ہے۔ یہ کہنے کی شاید ضرورت نہیں ہے کہ چونکہ اُس میں تمام وکمال ایرانی ہی زبان ہے اور اکثر غیر مانوس الفاظ سے مشتمل ہے۔ اس واسطے اُس زمانہ میں بھی مشکل ہی سمجھی جاتی تھی۔ آج کل کا تو کیا ذکر ہے *

ہمکو اس خصوص میں وضاحت کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی تاکہ اُن حاطب اللیل لوگوں کی (جن میں ایک میم صاحبہ بھی شامل ہیں!) تردید کردیں جو ژند و گاتھا کی زبان کو زرتشت کی "ایجاد بندہ" بتلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اُنہوں نے خود ایک زبان گھڑی اور اُس کو الہامی بتلا کر گشتاسپ کو اپنے پھندے میں پھنسایا تھا *

اس مختصر کے بعد اب ہم اصل کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ غالباً ہر پڑھا لکھا یہ جانتا ہوگا کہ پارسیوں کی مذہبی کتابوں کا نام ژند و اَوِستا ہے۔ لیکن اُس کی ترتیب فی الاصل مقلوب ہونی چاہیئے۔ (یعنی اَوِستا و ژند) کیونکہ ترتیب زمانی اسی کی مقتضی ہے۔ اگرچہ زمانہ موجودہ کے پارسیوں کا خیال

ہے کہ اَوَسْتا اصل کتاب کا نام ہے اور ژند اُس کی شرح ہے لیکن (ملحوظی ادب علماء پارسی) بوجوہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ خیال غلطی پر مبنی ہے۔ البتہ یہ بوثوق کہہ سکتے ہیں کہ اصل کتاب اوستا ہی تھی۔ مرور زمانہ سے لوگ اُس سے اس قدر ناواقف ہو گئے تھے کہ اُس زمانہ کے علما نے اُس کو ایک نیا لباس پہنایا۔ اور ژند اُس کا نام رکھا ۔

قدیمی مؤرخین متفق اللفظ ہیں کہ پارسیوں کی مذہبی کتابیں بہت ہی ضخیم تھیں۔ چنانچہ ہرمیپس یونانی کہتا ہے کہ زرتشت نے بیس لاکھ شعر (!) لکھے ہیں۔ اور ابو جعفر ایک عربی مورخ لکھتا ہے کہ زرتشت کی تصانیف بارہ ہزار بیلوں کی کھالوں پر لکھی جاسکتی تھیں مصنف سے بھی اگر قطع نظر کیجائے تو بادی النظر میں یہ اقوال مبالغہ پر مبنی معلوم ہونگے۔ اگرچہ پارسی اس استحالہ کو یہ کہہ کر بآسانی رفع کر دینگے کہ خدا کے کاموں اور اُس کی قدرتوں میں اس سے بھی زیادہ وسعت ہے۔ مگر زمانہ موجودہ کے لوگ اس کو کب صحیح ماننے لگے تھے۔ ولیکن اُن کو اتنا ضرور سمجھ لینا چاہیئے کہ جب ان تصانیف میں علم کی کوئی شاخ ایسی باقی نہ تھی جس پر یہ کتابیں حاوی نہ ہوں تو اس صورت میں انکو جتنا ضخیم سمجھ لیا جائے تھوڑا ہے۔ اب باقی رہ گیا یہ امر کہ آیا یہ سب زرتشت ہی کی تصنیف تھیں یا نہیں؟ یورپین مصنفین کو اس سے انکار ہے اور وہ اتنے بڑے کام کو ایک آدمی کے ان کا نہ سمجھ کر ان تمام کتابوں کو مختلف لوگوں کی تصنیف بتلاتے ہیں۔ راقم کو اُن کی اس رائے سے اتفاق نہیں۔ اور نہ لا دلغم کے لئے کوئی دلیل شافی دیکھتا ہے ۔

بہرحال موجودہ کتاب ایک چھوٹی سی کتاب ہے۔ باقی بیشتر تو سکندر اعظم کی فتوحات کے وقت جلا ڈالی گئیں۔ اور اکثر مسلمانوں کی فتوحات کے رستخیز

ہیں ضائع ہوگئیں۔ اور بعض بعض حصص تو نہ معلوم کس طرح سکندر اعظم کے حملے سے پہلے ہی ضائع ہو چکے تھے۔ لیکن اُن تمام کے نسکوں (یا حصوں) کے نام اب تک محفوظ ہیں۔ وہ تعداد میں اکیس ہیں۔ ان کے نام اور مضامین کی تفصیل ذیل کے جدول میں کی جاتی ہے :-

[illegible]	نام نسک	[illegible]	مضامین مندرجہ
۱	ستوویشت	۳۳	مناقب فرشتگان مقرب
۲	ستودگار	۲۲	ادعیہ۔ حسنات کی فضیلت۔ سلوک باہمی۔ ایک دوسرے کی مدد کرنے کی تاکیدیں۔
۳	وہشتا ماتھرا	۲۲	مشتمل بر اصول مذہب۔ توصیف زرتشت۔ ہدایات تقوےٰ و طہارت۔
۴	بگھ	۲۱	فرایض مذہبی۔ احکام الٰہی۔ دوزخ سے بچنے اور بہشت حاصل کرنے کی تدابیر۔
۵	دام دات	۲۲	دُنیا و عقبےٰ کا حال۔ ہر دو جہان کے رہنے والوں کا ذکر۔ الہامات متعلقۂ آسمان۔ زمین۔ پانی۔ درخت۔ آگ۔ انسان اور حیوانوں کے۔ قیام قیامت اور حساب وکتاب۔ چینوت پل پر سے گزرنے کا حال۔
۶	نادر	۳۵	علم ہیئت[1]۔ نجوم۔ جغرافیہ۔
۷	پچم	۲۲	ماکولات ومشروبات حلال وحرام۔ گہن بار[2] اور فروردگان کی

[1] اس کتاب کا ترجمہ عربی میں بھی ہو چکا ہے۔

[2] دونوں تہوار ہیں۔ پہلا پیدایش عالم کی یادگار میں۔ دوسرا ہر سال کے شروع و آخر کے پانچ دن جن میں کہا جاتا ہے کہ مردوں کی ارواح اپنے اپنے گھر میں آتی ہیں۔

نمبرشمار	نام نسک	تعداد ابواب	مضامین مندرجہ
			پابندی کے ثواب -
۸	رُتشتائی	۵۰	اعیان دُنیا - مثلاً سلاطین - موبد - کہبد وغیرہ کے متعلق بیانات تھے - نیز جانوران دریائی کا ذکر تھا کہ اُن میں سے کون ہرمزد کے ہیں اور کون سے اہرمن کے - (سکندر اعظم کے زمانے میں اس کے ۱۳ ہی ابواب موجود تھے) ؛
۹	بُروش	۶۰	سلاطین وحکام وعمال کا ہدایت نامہ - مختلف صنعتوں کا تذکرہ - جھوٹ بولنے کے وعید - (سکندر اعظم کے وقت میں اس کے صرف ۱۳ ابواب موجود تھے) ؛
۱۰	کوشسرُوب	۶۰	علم طبیعات والٰہیات وغیرہ - (سکندر اعظم کے وقت میں صرف ۱۵ باب ہی موجود تھے) ؛
۱۱	گشتاسپ نسک	۶۰	شاہ گشتاسپ کی سلطنت - اُس کا یہ دین اختیار کرنا اور دُنیا میں اُس کی اشاعت کی کوشش کرنے کے حالات - (سکندر اعظم کے وقت میں اس کے ۱۰ ہی باب تھے) ؛
۱۲	چِدرُشت	۲۲	چھ حصوں میں منقسم تھی - حصۂ اول میں وحدت وجود - ارکان مذہب زرتشت اور شریعت زرتشت تھی - دوم میں رعایا کے فرائض اور اپنے بادشاہ کی نمکحلالی وخیر خواہی کی فضیلت تھی - سوم میں نیکیوں کی جزا اور دوزخ سے بچنے کا بیان تھا - چہارم میں بناء عالم علم زراعت - علم کیمیا - اور علم نباتات وغیرہ کا تذکرہ تھا

نمبر شمار	نام نسک	تعداد ابواب	مضامین مندرجہ
			پنجم میں دُنیا کے اہل حرفہ یعنی حکام۔ سپاہی۔ زراعت پیشہ اور عام پیشہ وروں کا ذکر تھا۔
۱۳	سفند	۶۰	اُن معجزات کا ذکر تھا جو زرتشت سے ظہور میں آئے۔
۱۴	جرشت	۲۲	انسان کی زندگی۔ پیدائش سے لیکر روزِ رستخیز تک کے حالات تھے۔ انسان کی پیدائش اور اُسکے وجوہ۔ بعض دولت مند اور بعض مفلس کیوں ہوتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ ان مضامین پر فلسفیانہ بحث تھی۔
۱۵	بغن یشت	۱۷	مقدس آدمیوں کی توصیف۔
۱۶	نیارم	۵۴	حلال وحرام میں۔
۱۷	ہوس پروم	۵۴	طب۔ ہیئت وغیرہ میں۔
۱۸	دوسروب	۶۵	قریب رشتہ داروں میں نکاح کی ترغیب۔ حیوانوں کا ذکر اُن کی پرورش اور علاجوں کے ذکروں میں۔
۱۹	ہوسکروم	۵۲	دیوانی و فوجداری احکام۔ حدود مملکت۔ قیامت کے ذکر میں۔
۲۰	وندیداد	۲۲	ہر قسم کی ناپاکیوں اور اُن کے رفع کرنے کے احکام۔ اور اُن سے جو جو خرابیاں دُنیا میں پیدا ہوتی ہیں اُن کا تذکرہ ہے۔
۲۱	ہدوخت	۳۰	کائنات اور عجائبات عالم میں۔

متذکرہ بالا اکیس نسکوں میں سے اس وقت صرف ایک وندیداد تو موجود

ہے باقی تمام ضائع ہوچکی ہیں۔ البتہ کسی کسی کے کچھ حصے ملتے ہیں۔ فی زمانہ پارسیوں کے یہاں وندیداد کے سوا دو ایک کتابیں اور متداول ہیں جن کو وہ اوستا کا حصہ بتلاتے ہیں۔ لیکن فہرست بالا میں اُن کا نام نہیں آیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ اُن کتابوں میں سے کسی کے حصے ہوں جو اوپر لکھی جاچکی ہیں۔ یہ کتابیں (یا حصص) یسنا۔ وسپرو ہیں۔ یا مختلف دُعائیں۔ غالب قیاس یہ ہے کہ یہ دعائیں نسک اول و پانزدہم کے باقیات ہیں۔ باقی رہے یسنا اور وسپرو ان کی نسبت کوئی قابلِ اطمینان رائے نہیں لگ سکتی کہ آیا یہ اُن اکیسوں نسک میں شامل ہیں یا نہیں۔ اگر اُن کو بغور دیکھا جائے تو یہ بالکل جداگانہ کتابیں معلوم ہوتی ہیں۔ موجودہ زمانے میں یہ نہایت معتبر سمجھی جاتی ہیں اور اس کو اور کتابوں کے مقابلہ میں اُسی مرتبہ کا سمجھا جاتا ہے کہ جیسا کہ ہندو پران اور شاستروں کے مقابلے میں وید کو مانتے ہیں۔ چنانچہ وندادمیں اس کے اکثر حصوں کو نہایت مقدس اور بابرکت سمجھکر نقل کیا گیا ہے +

بہرحال اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ کتاب ایرانِ قدیم کی وسیع سلطنت کا دستورالعمل تھا اور اس میں نہ صرف شرائع و احکام مذہبی ہی تھے۔ بلکہ جملہ قوانین دیوانی و فوجداری و مال پر بھی یہی کتاب حاوی سمجھی جاتی تھی۔ اور اس سے بھی بڑھ کر طب و ہیئت و کیمیا [illegible] اور فلسفہ بھی مکمل موجود تھا +

سکندر اعظم کے وقت میں گو یہ کتاب [illegible] محفوظ نہ ہو۔ لیکن اس کے مضامین کی مکمل فہرست اُس کے وقت تک موجود تھی۔ چنانچہ حکیم ہرمیپس یونانی نے ان فہرستوں کو دیکھا ہے۔ اور اُن سے مستفید ہوا ہے +

جیساکہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں یورپین مصنفین کو اس میں کلام ہے کہ آیا

اوستا ایک ہی شخص کی تصنیف ہے یا مختلف دماغوں نے اس کی تکمیل کا شرف حاصل کیا ہے۔ ان لوگوں میں سے اکثر اہل الرّائے کا قول ہے کہ اکیلے زرتشت ہی اتنی بڑی کتاب کے مصنف نہیں ہو سکتے۔ بلکہ زمانہ مابعد تک یہ تصانیف جاری رہیں اور یہ مجموعہ اوستا کے نام سے موسوم ہوا۔ دلیل میں وہ صرف اس امر کو پیش کر سکتے ہیں کہ ایسی مہتم بالشان اور ضخیم کتاب صرف ایک آدمی نہیں لکھ سکتا۔ اگرچہ پارسی اس کتاب کو الہامی بتلا کر اپنا چھٹکارا کر لینگے۔ مگر راقم کو ایک قوم مترجم سے جن میں سے ایک نے مدت العمر میں زور شور کی صرف ایک نظم لکھکر نام پیدا کر لیا۔ اور قوم بھر کو نہ صرف وجد میں لے آیا بلکہ اُن کے لئے مایۂ فخر و ناز بنا گیا یہ خیال کچھ بھی بعید نہیں معلوم ہوتا۔ ورنہ اسی ایشیا کی مردم خیز زمین نے وہ لوگ پیدا کئے اور مار دئے ہیں جن کے کارنامے تو ایک طرف تصانیف ہی کو بحساب اوسط اُن کی عمر پر پھیلا کر دیکھا جائے تو حیرت ہوتی ہے *

عجب نیست از خاک اگر گل شگفت　　　که چندیں گل اندام در خاک خفت

اس میں شک نہیں پارسیوں نے تصنیف و تالیف میں چند صدیوں میں وہ ترقی کی تھی کہ یہودیوں کو یہ بات میسر نہیں ہوئی *

٭

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم
چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

گو راقم متہم کیا جائے مگر اس مضمون کو بے اختیار چند کلمات پر ختم کرتا ہے نکتہ چین حضرات خواہ اس کو جبر کہیں یا اختیار قرار دیں لیکن ؎

گر بچشم عاشقاں بینی جمال خویشتن　　　ہچو من آشفتہ گردی در جمالِ خویشتن

دُنیا دیکھ ڈالی۔ اور اہل دُنیا پر نظر ڈال دیکھی مگر مجبوری ہے کہ ایک آفتاب عالمتاب کا پرتوہ پڑنے سے راقم کی آنکھوں کا وہ دماغ بگڑا ہے کہ اُس کو ہر چراغ کی روشنی ماند ہی معلوم ہوتی ہے ؏

وصلے اللہ علےٰ نورِ کزو شد نورہا پیدا

اُس کے کانوں میں حسبنا کتاب اللہ کا طنطنہ کچھ ایسا گونج رہا ہے کہ اور ادّعائی کتابوں کا شور وشین اُس کے مقابلہ میں طنین مگس کی بھی حقیقت نہیں رکھتا ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانہ چند ملت بشست

سائکالوجی یا علم النفس کے جاننے والے اس امر سے واقف ہیں کہ انسانی دماغ کے افعال کی تکمیل کے مختلف درجے ہیں۔ سب سے پہلا درجہ حواس کا ہے۔ نتائج حِسّی صرف موجودگیِ اشیا کا علم پیدا کرتے ہیں لیکن اشیا کی صفات کا علم پیدا نہیں کرتے۔ یہ درجہ ایام طفولیت کے آغاز کا ہے۔ دوسرا درجہ ہے ادراکِ اشیا کا۔ جس میں علاوہ نتائج حِسّی کے اشیا کی صفات کا علم بھی حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اشیا کا وجود اور اُن کی صفات ایسے راسخ طور پر وابستہ ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کے بغیر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ تیسرا درجہ ادراک کامل کا ہے۔ اور اس میں دماغ انسانی صفات اشیا کے علم پر ایسا حاوی ہوتا ہے کہ اشیا کے وجود سے آزاد ہوتا ہے۔ جس طرح تکمیل دماغ کے یہ تین درجے ہیں اسی طرح تکمیل ادراک مذہب کے بھی تین ہی درجے ہیں پہلا درجہ تو وہ ہے کہ جس میں مادّی اشیا کو بوجہ اُن کے عجیب یا عظیم ہونے کے انسان اپنا معبود قرار دیتا ہے اور خواہ کتنی ہی کوشش کی جائے صفات کا

علم اُن کے ذہن نشین نہیں ہو سکتا۔ یہ درجہ ہے بُت پرستوں۔ آدم پرستوں آتش پرستوں۔ شجر پرستوں۔ حیوان پرستوں وغیرہ کا۔ دوسرا درجہ جس میں صفات ربانی کا علم قیاسی طور پر ہوتا ہے۔ لیکن اس کا عمل مفقود ہوتا ہے۔ جیسی کہ حالت تھی حضرت موسےٰ علیہ السلام کے قوم کی کہ جیسے ہی حضرت موسےٰ کوہ طور پر احکام توریت لینے گئے۔ بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی شروع کردی تیسری حالت ہے اُس درجۂ یقین ذات و صفات الٰہی کی جس میں شک و گمان کی مطلق گنجایش نہیں رہتی۔ اور یہ درجہ ہے دین اسلام کا۔ علے صاحبہا التحیۃ والسلام۔ ؎

بغفلت عمر شد حافظ بیا با ما بمیخانہ
کہ شنگولان سرمستت بیاموزند کارے خوش

تمہید

ہوزامیم فہ مزدان ہزہزماس وزمابس ہرشیوہر دیور

پناہیم بیزدان ازمنش وخوے بدوزشت گمراہ کنندہ براہ ناخوب برندہ رنج دہندہ آزار رسانندہ

انبیائے بنی اسرائیل سے قطع نظر کر لی جائے اور ہندوستان کے مجدّد بُدّھ - چین کے ریفارمر کنفوشس - یونان کے خرد آموز سقراط - اور ایران کے عقلِ اوّل زرتشت کو فکرِ سلیم ایک مقام پر جمع کرکے ہر ایک کی عظمت - اقتدار اور وجاہت کے لحاظ سے اُن کے درجات مقرر کرے تو عجب نہیں کہ مؤخّر الذّکر بزرگ کو صدر میں جگہ دینی پڑیگی ؛

ہندوستان اور ایران میں تو ایک موروثی تعلّق ہے - اور ایک دادا کی اولاد ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے خیالات ایک حد تک ملنے کچھ بعید نہیں ہیں - لیکن تعجب تو یہ ہے کہ یہود کے اکثر معتقدات پر بھی زرتشتی رنگ چڑھا معلوم ہوتا ہے - اب خواہ اس کو بموقعہ قید بابل ایک دوسرے کے تبادلۂ خیالات کا نتیجہ سمجھ لیا جائے یا کسی اور صورت پر محمول کر لیا جائے - لیکن اس سے

انکار کی گنجائش ذرا کم ہی معلوم ہوگی۔ بہر حال یہ موقع اس بحث کا نہیں ہے۔ بالفعل ہم اُن ہی جدّی تعلقات کے لحاظ سے ہندوستانی مجدد بُدّھ کا معانی آذرین زرتشت سے مقابلہ کرتے ہیں ٭

دونوں حکیم یہ جانچ چکے تھے کہ اُن کے اہل ملک میں مادہ ردّیہ بہت بڑھا ہوا ہے۔ اور بلا تنقیہ کامل اس کا دفعیہ ناممکن محض ہے۔ لہذا دونوں تقندے اُن کو قعر معائب سے نکال کر اوج محاسن تک پہنچانے پر مائل ہوئے۔ کوئی دوسرا ہوتا تو اس طوفان بے تمیزی پر خیال کر کے مایوس ہو بیٹھتا۔ مگر اولوالعزمی نے نا امید نہ ہونے دیا۔ دونوں نے اپنی اپنی جگہ غور کیا اور نتیجہ نکالا کہ تمام بیرونی بُرائیاں اندرونی بگاڑ کا نتیجہ ہے لامحالہ ان کو اہل ملک کی شائستگی ارواح پر توجہ کرنی پڑی۔ اور اسی فعل نے ان کو استقلال و اصابت کی سرکار سے بانیانِ مذہب کا خطاب دلوایا۔ یہاں تک تو مقصود اصلی اور نصب العین دونوں کا ایک ہی ہے۔ لیکن ہندوستان اور ایران کے اختلاف طبائع و مراسم و آب و ہوا کی وجہ سے دونوں نے جداگانہ تدابیر اختیار کیں۔ ایک نے اپنے ملک کے لئے علاج بالمثل تجویز کیا۔ اور دوسرے نے بالضد۔ ایک نے فلسفہ جزو اعظم قرار دیا اور دوسرے نے الہام۔ ایک جیوہتیا کو بڑے سے بڑا گناہ سمجھتا ہے تو دوسرا اپنے مقصد پر انسان کا بھینٹ چڑھا دینا جائز رکھتا ہے۔ ایک ترک دُنیا اور عزلت نشینی کی تعلیم دیتا ہے تو دوسرا دل بیار و دست بکار کا سبق سکھلاتا ہے۔ ہندوستان کے شاہزادہ فاضل بُدّھ کے نزدیک انسان کی حالت کچھ ایسی سقیم ہے کہ اُس کو ایک لامحدود زمانہ تک اپنے اعمال کی جزا و سزا میں مختلف صورتیں اختیار کرنا پڑینگی۔ یہاں تک کہ وہ نروان (حقیقی نجات) تک پہنچ جائے۔ مگر نروان حاصل ہونا اگر ناممکن نہیں تو سخت دشوار تو

ضرور ہے۔ایران کا حامی کامل زرتشت اگرچہ نسل انسان کے ایک دشمن
کی وجہ سے اعمال صالحہ کی طرف سے مخدوش تو ضرور ہے۔مگر مایوس نہیں۔اگر
آدمی کو منہیات پر جسارت نہ ہو اور اوامر کو بجالاے تو نجات ابدی کچھ بھی مشکل
نہیں سمجھتا۔بحیثیت مجموعی دیکھا جاے تو بدھ نے اپنے مذہب کا دائرہ اسقدر
وسیع کیا ہے کہ ہر بنی آدم اُس میں داخل و شامل ہوسکتا ہے۔اور زرتشت
نے کچھ ایسا محدود کہ صرف اولاد کیومرث اُس میں آسکتے ہیں۔یہی وجہ ہے
کہ بدھ کے جھنڈے تلے کروڑوں کا جماؤ ہے اور سیکڑوں اور آتے جاتے ہیں
اور زرتشت کے دیوانخانہ میں کم و بیش ایک لاکھ کی صورتیں نظر آتی ہیں باقیوں
کے لئے دروازہ بند کردیا گیا ہے۔حیرت ہوگی کہ باوصفیکہ دونوں کی منزل مقصود
ایک ہے پھر ایسی مختلف اور متضاد شاہراہیں کیوں اختیار کی گئیں۔وجہ وہی
خصایص قومی اور واقعات ملکی ہیں کہ جس نے ایک کو ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں
بھیجا اور دوسرے کو ہفتخوان کے راستے ڈالا۔تعجب تو یہ ہے کہ باوجود اس تضاد
کے دونوں نے ایک عرصہ آسایش کے مینوسواد باغوں کی سیر کی ہے اور
اطمینان کے خوشگوار نسیم کا لطف اُٹھایا ہے۔لیکن جیسے جیسے آگے بڑھتے
گئے دُنیوی حادثات نے اکثر رکاوٹیں ڈالیں اور تغیرات نے مُنہ پھیر پھیر دئے
غربت کے سراب اور بے کسی کی بھول بھلیاں میں اکثر پھنسے۔اور نکلے غرض
اسی کو غنیمت سمجھنا چاہئے کہ چلے جارہے ہیں۔منزل پر پہنچ رہنا ایک امر آخر ہے
بدھ اور زرتشت کا یہ مختصر مقابلہ شاید آدمی کو ان دونوں عظیم الشان
بانیانِ مذہب کے حالات کی طرف مائل کرنے کے لئے کافی ہوگا۔خوش قسمتی
سے یا یوں کہو کہ "ایں ہمہ می کند کہ رہاند غریب را" کی برکت سے دُنیا آج بدھ کی
طرف زیادہ مائل نظر آتی ہے۔کوئی اُس کے لئے موشگافیاں کرتا ہے اور

کوئی زمین شگافیاں۔ کوئی قیاسی گھوڑے دوڑاتا ہے اور کوئی واقعات مسلّمہ کی سپر سے غیر مستند و غیر متعلق حملوں کو روکتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے کوئی بھی زرتشت جیسے اولوالعزم پاک نیت فرشتہ خصلت سہیم المثال انسان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان اوراق میں ہم ممدوح کی تصویر کھینچنے اور اُن کے خط و خال پر ایک، اجمالی نظر ڈالنے کا قصد کرتے ہیں۔ تفصیل کا دعوے نہ کرنے کی وجہ ہے کچھ تو زمانہ کی معمولی بے پروائی۔ اور کچھ خود پیروان ممدوح کا بخل۔ بہرحال جو کچھ مسالا بہم پہنچ سکا ہے اُسی پر بھروسہ ہے اور پُرانی روایتوں پر انحصار ہ

زمانہ اور اہل زمانہ کی بیدردی اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ زرتشت جیسے اولوالعزم شخص کے وجود ہی پر مٹی ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ یہ آندھی باد فرنگ ہے کہ یورپ سے اُٹھی۔ مگر شکر ہے کہ وہیں خاک اُڑا کر فرو بھی ہوگئی۔ چنانچہ ایک محقق مسٹر ڈارمیسٹیٹر نامی نے ممدوح کے وجود ہی سے انکار کیا ہے۔ اُن کے نزدیک زرتشت ایک فرضی شخص ہے۔ جسکی نسبت ہندوستان اور یونان کے دیوتاؤں کی طرح زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہیولاء انسانی رکھتا تھا اور طوفان باد و باراں کا موکل تھا۔ برق اُس کی رفتار تھی۔ اور رعد اُس کی آواز۔ اہرمن کو مارنے زمین پر اُترا اور پھر آسمان پر چڑھ گیا۔ فقط۔ غنیمت سمجھنا چاہئے کہ ان ہی حضرت نے چند روز بعد اپنی اس حرکت طفلانہ کی تردید کی۔ اور اگر نہ بھی کرتے تو ہمیں چنداں شکایت کا محل نہ تھا کیونکہ وہ اُن لوگوں کے صحبت یافتہ ہیں جنکے اجداد نے مسیح علیہ السلام کے پیرو ہوکر خود اُن ہی کے وجود کا انکار کردیا۔ ایک غیر متعلق شخص زرتشت جیسے سے انکار کردینے میں اُن کو کون امر مانع آسکتا ہے ہ

بہرحال پہلے ہی قدم پر دقت پڑتی ہے ممدوح کے متحقق کرنے میں اس

خصوص میں یہاں بحث کرنی چنداں ضروری نہیں معلوم ہوتی کیونکہ یہ اوراق ہی اس دعوے کی تردید کامل کر دینگے۔ بالفعل صرف یہ کہ دینا اور یہ مان کر چلنا کافی ہوگا کہ زرتشت کے وجود سے انکار نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اُن فاضل محققین کی تردید کرنی کچھ آسان کام نہیں ہے جنہوں نے سخت کند و کاوی کرکے گویا ممدوح کا بُت ہمارے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ آدمی اُس کے خط و خال سے بڑے بڑے نتائج اخذ کرسکتا ہے ٭

اس میں کلام نہیں ہوسکتا کہ ایسے لوگوں کی سوانح عمری میں کچھ زمانہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جہاں تحقیق کی دُوربین بھی کام نہیں دے سکتی۔ ہندوستان اور یونان پر اگر نظر ڈالی جاے تو یہ کلیہ کچھ جامع و مانع معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اِس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اُس شخص کے وجود سے قطعی انکار کرجائیں۔ ایک خاص شخص کا بُت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ ہم آثار سے اُس کو اُسی کا بُت سمجھ رہے ہیں۔ اگرچہ قدامت نے اُس کے بعض اعضاء کے ٹکڑے اُڑا دئے ہیں۔ مگر اُس کے خط و خال ہیں جس کے ذریعے سے ہم اُسے پہچان سکیں فرق نہیں آیا ہے تو کیا ضرور ہے کہ ہم اُس بُت کے وجود سے ہی انکار کرجائیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کا یکجا جمع کرنا سخت وقت اور مشکل کام ہے۔ لیکن ناممکن تو نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ احتیاط سے کرنا پڑیگا۔ اور خُردبین سے کام لینا ہوگا تب کہیں کامیابی کی صورت نظر آئیگی ٭

صدیوں کے فرضی افسانوں اور مذہبی معتقدات نے ممدوح کی سوانح عمری میں ایک طرح کی گلچھڑی ڈال رکھی ہے۔ لیکن زریں تار ابھی تک چمک رہے ہیں۔ ان کو باحتیاط اُن تاگوں میں سے چن لینا۔ فرضی افسانوں کی خاک تلے جو

واقعات کے جواہرات دبے پڑے ہیں اُن کو نکالنا اور (جہاں تک ممکن ہو) درایت وعقل سلیم کے جوہری سے پرکھوا کر ٹانک دینا بس کام ہے۔ اگرچہ ہمارے لئے یہ کوہ کنی ہے۔ لیکن نکتہ چین دل دیکھتے ہی بول اُٹھیگا کہ پرانی روایات کی زیادہ وقعت کی گئی ہے۔ اور اُنسی پر انحصار ہوا ہے۔ اس لحاظ سے ہم یہیں اعتراف کئے لیتے ہیں کہ مستند اور صریح وصاف حالات نہ ملنے کی صورت میں فرضی افسانوں کی پڑتال کرنی پڑی ہے۔ بے بضاعت وکم مایہ راقم کی عقل نے جہاں تک مدد دی ہے۔ سمندر کی تہ سے خرمہرہ و مروارید کو الگ الگ کرکے نکالا ہے ٭

بعض شاید یہ بھی کہ چلیں کہ جو کچھ لکھا ہے صاحب سیرت سے نہایت معتقد بن کر۔ اس صورت میں راقم سے صاف گوئی اور انصاف کی ذرا کم اُمید رکھنی چاہیئے۔ اس کی نسبت صرف اتنا کہ دینا کافی ہوگا کہ کسی شخص کی نسبت جس کو دُنیا کا ایک معتدبہ حصہ مقدس مانتا ہو۔ سوء ادبی کرنی یا الزامی رائے قایم کرنی راقم کے منصب وہمت سے وراء الوراء ہے ٭

اب دیکھنا یہ ہے کہ قدما اس جلیل القدر بزرگ کی نسبت کیا خیال رکھتے تھے۔ اگرچہ قدیم مصنفین نے زرتشت کی تصویر جداگانہ لباس میں کھینچی ہے۔ اور بعض کا بیان کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ ایک تصویر دیکھ رہا ہے جس پر ایک پردہ پڑا ہوا ہے اور جو کچھ وہ بیان کرتا ہے نہایت غور وخوض کے بعد بے حد احتیاط کے ساتھ۔ بہت کچھ بچ بچ کر۔ لیکن زرتشت کے وجود اور اُس کے تاریخی شخص ہونے میں کسی کو کلام نہیں ٭

یونان اور رومتہ الکبرےٰ کے مصنفین نے ممدوح کو مجوسی کا خطاب دیا ہے۔ بعض نے صرف جادوگر سمجھا ہے۔ اور انکو اپنی اس رائے کی تائید میں

اس قدر غلو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ممدوح کی فلسفیانہ شارع مصلح۔ بانی مذہب ہونے کی حیثیتوں سے بالکل آنکھ بند کر لیتے ہیں۔ لیکن اصلیت کو چھپانا بہت مشکل ہے اکثروں نے تسلیم کیا ہے کہ زرتشت مقدسین ایران کا سرگروہ۔ پارسیوں کا پیغمبر۔ فارس کا عقل کل اور مذہب مجوس کا بانی تھا۔ بقول ہیروڈوٹس مجوس کا ایک فرقہ تھا (جن کے فرائض ہمارے ہندوستان کے برہمنوں سے بہت کچھ ملتے جلتے معلوم ہوتے ہیں) کہ زمانہ قدیم میں اُن میں کا ہر فرد علم و اخلاق کا نمونہ سمجھا جاتا تھا۔ ایک پہلوی سنند مصنف ژندو استا کو مجوس کے مقتدایانِ مذہب کے صحایف کا مجموعہ بتلاتا ہے۔ علامہ بیرونی بھی ان الفاظ میں تائید کرتے ہیں کہ "مجوس قبل از زرتشت بھی موجود تھے۔ اور فی زمانہ تو کوئی مجوسی بھی ایسا نہیں معلوم ہوتا جو کسی نہ کسی طرح پر زرتشت کا مقلد و متبع نہ ہو" شام و عرب کے تمام مصنفین ممدوح کو "آتش پرست" "مجوسیوں کا سرگروہ" "آتش پرستوں کا پیغمبر" "فرقہ مجوس کا سرکردہ" وغیرہ وغیرہ کہتے چلے آئے ہیں۔ اس لحاظ سے یونانیوں اور رومیوں کا اُن کو اس فرقۂ خاص کی طرف منسوب کر دینا کچھ بعید از قیاس نہیں ہے۔ لیکن جس وسیع معنی میں ممدوح کو مجوسی کہا جاتا ہے صحیح نہیں ہے۔ مانا کہ زرتشت اُن کے علم و فضل و کمال کے بہت بڑے حصہ دار ہیں*

چونکہ ہمارے پاس مجوسیوں کے اصول و معتقدات بیان کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ لہٰذا اُن کو صحیح صحیح دکھلانا قریباً ناممکن ہے۔ جہاں تک تحقیق ہو سکتا ہے اُس کو ہم کسی اور موقع پر لکھینگے*

ژندو اوستا کو دیکھا جائے تو قدیم یونانی فلسفہ کا رنگ اس قدر گہرا چڑھا معلوم ہوتا ہے کہ اُس میں تو سی پہچانے نہیں پڑتے۔ اس خیال سے یہ

قیاس کرلینا کہ وہ ان ہی لوگوں کے صحائف کا مجموعہ ہے صحیح نہیں ٹھیرتا۔ اس پر بھی زرتشت میں جو کچھ مجوسیوں کی جھلکیاں نظر آتی ہیں (اگرچہ بہت کچھ منقلب اور متغیر صورت میں نہیں) لیکن چنداں قبیح نہیں ہیں۔ اس صورت میں یہ دعویٰ بے دلیل نہیں معلوم ہوتا کہ فیثاغورث محض مجوسیوں کی شاگردی کے لئے اپنے وطن سے بابل گیا۔ افلاطون ایران کا قصد کرکے نکل ہی پڑا تھا۔ لیکن جنگ ایران و یونان اُس کی سدراہ ہوگئی۔ غنیمت ہوا کہ اُس کی محنت رائگاں نہ گئی کیونکہ فونشیا میں ایک زرتشتی مل گیا جسکے طفیل میں باوجود ضیق وقت بہت کچھ جدید معلومات کا ذخیرہ لے کر اپنے ساتھ وطن میں آگیا۔ سقراط کے ہمعصر حکیم پراڈیکس کے مقلدین کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اُن کو فخر تھا کہ زرتشت کی تصانیف اُن کے قبضہ میں ہیں۔ خود سقراط کا ایک اُستاد گوبرائیس نامی مجوسی تھا۔ ارسطو۔ ڈینین۔ یوڈاکسس خاص کر تھیوپامپس جیسے بڑے بڑے یونانی حکما بھی آتش پرستوں کی شاگردی سے مفتخر ہیں۔ حکیم پانٹکس (شاگرد افلاطون و ارسطو) نے اپنی ایک تصنیف میں زرتشت سے بہت کچھ استنباط کیا ہے۔ مشہور یونانی فلسفی ہرمیپس نے زرتشتی مصنفین سے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا ہے۔ پلوٹارک۔ سٹریبو۔ سوڈاس وغیرہم نے بھی اکثر ممدوح کے حوالہ دئے ہیں۔ ان کے علاوہ اکثر قدیم یونانی کتابوں میں زرتشت کے اکثر اقوال ملتے ہیں۔ گو ہیروڈوٹس اور زینوفن نے اپنی تصانیف میں ممدوح کا خصوصیت کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ لیکن مفصلۂ بالا نظایر اُن کی قدر و منزلت کی کافی دلیل ہیں۔ نیز اُن سے موازنہ ہوسکتا ہے کہ حکمائے قدیم کے نزدیک اُن کی کیا عظمت تھی۔ اس لحاظ سے اُن کی سوانح عمری اور کارنامے بالضرور قابل غور و توجہ ہیں ؞

لہ یہ ایک فاضل فرانسیسی کا قول ہے جسکی تصدیق راقم کو نہیں ہوئی ؞

باب اوّل

فہ شید شمتاسے ہرشندہ ہرشنگر زمربان فراہیدور

بنام ایزد بخشایندہ بخشایشگر مہربان دادگر

تمہید قاعدہ ہے کہ جب کسی نام آور کو شہرت ہوتی ہے تو اُس کے متعلق جتنی چیزیں ہوتی ہیں وہ بھی ممتاز ہوجاتی ہیں۔ اُس کے خاندان کا محض اُس کی وجہ سے نام روشن ہوجاتا ہے۔ اُس کے اوّلین و آخرین اُس کی وجہ سے ممتاز ہوجاتے ہیں۔ وہ خاک جس نے اُسکو پیدا کیا کیمیا صفت بیان کی جاتی ہے۔ جس گھر میں وہ رہا تبرک بن جاتا ہے۔ جب یہ حالت معمولی مشہور لوگوں کی ہو تو ظاہر ہے کہ ایک بانی مذہب کی کیفیت کہیں بڑھکر ہوگی۔ افسوس ہے کہ باوجود بانی مذہب ہونے کے زرتشت کے مقلدین نے اس معاملۂ خاص پر بہت ہی کم توجہ کی۔ اُسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اگر ہم اُن کی ابتدائی حالت پر نظر ڈالنا چاہیں تو ایسی اندھیری جھکی معلوم ہوتی ہے کہ دس قدم بھی کچھ نظر نہیں آتا۔ کبھی کبھی بجلی چمک جاتی ہے۔ تو البتہ کچھ سوجھ جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ ایران قدیم کے حالات معلوم ہوں اور ایک ایسے شخص کے حالات پر پردہ پڑا ہو جو ملک بھر کا مایۂ فخر و ناز ہو۔ ہم اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں کہ پردہ کچھ گندہ نہیں اور چلمن کے اُس طرف کی چیزیں سب نہیں تو اکثر نظر آتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ زرتشت ساتویں صدی قبل از مسیح میں کسی ایسے مقام پر پیدا

ہوئے ہیں جو مابین دجلہ و اٹک واقع تھا۔ اس مقام کی تلاش میں سب سے
پہلے ہماری نظر ایران کے ہم سرحد ملکوں اور سلطنتوں پر پڑتی ہے۔ ایک
طرف اسیریا اور بابل کی عظیم الشان سلطنت دکھائی دیتی
ہے۔ جس کے بادشاہوں کا سلسلہ شاہان ایران قدیم سے
بڑھکر کچھ اتنی دُور پہنچا ہوا ہے کہ جہاں تک غامض نظریں بھی نہیں پہنچ
پاتیں۔ جنوب و مشرق میں مرفہ الحال ہندوستان کے راجہ مہاراجہ پر نظر پڑتی
ہے جن کی رگوں میں ایران کا خون حرکت کر رہا ہے۔ آخر میں توران پر نگاہ
پڑتی ہے جو شمالی سرحد پر رقابت و عداوت کے ساتھ ہر وقت تیر و تبر سنبھالے
اپنی ناشایستہ و وحشی جمعیت کو لئے ہوئے ایران پر دانت پیستا نظر آتا
حکومت میڈیا کا غلغلہ الگ سُنائی دیتا ہے۔ آٹھویں صدی قبل از مسیح میں
اسیریا کی قید حکومت سے آزاد ہونا اور ساتویں صدی (۶۰۶ قبل از مسیح)
میں نینوہ کو تباہ کر کے ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالنی فی الحقیقت حیرت انگیز
باتیں ہیں۔ لیکن ہر کمالے را زوالے کے قاعدہ کلیہ سے یہ حکومت بھی مستثنےٰ
نہ رہی۔ ایران کی عظیم الشان سلطنت نے چند ہی روز میں اس کا چراغ
گل کر دیا۔ یہ ہیں مختصر حالات اُس زمانہ اور ملک کے کہ جہاں ایک نیا
آفتاب طلوع ہونے والا تھا۔

ہمعصر سلطنتیں

زرتشت کی زندگی ہی میں یہود بابل میں قید ہو کر آ چکے تھے اور اُنکے
انتقال کے کہیں پچاس ساٹھ برس بعد اُن کو وطن پھرنا نصیب ہوا تھا[۱]۔
اگر ایران و یونان کی وہ جنگیں تاریخ میں کچھ وقعت رکھتی ہیں کہ جن میں یورپ
نے سب سے پہلی مرتبہ ایشیا پر ہتھیار اُٹھائے ہیں۔ جن میں مراتھن، پلیشیا

[۱] لیکن ان تاریخوں کا اطمینان بخش ثبوت نہیں ملتا۔

اور سلامس کے میدانوں میں خون کے دریا بہے ہیں جنہوں نے سلطنت ایران کی نہایت مستحکم بنیاد کو ہلا دیا ہے۔ جن کی طفیل سے ایک جگہ سیکڑوں قصاید اور دوسری جگہ ہزاروں مرثیے لکھے گئے۔ اگرچہ فاتحین کی توصیف اور مفتوحین کے حالات میں نقار خانے اور طوطی کی نسبت ہوتی ہے۔ لیکن کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ملک مفتوحہ سے یہاں تک چشم پوشی کی جاسے کہ اُس کے بانی مذہب کے حالات پر بھی نظر نہ ڈالیں۔ بالفعل ہم زرتشت کے نام۔ تاریخ وطن۔ اور خاندان پر نظر ڈالتے ہیں ؛

زرتشت کا نام

اوستا میں ممدوح کا نام زَرتُشتَرَہ آیا ہے۔ لیکن مختلف زبانوں میں اختلاف قاعدہ ہجا نے مختلف صورتیں پیدا کردی ہیں۔ چنانچہ لاطینی میں زوروایسٹریس بنا۔ اور یونانی نے اسی کو بگاڑ کر زوروآسٹرس بنایا۔ بلکہ اسی پر بس نہیں ہوا مختلف مصنفین نے اپنے مذاق کے موافق مختلف صورتیں اختیار کرلیں۔ مثلاً زرمِوادوس۔ زرادس زروآوترس۔ ناراتوس۔ زارس وغیرہ وغیرہ۔ آرمینیا کا ایک مصنف زردسیٹ لکھتا ہے اور دوسرا زڈراووٹش۔ تیسرا زراڈشٹ۔ انگریز زوراسٹر کہتے ہیں۔ مصنفین عرب اگرچہ مختلف طور پر ہجا کرتے ہیں۔ لیکن پہلوی صورت سے باہر نہیں جاتے۔ پہلوی والے عموماً زرتشت لکھتے ہیں۔ مروجہ فارسی والے زرتُشت۔ زرِدُشت۔ زرِدُست۔ زرِدُہشت۔ زراتُشت۔ زرادُست۔ زراتھست۔ زرادھشت۔ زرہست لکھتے ہیں۔ لیکن اصلیت ان سب کی وُہی زَرتُشتَرَہ ؛

ظاہر ہے کہ جب ہجا میں اس قدر اختلاف ہے تو اس لفظ کے معنی میں بھی اُسی قدر اختلاف ہوگا۔ ہر شخص نے اپنا اپنا زور طبع دکھلایا ہے۔ اور

اور ایک نئی بات اختراع کی ہے - اُن میں سے چند ایک کی طبع آزمائیوں کا نتیجہ ہم لکھتے ہیں +

اکثر مصنفین نے اس نام کو مرکب سمجھا ہے - اور آخری حصہ کو اُشتر (اونٹ) یا اُشتر کا مخفف اُشت کہا ہے - لیکن ابتدائی حصہ کے معنی میں کوئی ایک دوسرے سے اتفاق نہیں کرتا - اور یہیں مزے مزے کی طبع آزمائیاں ہیں - چنانچہ ایک صاحب زَر کو سنسکرت کے لفظ جرہ ([illegible]) جَرَتْ کا مخفف بتاکر اسکے معنی "پُرانا ہونا" اور نام بھر کا ترجمہ "وہ شخص جس کے اونٹ بڈھے ہوں" کرتے ہیں اور ایک صاحب اس کو جرجِہ اونشتر بتلاتے ہیں اور صاف دل معنی کرتے ہیں - یہ دونوں معنی کسی قدر قرین قیاس ہیں - دوسرے صاحب زَرو کے معنی "زور آور" کرکے "شتر زور آور" ترجمہ کرتے ہیں - ایک اور حضرت "اونٹ کا چرانا" ترجمہ بتلاتے ہیں - غرض "جتنے مُنہ اُتنی ہی باتیں" کا مضمون ہے - یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک نام کے واسطے طبع آزمائیوں کی کون ضرورت ہے اور اس کو مفرد استعارات سے مبرّا - غیر قصہ طلب فرض کر لینے میں کون قباحت لازم آتی ہے - باوجودیکہ آخر عمر میں ممدوح کے سر پیغمبری کا سہرا چڑھا لیکن اُن کا اپنا وہی ماں باپ کا رکھا ہوا سادہ نام قایم رکھنا اس امر کی کافی دلیل ہے کہ یہ نام جملہ معائب سے پاک تھا - خدائے سخن نے سچ کہا ہے :-

خجستہ پے و نام او زردہشت

زرتشت کا زمانہ

اسم و مسمےٰ کے متیقن کر لینے کے بعد اُس کا زمانہ متحقق کرنا ہے - اگرچہ قاعدہ مستمرہ تو یوں ہے کہ ہر نام آور کے ساتھ زمانہ کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے جو خلف کے لئے نومایۂ فخر و ناز ہوتا ہی ہے

سلطنت پارسی کی بدولت روشنی پڑتی ہے۔ اُن کا زمانہ کتاب گیتی کا ایک صفحہ ہے جس سے ایران کا اپنا سبق شروع ہوتا ہے جو ہرگز بھلایا نہیں جا سکتی. لیکن بدقسمتی سے زرتشت کا زمانہ بھی ایسا ہی غیر متعین ہے عجیب اختلافات اور غریب قیاسات کے گرداب ہیں کہ یہاں سے تحقیق کی کشتی کا بسلامت کنارہ لگنا سخت دشوار ہے۔ ہم ذیل میں ذرا تفصیل کے ساتھ اس زمانہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور آخر میں پہنچ کر ایک نتیجہ قایم کرینگے۔ اگرچہ یہ بحث ذرا طویل ہو جائیگی لیکن مجبوری ہے کہ اس سے چارہ نہیں ہے +

کاش اوستا اس امر کی نسبت کوئی اطمینان بخش تصفیہ کر جاتا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ جہاں یہ صحیفہ خود اپنے پیغمبر کے زمانے کی نسبت ساکت ہے وہاں شاہ گشتاسپ کے حالات کسی قدر تفصیل سے لکھ گیا ہے۔ اور اسی قسم کی مثالوں نے تنگ نظر لوگوں کو یہ کہنے کا موقع دیا ہے کہ "اوستا (جہاں تک زرتشت سے تعلق رکھتا ہے) اگر دیکھا جاوے تو وہ گشتاسپ کی خوشامد کا ایک مجموعہ نظر آئیگا"۔ اس صورت میں صرف ایک تدبیر باقی رہ جاتی ہے کہ کسی طرح زرتشت کے ہمعصروں کی تحقیق کی جائے۔ اُن کا زمانہ اگر متحقق ہو گیا تو جانو کہ خود اُن کا بھی ہو گیا۔ اگرچہ یہ تدبیر بظاہر صاف اور آسان دکھائی دیتی ہے۔ مگر ہے سخت بحث کا باعث اس کا ثبوت آگے جا کر ملیگا +

ہم محققین کو حسب ذیل تین طبقوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان میں سے دو پر ہم ایک سرسری نظر ڈال جائینگے۔ اور آخری پر ذرا گہری اور تفصیلی +

طبقۂ اول میں وہ لوگ آتے ہیں جو ممدوح کا زمانہ ۶۰۰۰ سال قبل از مسیح بتلاتے ہیں +

طبقۂ ثانی میں۔ وہ لوگ جو ممدوح کو شاہان نینوس اور سیمرمیس کا ہمعصر

بتلاتے ہیں ؎

طبقۂ ثالث میں وہ روایتیں یا تحقیقات جو ممدوح کا زمانہ چھٹی صدی قبل از مسیح میں قرار دیتے ہیں۔ طبقہ اولے کے تمام مورخین یونانی ہیں۔ طبقۂ ثانیہ کے تمام یوروپین۔ اور ایک آدھ عرب۔ اور طبقۂ ثالثہ کے پہلوی عربی فارسی اور کچھ یوروپین ؎

طبقۂ اولے والوں نے زرتشت کو یوڈاکسس۔ ہرمیپس اور ارسطو کا اور اکثروں نے افلاطون کا ہمعصر بتلایا ہے۔ مؤخر الذکر حکیم جنگ ٹروجن سے ۵۰۰۰ برس قبل مرا ہے۔ بعض کے نزدیک دو زرتشت گزرے ہیں جن میں ایک یہی زرتشت اور دوسرا شاہ نینس والیِ نینوہ کا منجم۔ عجب نہیں کہ ان میں سے بیشتر لوگوں نے اپنے قیاسات اس پر متفرع کئے ہوں کہ پارسی اپنے پیغمبر کا وجود ۱۲۰۰۰ برس پہلے سے بتلاتے ہیں۔ اور اس زمانے کو تین تین ہزار برس کے چار جُگوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ اور ان میں (قریباً) دو جُگ وہ بھی محسوب کرتے ہیں کہ جب ممدوح عالم صورت میں نہ آئے تھے۔ طبقۂ ثانیہ والوں نے ہمارے نزدیک نینس اور سیمرمیس کو انتخاب کرنے میں غلطی کی ہے۔ کیونکہ اکثر مؤرخین کو اسی میں کلام ہے کہ یہ دونوں کبھی اس عالم مثال میں موجود بھی تھے یا نہیں۔ کثرت آرا اس طرف ہے کہ یہ دونوں مفروضہ شخص ہیں۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو تو کم سے کم اس زمانہ کے تو ضرور ہیں کہ جب تاریخ کو شاہی دربار میں بار نہیں ملا تھا۔ اور روایات کی رنگ آمیزیوں پر فریفتہ ہونا اور ان پر بحث کرنی تاریخ نگاری کی حیثیت سے تضیع اوقات ہے لیکن ان کی محنتوں سے چشم پوشی کرنا ہمارا مقصود نہیں ہے۔ جہاں تک قیاس کیا جاتا ہے ان کو ایک شخص اُکسِیارٹس کے نام نے دھوکا دیا ہے جو مختلف الازمنہ

ومختلف الاوطان مورخین کے کلک کوب قلم سے آکزاورٹس اور نآاورٹس بن گیا ہے - اور اسی شخص کو پیغمبر مجوس فرض کرکے نینس سے لڑوادیا ہے - اسپین کا ایک عیسائی مؤرخ تو زرتشت مجوسی کا نینس کے ہاتھ سے قتل ہونا بیان کرتا ہے - لیکن جہاں تک قیاس کیا جاتا ہے آورٹس ایک الگ ہی شخص ہے - اس امر خاص پر یہاں بحث کرنی چنداں ضروری نہیں معلوم ہوتی ٭

آرمینیا کا ایک مؤرخ زرتشت مجوسی کا سیمرمیس سے شکست کھانا بیان کر گیا ہے - اور یہیں سے یہ خیال شروع ہوتا ہے کہ دونوں کا ایک ہی زمانہ ہے ٭

مختصراً یہ بیان کردینا بھی خلاف موقع نہ ہوگا کہ ایک خوش اعتقاد عیسائیہ اپنی تصنیف میں بعل (بابل والوں کا معبود بُت) اور زرتشت کو مترادف بتلاتی[۱۵] ہے - اور

[۱۵] چونکہ وجہ تسمیہ بہت ہی معقول بیان کی گئی ہے - لہذا اُس عبارت کو یہاں نقل کئے بغیر نہیں رہا جاتا - مصنفہ طوفان نوح تمت کا حال بیان کرکے مینار بابل کی تعمیر کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہے :-

"جو شخص اس مینار کا سب سے بڑا معمار تھا زرتشت کہلاتا ہے کہ بوقت پیدائش بجائے رونے کے ہنسا تھا - اُسکے علاوہ ۲۲ اور معمار بھی تھے - چنانچہ جب خدا نے وہاں کے لوگوں کی زبانوں میں اختلاف ڈالا ہے اور یہ لوگ روئے زمین پر منتشر کئے گئے ہیں تو اسی قدر زبانیں دنیا میں پھیل گئیں - اسی مقام پر ایک مشہور شہر آباد ہوا جس کا نام اُسی مینار کی وجہ سے بابل ہوا - اختلاف السنہ کی وجہ سے ایک ایک چیز کے کئی کئی نام تھے - چنانچہ زرتشت کے بھی کئی نام ہوگئے - اگرچہ یہ شخص جانتا تھا کہ خدا کے اس فعل سے اُسکے غرور کو سخت صدمہ پہنچا ہے - لیکن وہ بے دل نہ ہوا اور حصول دُنیا کی کوششوں میں برابر مصروف رہا - یہاں تک کہ اسیریا والوں نے اُسکو اپنا بادشاہ بنا لیا - بُت تراشی و بُت پرستی دُنیا میں اُسی سے شروع ہوئی ہے - مرنے کے بعد اُس کا صرف ایک نام بعل قائم رہ گیا اور باقی ناموں سے چونکہ وہ چنداں مشہور نہ تھا لہذا لوگ بھول بسر گئے " !!!

ایک شامی مورخ بلعم اور زرتشت کو ایک شخص کہتا ہے۔ اور اس پر ادلہ قایم کرتا ہے ؛

یہاں ہم اُن لوگوں سے قطع نظر کرتے ہیں کہ جو نام شیث اور ابراہیم علیہم السلام اور زرتشت کو ایک ہی شخص قرار دیتے ہیں +

سب سے آخر میں طبقۂ ثالث کے محققین کی رائیں ظاہر کرنی ہیں۔ جن کی رو سے بالاتفاق زمانہ شیوع مذہب زرتشت ۲۵۸ سال قبل از سکندر معلوم ہوتا ہے۔ اس حساب سے زرتشت کا زمانہ چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں پڑتا ہے۔ چونکہ ان میں اکثر پہلوی و فارسی مصنفین بھی شامل ہیں۔ اور اُن کے آراء کی تطبیق عربی مورخین سے ہوتی ہے لہذا باوصف خوف تطویل ہم اُن کی رائوں کو ذرا تفصیل سے بیان کرینگے[1]۔ اس بحث میں مفصلہ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے :۔

۱۔ ارداء وراف ۵۔ طبری
۲۔ بندہ ہشن ۶۔ دبستان مذاہب
۳۔ ابو ریحان بیرونی ۷۔ شاہنامہ
۴۔ مسعودی ۸۔ مجمل التواریخ
۹۔ وہ تحریرات جن کی رو سے زردشت و یرمیاؑ کا ایک زمانہ قرار پاتا ہے
۱۰۔ بنوکد نذر کے حالات

ان میں سے ہر ایک کے خلاصے ہم ذیل میں لکھتے ہیں :۔

۱۔ ارداء وراف کے حساب سے زمانہ مابہ البحث تین سو برس قبل از سکندر اعظم پڑتا ہے۔ چنانچہ اُس کی عبارت یہ ہے :۔" مقدس زرتشت نے اپنے مذہب کو جو اُسی خدا کی طرف سے دیا گیا تھا۔ دُنیا میں پھیلا دیا۔

[1] یہ بحث پروفیسر ولیمس جیکسن کے ضمیمہ دوم سے باندک تصرف لی گئی ہیں۔ اور راقم نے حتےالوسع اُن کی صحت کو جانچ لیا ہے ؛

یہ مذہب تین سو برس تک نہایت صاف و خالص رہا۔ اور لوگوں کو اس میں کوئی شکوک نہ پڑے۔ لیکن اس کے بعد اہرمن نے لوگوں کو ورغلانا۔ اور اس مذہب میں شکوک ڈالنے کے لئے سکندر رومی کو اُٹھایا۔ جس نے جنگ کے بہانہ ایران کو بے رحمی کے ساتھ برباد کر دیا۔ تاجدار ایران کو قتل کر دیا۔ سلطنت اور دارالسلطنت کو بالکل تباہ کر دیا" (زات سپارم بھی تین سو برس تک اس مذہب کا بلا مزاحمت رہنا بیان کرتا ہے) ۔

۲۔ بُندہشن کے باب ۳۴ میں نہایت تفصیل کے ساتھ اُن جُگوں کی تشریح ہے جن کا مجموعہ یزدان پرستوں کے نزدیک ۱۲۰۰۰ سال دنیا کے دور کے قرار پاتے ہیں۔ اُس کے حساب سے زرتشت کا زمانہ پہلے تین جُگوں (۹۰۰۰ برس) کے آخر میں آکر پڑتا ہے۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ اگر گشتاسپ اور بہمن کی دور از قیاس طویل سلطنت کو بھی صحیح فرض کر لیا جائے اور اس کے خلاف قیاس کی کوئی اور دلیل نہیں ملتی تو ممدوح کا زمانہ ابتداے زمانہ شیوع علم تاریخ قرار پاتا ہے۔ سکندر تک کا زمانہ ہم آسانی کیلئے ذیل میں لکھتے ہیں:-

سلطنت گشتاسپ (بعد از شیوع مذہب)	۹۰	سال
سلطنت بہمن	۱۱۲	"
" ہماء دختر بہمن	۳۰	"
" داراب	۱۲	"
" دارا	۱۴	"
" سکندر رومی	۱۴	"
	۲۷۲	سال

اس حساب سے آخر سلطنت سکندر رومی تک ۲۷۲ برس ہوتے ہیں۔

اگر اس میں سے ۱۴ سال شروع فتوحات سکندر منہا کئے جائیں تو ۲۵۸ برس ہوئے۔ یہ نقل گو نہ تواتر کے حد تک پہنچ گئی ہے کہ گشتاسپ کے نقل مذہب کے وقت زردشت کی عمر ۴۲ برس کی تھی۔ لہذا یہ زمانہ ایزاد کرنے کے بعد زمانہ پیدائش زردشت ۳۰۰ سال قبل از سکندر حاصل ہوتا ہے (۲۷۲-۱۴ = ۲۵۸ + ۴۲ = ۳۰۰)۔

اگر ہم تاریخ شیوع مذہب اُس روز سے شروع کریں کہ زرتشت پیغمبر بنائے گئے تو اس پر ۳۰ سال اور ایزاد کرنے چاہئیں۔ کیونکہ اُس وقت ممدوح کی عمر ۳۰ برس کی ہو چکی تھی۔ (لطف یہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ گشتاسپ کو بھی اُن دنوں میں تیسواں ہی سال تھا۔ اس حساب سے دونوں ہمعمر تھے) لہذا انتزاع سلطنت[1] کیانی ۳۳۰ برس قبل از مسیح واقعہ ہوا۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہو کہ زرتشت قریبًا ۶۳۰ سال قبل از مسیح پیدا ہوئے۔

۳۔ ابوریحان بیرونی جیسا محتاط محقق بھی ایرانی ہیربد۔ اور موبدوں کے حساب کی رو سے ۲۵۸ برس ہی بیان کرتا ہے۔ چنانچہ اُن کا قول ہے کہ "ہیربد اور موبدوں کے نزدیک زرتشت نے ۲۵۸ سال قبل از سنہ سکندری × × × اور سنہ ۳۰ جلوس گشتاسپ میں خروج کیا تھا" بیرونی کا بیان ہے کہ زمانہ یزدجرد پسر شاپور اور زرتشت میں قریبًا ۹۷۰ برس کا فصل ہے۔ یہ بادشاہ ۳۹۹ء سے ۴۲۰ء عیسوی تک حکمران رہا۔ اس حساب سے زمانہ زرتشت

---

[1] سکندر اعظم کی فتح ایران کو انتزاع سلطنت کیانیان سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ اسکے بعد تاج کیانی کو وہ قوت و عظمت حاصل نہیں ہوئی جو پہلے تھی۔ مانا کہ چند روز اس سلطنت نے کچھ سنبھالا لیا تھا مگر وہ اُسی قسم کا تھا جیسا ڈوبنے والا ایک مرتبہ تو اچھل کر ڈوبتا ہے یا بیمار کی حالت مرنے سے پیشتر کسی قدر سنبھل جاتی ہے۔ جسکو افاقۃ الموت کہتے ہیں۔

قریباً ۵۷۱ سال قبل از مسیح ہوتا ہے *

بیرونی نے مختلف معتبر آخذ کو لے کر جو حساب لگایا ہے۔ چونکہ وہ بندہ ہشن سے بہت کچھ مطابق ہے۔ لہذا ہم اُس کو بھی ذیل میں درج کرتے ہیں :-

سلطنت گشتاسپ قبل از خروج زرتشت ...	۳۰[1]	سال
" گشتاسپ بعد از خروج زرتشت ...	۹۰	"
" بہمن	۱۱۲	"
" ہماء	۳۰	"
" داراب	۱۲	"
" دارا بن داراب	۱۴	"
	۲۸۸	

ایک بات یہاں خصوصیت سے بیان کر دینے کے قابل ہے کہ محقق بیرونی سنہ سکندری سکندر کی چھبیس سال کی عمر سے شروع کرتا ہے کہ جب اُس نے اپنے وطن (یونان) سے دارا سے لڑنے کے لئے قدم اُٹھایا *

(۴) مسعودی کی تحقیقات بھی بندہ ہشن اور بیرونی سے بالکل مطابق ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ "بقول مجوس اُن کے پیغمبر اور سکندر میں ۲۵۸ برس کا فصل تھا۔ اور یہ جہاں تک غور کیا جاتا ہے صحیح بھی معلوم ہوتا ہے"۔ اس سے آگے بڑھ کر وہ نہایت وضاحت سے اس کے دلائل بیان کرتے ہیں۔ ایک اور مقام پر وہ کہتے ہیں کہ "سکندر اور زرتشت میں قریباً تین سو برس کا فصل تھا۔ (اس تخمینی رائے میں اگرچہ بیالیس برس کا بل ہے۔ لیکن آخر تخمینہ ہے اور چنداں قابل گرفت نہیں)۔ اُس نے سنہ ۳۰ جلوس گشتاسپ میں خروج کیا۔ اور

---

[1] فی الاصل ایرانیوں میں دستور تھا کہ بادشاہ کی تاریخ پیدایش سے ہی اُس کا زمانۂ سلطنت شروع کرتے تھے۔ خواہ اُسکو عالم شہزادگی و ولیعہدی میں کتنا ہی عرصہ کیوں نہ گزر چکا ہو *

۳۵ برس اپنے مذہب کی اشاعت کرکے ۷۷ سال کی عمر میں مرگیا۔" مسعودی نے بخت نصر کو لہراسپ کا ایک ماتحت افسر کہا ہے اور سایرس کو بہمن کا ہمعصر بتلایا ہے۔ اس پر آگے چل کر بحث کی جائیگی۔ یہاں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ دنکارت بھی اس خیال کی تائید کرتا ہے ٭

۵۔ علامہ طبری کی تحقیقات سے بھی ایک حد تک اسی کی تائید ہوتی ہے لیکن بعض بادشاہوں کے زمانۂ سلطنت میں اُنھوں نے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ یہ ظاہر کرنے کے بعد کہ عام خیال یہ ہے کہ بہمن کا دور سلطنت ۱۱۲ برس کا ہے۔ وہ اپنی تحقیقات سے کُل ۸۰ برس بتلاتے ہیں۔ ہما کا ۲۰۔ اور داراب کا ۲۳ برس۔ اور ایک روایت کی بناء پر وہ زرتشت اور حضرت یرمیا علیہ السلام کا ہمعصر ہونا بیان کرتے ہیں۔ جو ۶۲۶ سال قبل از مسیح مبعوث ہوئے۔ چونکہ اس مضمون خاص پر ایک عنوان جداگانہ قایم کیا گیا ہے۔ لہذا وہیں اس پر بحث کی جائیگی ٭

۶۔ صاحب دبستان مذاہب ایک سرو کے درخت کی نسبت کہتے ہیں کہ "یہ درخت زرتشت نے کشمر (من مضافات خراسان) میں اپنے ہاتھ سے لگایا تھا اور خلیفہ المتوکل باللہ عباسی کے حکم سے اُکھاڑ پھینکا گیا۔ ۲۳۲ھ ہجری تک اس درخت کو لگے ہوئے ۱۴۵۰ برس گزرے تھے"۔ اگر ان ۱۴۵۰ برس کو بحساب شمسی پرتالا جاے تو ۴۰۶ برس اور بحساب قمری ۵۶۲ برس قبل از مسیح میں اس درخت کا لگایا جانا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ ۶۰۴ برس علامہ طبری کے حساب کے بالکل مطابق پڑتے ہیں۔ اگر بقول فردوسی اس درخت کو یادگار تبدیل مذہب گشتاسپ فرض کیا جاے تو ۴۲ برس اور ایزاد کرنے چاہئیں کہ جو عمر زرتشت کی اُس وقت تھی۔ پس نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ

ممدوح اواخر صدی ہفتم میں موجود تھے ٭

۷۔ خدائے سخن فردوسی نے اپنے عنوانوں میں جو سال لکھے ہیں اُن کو اگر بغور دیکھا جائے تو گشتاسپ کا زمانۂ سلطنت تین سو برس قبل از موت سکندر اعظم پڑتا ہے ٭

۸۔ صاحب مجمل التواریخ بحوالہ بہرام پسر مردان شاہ (جو شاپور کے زمانہ میں صوبہ فرسستان کا موبد تھا) زمانہ زرتشت ۲۵۸ سال قبل از سکندر اعظم بتلاتے ہیں۔ اور علمائے اسلام کے رو سے ۳۰۰ سال قبل از سکندر ظاہر ہوتا ہے ٭

۹۔ اگرچہ بناء ہی رکیک و مشتبہ ہے لیکن مفصلہ ذیل عربی و شامی مصنفین کی رائیں بھی ذکر کے قابل ہیں جو زرتشت و یرمیاہؑ میں ایک تعلق خاص پیدا کرتے ہیں۔ بلکہ زرتشت اور پارک کاتب کو ایک ہی شخص بتلاتے ہیں اگرچہ بظاہر یہ خیال صرف اتنی بات پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ زرتشت یورمیا کے متوطن بتلائے گئے ہیں۔ لہذا غلطی سے یرمیا نبی سے ملا دئے گئے ہیں ٭

(الف) بہلول نامی ایک مصنف اپنی لغات میں لکھتے ہیں کہ "کہا جاتا ہے کہ زرتشت اور پارک کاتب ایک ہی شخص تھا۔ لیکن چونکہ حضرت یرمیاہؑ نے اُس کو اعجاز و پیشین گوئی کی تعلیم دینے سے انکار کر دیا۔ لہذا وہ مرتد ہو کر چلا گیا اور مختلف ممالک میں سفر کر کے بارہ زبانیں سیکھ لیں" ٭

(ب) ملک شام کے ایک پادری انجیل متی کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ۔ "بعض کہتے ہیں کہ زرتشت اور پارک کاتب ایک ہی شخص ہیں۔ لیکن چونکہ یرمیاہؑ نے اُس تعلیم کے دینے سے انکار کر دیا جو انسان میں پیشینگوئی کی قوت بخشتا ہے۔ اور نیز وہ اُن تکلیفات کو نہ سہہ سکا جو یہود پر تباہی بیت المقدس

کے موقع پر پڑیں۔ لہذا مرتد ہوگیا۔ اور نکل بھاگا۔ شدہ شدہ بارہ زبانیں اُس نے
سیکھ لیں۔ اور ان ہی کو کھچڑی کر کے کچھ "ہفوات شیطانی" لکھے کہ اوستا کے
نام سے موسوم ہیں ٭

(ج) سالومن حلاّقی ایک عیسائی شامی مورخ بھی زرتشت اور پارک کاتب
کو ایک ہی شخص بتلاتے ہیں ٭

(د) علامہ طبری بھی زرتشت کا یرمیاہ کے ساتھ رہنا بیان کرتے ہیں۔
اُن کے نزدیک وہ فلسطین کے رہنے والے تھے۔ اور یرمیاہؑ کے ایک
صحابی کے باختصاص رفیق تھے۔ لیکن چونکہ زرتشت نے اُن سے دغا کی
اس لئے غضب الٰہی میں گرفتار ہوکر کوڑھی ہوگیا۔ آذربائیجان میں گیا اور وہاں
مجوس کا مذہب جاری کیا۔ وہاں سے ایران کے بادشاہ گشتاسپ کے پاس
بلخ پہنچا۔ اور بادشاہ کو اپنا اور اپنے مذہب کا گرویدہ کرلیا۔ چنانچہ وہ بھی مجوسی
ہوگیا اور اپنی رعایا سے اس مذہب کو بزور شمشیر قبول کرایا۔ اور بہت سوں کو
انکار کی علّت میں تہ تیغ کرادیا۔ (خیال ہوتا ہے کہ اس جذامی کے قصہ میں کہیں
درپردہ جیحازی الیسعؑ کا رفیق کام نہ کر رہا ہو) ٭

(ھ) ابن الاثیر نے اپنی تاریخ کامل میں طبری ہی کا اعادہ کیا ہے ٭

(و) ابوالفرج (عیسائی مورخ) زرتشت کو حضرت الیاس کا ارادتمند
بتلاتا ہے ٭

(ز) ابومحمد مصطفےٰ (ایک گمنام سا مورخ) زرتشت کو حضرت عزیر کا معتقد
کہتا ہے ٭

۱۰۔ پہلوی اور عربی مصنفین نے بنوکد نذر کو لہراسپ کا سپہبد کہا ہے۔
کہ جو گشتاسپ اور بہمن کے وقت تک اُسی حیثیت میں رہا۔ علامہ طبری

بھی اس کی تائید کرتے ہیں - لہراسپ کا یروشلم پر قابض ہونا پہلوی تصانیف سے بھی معلوم ہوتا ہے - لیکن طبری نے اس کی دو تاویلیں کی ہیں - اور یہود کی رہائی سنہ جلوس بہمن میں قرار دی ہے ؞

غرض معتبر لوگوں کی تحقیقات ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اُس پر ہم اپنے قیاسات متفرع کرتے ہیں - اسی ضمن میں اور باتوں پر بھی نظر کرینگے جو تفصیل میں نہیں آئیں - لیکن جستہ جستہ تصانیف میں ذکر کی گئی ہیں ؞

قدیم یونانیوں کے اقوال کو دیکھا جاے تو سب قریبًا یکزبان معلوم ہوتے ہیں - اور ایک شخص کے وجود کے قائل معلوم ہوتے ہیں کہ جو آگے چل کر ایران میں پیغمبر ہوا - نیز یہ کہ وہ شخص ۶۰۰۰ سال قبل از مسیح گزرا ہے - اس صورت میں اُن لوگوں کے اقوال نظر سے گرجاتے ہیں جو زرتشت کے وجود ہی سے انکار کرتے ہیں - یا آنکہ ایک سے زیادہ زرتشت ثابت کرنا چاہتے ہیں باقی رہا زمانہ جسکو اُنہوں نے متحقق کیا ہے - اس میں کلام ہے - اور اُن کے اقوال و تحقیقات میں پس پردہ ایرانیوں کے معتقدات کام کرتے صاف نظر آتے ہیں - اور بہرحال ۶۰۰۰ سال یا کچھ کم و بیش کسی طرح قابل اطمینان نہیں ہوسکتے ؞

زرتشت کو نینس اور سیمرمیس کا ہمعصر بتلانا - یا ابراہیم - نمرود - بعل - ہام شیث وغیرہ کہنا ایک بے دلیل و بے وجہ بات ہے - اور ان میں سے ہر ایک کے خلاف دلائل کافی موجود ہیں - جن پر بحث کرنا چنداں ضروری نہیں معلوم ہوتا ؞

اب باقی رہ گئے طبقۂ ثالث کے لوگ (جن کے اقوال ہم بہ تفصیل بیان کر چکے ہیں) اُن سے اس کا اطمینان بخش ثبوت ملتا ہے کہ زرتشت ساتویں صدی قبل از مسیح کے آخری حصہ میں گزرے ہیں - اردا ویراف کی یہ روایت کہ زرتشت ۲۵۸ سال قبل از سکندر موجود تھے - عربی - فارسی اور اور محققین

کے اقوال سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اس پر دو ایک اعتراض بھی کئے جاتے ہیں جن میں سب سے اول قابل لحاظ تو یہ ہے کہ گشتاسپ پسر لہراسپ اور گشتاسپ پدر دارا میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ ہمارے نزدیک یہ اعتراض کچھ چسپاں نہیں ہے۔ اور جہاں تک قیاس کیا جاتا ہے ایرانیوں نے ایسی ہرگز کوئی غلطی نہیں کی۔ بلکہ اس کے خلاف تائید ہوتی ہے۔ زمانہ قدیم میں البتہ ایک یونانی مصنّف نے کچھ غلطی کی تھی۔ لیکن آگے بڑھکر اُس کی کافی تلافی ہوگئی ۔

دوسرے یہ کہ باوجودیکہ زرتشت کا زمانہ ساتویں صدی سے چھٹی صدی قبل از مسیح کے وسط تک قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن گاتھا اور ایران قدیم کی زبان میں اتنا بڑا فرق معلوم ہوتا ہے کہ علم السنہ کے اصول کی رو سے اتنا فرق اس قدر قلیل عرصہ میں نہیں پڑسکتا۔ ہمارے نزدیک اس کا یہی جواب کافی ہوسکتا ہے کہ گشتاسپ کا دارالسلطنت زرتشت کے وطن آذربایجان سے مشرق کی طرف کوسوں پر واقع تھا۔ گاتھا آذربایجان کی زبان میں ہے۔ جس کی مثال ہمارے سامنے کوئی اور موجود نہیں اور قدیم ایرانی زبان دارالسلطنت اور اُس کے مضافات میں استعمال ہوتی ہوگی۔ اتنے فاصلے پر زبان میں اختلاف کچھ بعید از قیاس نہیں ہوسکتا ۔

ایرانیوں کی اس تحقیقات کی صحت پر کہ جس کے رو سے زرتشت کا زمانہ تین سو سال قبل از سکندر اعظم قرار دیا جاتا ہے شک ہوسکتا ہے۔ اور اس سے یہ شکوک پیدا ہوسکتے ہیں۔ (۱) بندہ ہشن اور ارداء وراف میں کہیں عربی محققین کی رائیں کام نہ کر رہی ہوں ؟ (۲) کہیں بندہ ہشن کے تمام اقوال پر خوش اعتقادی کا ملمع نہ ہو ؟ (۳) کہیں یزدان پرستوں نے

اپنے ادّعاے جگوں کے صحیح رکھنے کے لئے تغیر و تبدل نہ کر دیا ہو۔ یہ شکوک ذیل کی مختصر تقریر سے رفع ہوجائینگے :۔

بقول ڈاکٹر ویسٹ کے بندہ ہشن کے ایک قلمی نسخہ میں ایک فصل دیکھی گئی ہے جس کی سرخی تھی "تواریخ بموجب خیالات عرب" لیکن اور نسخوں میں یہ فصل نہیں دیکھی گئی۔ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوسکتا ہے کہ یہ فصل الحاقی ہو۔ علاوہ اس کے بیرونی جیسا محقق اور نیز صاحب مجمل التواریخ صاف طور پر "زمانہ زرتشت" کی بحث میں اعتراف کرتے ہیں کہ اُن کے مآخذ ایرانی ہیں۔ اور پھر اِن دونوں کی رائیں بندہ ہشن سے ذرا ذرا مطابق ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے پہلے شک کا امکان نہیں ہے۔ البتہ بندہ ہشن کے اقوال ہی پر کلام کرنے کی گنجایش باقی ہے۔ لیکن چونکہ اُس کی تطبیق اور ذرائع سے ہوجاتی ہے لہذا اُس پر زیادہ شک کرنا وہم میں داخل ہے خصوصاً درانحالیکہ بیرونی جیسا محتاط فاضل اُس کو صحیح مان لے۔ باقی رہا غلطیوں کا احتمال یہ ہر حال میں باقی رہیگا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تین بادشاہوں کا زمانہ جمع کرکے ۱۲۰ برس قایم کئے گئے ہیں اور اس سے حسب مراد نتیجہ نکال لیا ہے۔ اگر یہ صحیح بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اول سے آخر تک تمام حساب ہی غلط ہے اور ناقابل وثوق۔ مسعودی نے اس خاص اعتراض پر اپنی کتاب میں نہایت مفصل بحث کی ہے اور بہت ہی معقول توجیہات سے وہی ۳۰۰ برس قبل از سکندر اعظم کا زمانہ قرار دیا ہے۔ ان محققین کی تحقیقات کے مقابلہ میں ظاہر ہے کہ پارسیوں کا اعتقادی طمع یا من مانا حساب قایم نہیں رہ سکتا تھا *

بہرکیف اب نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گو پوری طرح قابل اطمینان نہیں ولیکن تاوقتیکہ مخالف یا موافق فیصلہ اور نہ پیدا ہوں ان ہی مآخذ اور تحقیقات پر حصر کرنا پڑیگا

لیکن اگر کچھ قابل وثوق ہوسکتا ہے تو صرف یہ کہ ساتویں صدی قبل از مسیح کے آخر سے لیکر چھٹی صدی کے وسط تک (یا یوں کہو کہ ساتویں صدی قبل از مسیح کے وسط سے لیکر شروع چھٹی صدی تک) یعنی سنہ ۶۶۰ لغایتہ ۵۸۳ قبل از مسیح زرتشت کا زمانہ سمجھنا چاہیئے۔ آج کل بھی اگرچہ دو چار مصنفین نے اس زمانہ کی نسبت کلام کیا ہے۔ لیکن زیادہ تعداد اُن ہی لوگوں کی ہے جو اسی خیال کے مؤید ہیں۔ ان میں ایک پارسی مصنف فیروز جاماسپ جی بھی شامل ہیں*

اب ہم زرتشت کے وطن سے بحث کرتے ہیں*

زرتشت کا مولد و وطن

جس شخص کا وجود اور نام ہی مشکوک ہو ظاہر ہے کہ اُس کا وطن بھی مشتبہ ہوگا۔ سب سے بڑی بحث اسی میں ہے کہ آیا زرتشت کا مولد اور مسکن ہی اُن کے شیوع مذہب اور تعلیمات کے مقام ہیں۔ یا یہ دونوں مقامات الگ الگ ہیں۔ اس صورت میں سوال کی صورت یہ قایم ہوتی ہے (۱) آیا زرتشت کا مولد و مسکن مغربی ایران یا آذربائجان میں تھا یا میڈیا میں۔ (۲) آیا میڈیا یا آذربائجان ہی سے اشاعت مذہب ہوئی ہے یا یہ فخر باختر یا مشرقی ایران کو حاصل ہوا۔ اگرچہ ممکن ہے کہ اُن کی تعلیمات مولد سے شروع ہوں اور باختر میں ختم ہوئی ہوں لیکن دیکھنا ہے اُن کی اصل کامیابیوں کا۔ اس خصوص میں پروفیسر جیکسن نے نہایت وضاحت سے بحث کی ہے اور اسکے ہر ہر پہلو پر محققانہ نظر ڈالی ہے لہذا ہم اُسی بحث کا خلاصہ بالفاظ مختصر ذیل میں لکھتے ہیں:-

"اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے زرتشت کے مقام شیوع مذہب سے قطع نظر کر کے عام محققین زمانہ ماضی و حال پر غور کریں تو کچھ شک نہیں رہتا کہ اُن کا مولد اور دادھیال آذربایجان ہے جو ایران کے مغرب میں واقع ہے۔ اور ننھیال

راغہ (رَے) ہیں۔ باقی رہا مقام شیوع مذہب۔ اگر اُن کی کامیابیوں کا نام اشاعت رکھا جاسے تو یہ باختر ہی میں ہوئی اور یوں دو برس سیستان اور توران کے سفر کی صعوبت محض اشاعت ہی کے لئے اُٹھائی۔ گو یہ سفر بھی خالی نہ رہا ہو۔ لیکن یہ شمار میں نہیں آسکتا۔ عجیب اتفاق ہے کہ بعینہ یہی کیفیت بدھ کی ہے کہ اُن کا مولد اور مقام شیوع مذہب بھی مشتبہ رہا ہے۔ مذہب کے لئے انہوں نے بھی سفر کی مصیبت جھیلی ہے۔ اور بہت سے پاپڑ بیلے ہیں۔ لیکن خدا جانے کس بلا کا شبہ ہے کہ زمین تک نے شہادت دی اور اپنا کلیجہ چیر چیر کر سامنے رکھ دیا۔ لیکن ابھی تک کامل اطمینان نہیں ہوا۔ اور پُرس وجو میں کمی نہیں آئی۔ اس کے مقابلہ میں زرتشت کے نام لیوا لوگوں کو دیکھو اور اُن کی بے پروائیوں کو دیکھو۔ بدھ کے بھاگوں کہ دھنی کہ اُن کے لئے غیر تک اپنی جانیں لڑا رہے ہیں۔ اور یہاں اپنوں کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی ؎

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

حسب ونسب زرتشت کے سلسلۂ نسب کو دیکھا جائے تو گو وہ بدھ کی طرح بادشاہ کی بیٹھ اور ملکہ کے پیٹ سے نہ تھے لیکن تھے خاندان شاہی سے۔ منوچہر کی شجاعت رکاب میں۔ ایرج کی حمیت دل میں۔ فریدوں کا خون رگوں میں تھا اور پینتالیسویں پشت میں جہان بھر کے سب سے پہلے بادشاہ۔ اور دُنیا بھر کے باوا آدم[1] کیومرث سے جا ملتے ہیں۔

سلسلۂ نسب اُن کا سلسلۂ نسب پہلوی مصنفین نے یوں بیان کیا ہے۔ زرتشت بن پوروشسپ بن پیتیرسپ بن اروندسپ بن ہیچیدسپ بن چاکشنوش بن پیتیرسپ بن ہردرشن بن ہرواربن سپنتمان

---

[1] ایرانیوں کے اعتقاد کے بموجب۔

بن وایدشت بن نایزم (یا ہایزم) بن راجیش (یا ایرج) بن دورانسرد (یا دورشیری) بن منوچہر بن ایرج بن فریدوں *

مسعودی نے اس کو (غالباً معرب کرکے) یوں لکھا ہے:-

زرتشت بن پورشسف بن فذرسف بن اریکدسف بن ہجدسف بن جحیش بن بایتر بن ارحدس بن ہردار بن اسفنتمان بن واندست بن ہایزم بن ایرج بن دورشیری بن منوچہر بن ایرج بن فریدوں *

افسوس ہے کہ اُن کے ننہالی سلسلہ کا باوجود جستجو پتہ نہیں لگا۔ لیکن جہاں پہلوی میں اُن کے آبا و اجداد کا ذکر ہے وہاں اتنا تو معلوم ہوا ہے کہ اُن کی والدہ کا نام دغداؤ اور نانا کا فرمروا (یا فراہیمرا) تھا اور نانی کا فرینو (یا فرینی)۔ بقول صاحبان دبستان مذاہب و ملل والنحل یہ سلسلہ بھی فریدوں پر جاکر ختم ہوتا ہے۔ اُن کے ماموں آراستی کا بھی کہیں کہیں ذکر آتا ہے اور چچیرے بھائی میدیوماہ (یا میدیوماہ) کا تو اکثر ذکر آتا ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ زرتشت کی تعلیمات سے سب سے پہلے وہی مستفیض ہوئے تھے *

زرتشت کے دو بڑے اور دو چھوٹے بھائی اور بھی تھے جن کے نام علی الترتیب یہ ہیں:- رتشتر۔ رنگشتر۔ نوتریگا۔ نوآنش *

آسانی کیلئے ہم دادھیالی اور ننہالی شجرہ نسب مختصراً ذیل میں لکھتے ہیں:-

فذرسف

آراستی — پورشسف — فرمروا — (فرینو)

میدیوماہ

اشٹ ستو

دغداؤ

دو چھوٹے بھائی — زرتشت — دو بڑے بھائی
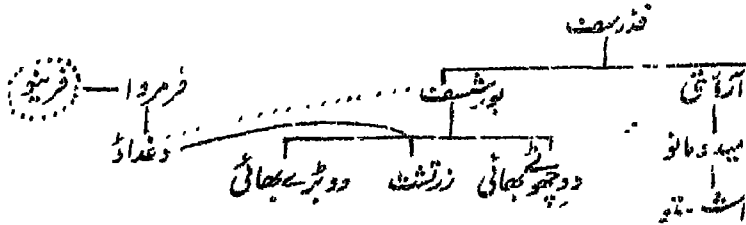
باب دوم

وایام واسیارام تاستاراہمندکہ زاوایرلامی لہ کسدہ اند ولہ کمند
وایں ہا بندگان برگزیدۂ من اند کہ ہرگز نافرمانی نہ کردہ اند و نہ کنند (نامہ شت جے افرام)

ہر مذہب کو ٹٹولو۔ اور ہر بانی مذہب کے حالات کو پڑتالو۔ تو معلوم ہوگا کہ اُس مذہب اور بانی مذہب کی نسبت پہلے سے ہی پیشینگوئیاں ہو چکی ہونگی۔ پچھلے صحائف میں اُس کا ذکر ہوگا۔ جس مذہب کی تصدیق کے لئے وہ شخص آخر آنے والا ہوگا اُس کے مقتدا ضرور بشارت دے چکے ہونگے۔ ممکن ہے کہ تاویلات کی جاتی ہوں۔ اور حسن ظن سے کام لیا جاتا ہو۔ مگر آخر ہم یہ دیکھتے ہی ہیں کہ کارکنانِ قضا و قدر۔ اس پر متعین ہیں کہ ہر خامی کا علاج اور ہر خرابی کا دفعیہ کردیں۔ اور اس کے آثار پہلے سے معلوم ہو جاتے ہیں۔ سخت گرمی پڑتی ہے تو جاہل تک کہہ اُٹھتا ہے کہ بارش آئیگی۔ اور اُمس ہوتا ہے تو معمولی آدمی بھی جان جاتا ہے کہ آندھی پر اس کا انجام ہوگا۔ پس یہ مان لینے میں کیا قباحت لازم آتی ہے کہ ایک قوم کی خرابی پر نظر کر کے اُس قوم کا کوئی بصیر اپنے سے کسی بہتر و برتر کے آنے کی خبر دے۔ اور قوم کی حالت کو دیکھ کر اُس کے شمائل بھی بیان کر جائے۔ غرض یہ ایسا کلیہ ہے کہ کہیں بھی استثنا نہیں۔ یزدان پرست کس طرح مستثنے ہو سکتے تھے۔ چنانچہ اوستا میں کے فقرے ایسے موجود ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زرتشت کی

بشارت صدیوں پہلے ہوچکی تھی۔ گاتھا سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدائش سے
تین ہزار برس پیشتر ممدوح خدا ب۔ ہیں دکھلا دیئے گئے تھے۔ جمشید نے اہرمنوب
کو زردشت کی پیدائش کی دھمکی دی تھی۔ کیکاؤس کے تین سو برس پیشتر خدا
نے ایک بیل کو محض اس لئے تھوڑی دیر کے لئے قوّت گویائی عطا فرمائی
تھی کہ زرتشت کی نسبت پیشینگوئی کر دے ٭

اب کہ ظہور بشارت کا وقت قریب آتا جاتا ہے اور غرایب قدرت کتمان
سے تخیل میں اور تخیل سے مشاہدے میں آتے جاتے ہیں۔ زرتشت کا وارینہ
یا بہ تبدیل لفظی جلال ایزدی بادشاہوں کی پشت سے منتقل ہوتے ہوتے
تارک الدنیا اور مقدسین کے گروہ میں پہنچا اور یہاں یہ تاج جسم عنصری کے
سر پر رکھ دیا گیا اور فرزیں رام دیا فرشتہ یا سدار مردم) رکاب سعادت میں
دے دیا گیا۔ عالم قدس کی ان تین ودیعتوں سے اُس ہیولا کی ترکیب ہوئی
جو آگے بڑھکر ایران میں آفتاب ہو کے چمکا۔ اور زرتشت کہلایا ٭

اس اجمال کی تفصیل اور متن کی تفسیر یوں ہے کہ وارینہ (جلال) ازل
سے ہرمزو کے زیر نظر تھا۔ اور ایک وقتِ خاص کا انتظار تھا۔ کہ اُس وقت
آسمانِ اوّل پر اُتارا گیا۔ اور وہاں سے زمین پہ اُس خاندان میں پہنچا کہ جہاں
ممدوح کی والدہ پیدا ہونے والی تھیں۔ اور رحم مادر سے لیکر اُس وقت تک
کہ زرتشت کا وجود ہست و بود میں آیا اُس مخدرہ عصمت کے اندر یا اُس کے
ساتھ رہا۔ بچپن ہی تھا کہ تجلیات یزدانی کے ورود پیہم سے لڑکی کے گرد
ہر وقت ایک نوری ہالہ رہنے لگا۔ یہ بھلا اہرمن کب دیکھ سکے؟ باپ کے دل
میں بیٹی کے آسیب زدہ ہونے کا خیال بٹھایا۔ اور اُس کو شادی کے بہانہ
ٹال دینے پہ آمادہ کیا۔ اور آخر ظالم پندرہ برس کی بھولی بھالی ناآزمودہ کار

لڑکی کو صوبہ اراک کی طرف نکلوا کر رہے - تقدیر کی زنجیروں نے جکڑا۔ اور آب و دانہ
کی کشش نے کھینچا کہ باپ نے سیدھا آذربائیجان کا رُخ کیا اور بیٹی کو پوروشسپ
سے بیاہ کر گویا حق بحقدار رساند سے عہدہ برآ ہو گیا۔ اہرمن کی ریشہ دوانیاں
یزدان کی مصلحتوں کا بھلا کیا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ وہاں اپنے نزدیک اُس تقدس
کی دیبی کو مصیبت میں ڈالنے کی تدبیر تھی۔ اور یہاں ودیعت خاصّہ کو اُس
خاندان تک پہنچا دینے کی تقدیر جہاں سے آخر اُس کا ظہور ہونے والا تھا*
ادھر یہ انتظام ہوا کہ دو فرشتگان مقرب یعنی بہنام (بہمن) یا خرد نخستین
اور امشام یا خرد دومی آسمان سے فرزیں رام کو لیکر اُترے۔ اور پہلے دو
پرندوں کے گھونسلے میں چھوڑ گئے جس کے بچّے ایک سانپ کھا جایا کرتا
تھا۔ یہاں فرزیں رام نے اُس کے بچّوں کو بچایا۔ اور سانپ کو مار ڈالا۔ اور
مدتوں بے کس اور بے بس جانوروں کی حفاظت میں گزار دیا*
پوروشسپ اور دغداؤ کی شادی ہو چکنے کے بعد مقصود اصلی کے لئے
فرزیں رام کی پھر ضرورت ہوئی۔ اور اُنہیں دونوں فرشتگان مقرب نے اُتر کر
اُس کو بشکل عصا اسپنتمان[1] کے سبزہ زار میں پوروشسپ کو حوالہ کر دیا۔ اور
اُس نے اپنی بیوی کو*
اور زمانہ قریب آیا۔ اور خرداد و مرداد نامی دو فرشتوں نے گوہر یا جسم عنصری
کو۔ دودھ اور پانی کی شکل میں بدل کر دونوں میاں بیوی کو پلا دیا۔ اس مرتبہ
پھر اہرمن نے اپنی امکانی کوشش کر لی کہ ایک قطرہ بھی اُن کے حلق تک
نہ جانے پائے مگر ایک نہ چلی*
غرض اس تدبیر سے ہرمزد نے۔ جلال و فرزیں رام و گوہر کو ترکیب دیا

[1] یکے از اجداد زرتشت*

اور باوجود اہرمن کی درازدستی کے بچے کو رحم مادر تک پہنچادیا ✤

یہ ہیں اقوال پہلوی مذہبی کتابوں کے۔ اگرچہ قصہ بھر خانہ ساز عقاید کے رنگوں سے ملوّن ہے۔ مگر بحالت مجبوری شہرستانی اور محسن فانی تک نے اسی کو اپنی تصانیف میں اعادہ کیا ہے ✤

ایام حمل کے عجائبات قدرت و مشاہدات ندرت کو ذنکارت زات سپارم اور زرتشت نامہ میں نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور اُسی تفصیل کو صاحب ملل والنحل اور دبستان مذاہب نے نقل کیا ہے۔ ہم بوجوہ اس کو قلم انداز کرتے ہیں ✤

پیدائیش

ممدوح کی پیدائیش اور ایام رضاعت کے حالات سپند نسک[1] میں درج تھے۔ اور ظاہر ہے کہ زیادہ تر قابل وثوق وہی ہوسکتے تھے۔ لیکن بدقسمتی سے وہ نسک گم ہوگیا۔ لیکن اُس کے خلاصے اور نیز اور نسکوں کے جو اس کے علاوہ مفقود ہیں۔ اب بھی اکثر پہلوی اور فارسی میں ملتے ہیں۔ ان میں پہلوی ذنکارت اور زات سپارم اور فارسی زرتشت نامہ کے خلاصے زیادہ تر قابل اعتماد ہیں۔ اور سچ تو یوں ہے کہ ان کتابوں کو مذہب زرتشت سے وہی نسبت ہے جو کتاب للیت وستار کو مذہب بُدّھ سے۔ چونکہ صاحب ملل والنحل اور دبستان مذاہب نے بھی ان ہی اقوال کو معتبر مانا ہے لہذا ہم بھی اُن ہی پر وثوق کرتے ہیں۔ لیکن ہر حال میں وہی من مانے عقاید اور گھر جانی ارادت کی دیوار یہاں بھی آڑے آتی ہے کہ اصل واقعات تک گزر ہوتا تو ایک طرف یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ اُن کی ایک جھلکی ہی نظر آجائے

[1] نسک۔ بمعنی اوراق یک قسم کتاب کہ بر حضرت زرتشت نازل شدہ بود و ہر قسمے ازاں اقسام اسمے علیحدہ دارد۔ الحال اکثرے ازاں مفقود شدہ و نایاب اند [illegible]

یہ شکایت کچھ یہیں نہیں ہے بلکہ بدھ کی بھی یہی کیفیت ہے *

بہرحال وہ کلیہ یہاں بھی کام کر رہا ہے کہ ایک بانی مذہب پردۂ دنیا پر قدم رکھتا ہے۔ پہلے کارکنانِ قضا و قدر کوئی فوق العادت نشان دکھلانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس سے غرض نہیں ہوتی کہ وہ نشان کیا ہوگا۔ کوئی نئی طرح کا ستارہ نکلے۔ شہاب ثاقب ٹوٹے۔ زلزلہ آئے۔ زمین پھٹے۔ غرض ہوگی ارض و سما کی کوئی اضطراری یا غیر معمولی حرکت۔ اوستا کے رو سے زرتشت کی پیدائش نے "کائنات بھر میں ایک غیر معمولی جوش انبساط پھیلا دیا۔ دریا ادائے مستانہ کے ساتھ پابوسی کے لئے بڑھے۔ سبزہ نے اپنا فرش بچھایا۔ درخت استقبال کے لئے نیا لباس پہن کر کھڑے جھومے جاتے ہیں۔ پھول پھول کھلا جاتا ہے۔ اور ذرہ ذرہ ہے کہ پڑا چمک رہا ہے۔ اہرمن نے زمین کے اندر کہیں جا کر پناہ لی۔ اور کیوں نہ ہوتا۔ آج کی مولود اُن دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ جو پوروشسپ نے ہوم سے آدھی رات تک کھڑے بیٹھے کی ہیں۔ جنکی آخر وہی بچہ ہے کہ جس کی پیشین گوئیاں ہزاروں برس پیشتر ہو چکی ہیں۔ آخر وہی شخص ہے جس کو پیغمبری کی دھاک صدیوں پہلے سے بیٹھ چکی ہے۔ ہرمزد نے خود انتخاب کر کے اپنا قائم مقام کیا ہے"*

یہاں تک تو اوستا تھا۔ اب پہلوی کتابوں کو دیکھو تو ہر کہ آمد بر و ایزاد کرد کا مضمون ہے۔ چنانچہ اُن کے نزدیک اُس مکان کو ایک روشنی نے گھیر لیا جس میں یہ بچہ پیدا ہونے والا تھا۔ اور پیدا ہونے کے ساتھ ہی غیب سے خوشی کے نعروں کی آواز آئی۔ اُدھر بچہ نے پیدا ہوتے ہی بجائے رونے کے ایک قہقہہ[1] لگایا *

[1] اس تمہید کے مضمون کو لابی یونانِ قدیم کے ایک فاضل مصنف نے بیان کر کے اس پر اتنا اور ایزاد کیا ہے کہ بچے کا دماغ اس زور سے پھڑکتا تھا کہ اگر کوئی سر پر ہاتھ رکھ [illegible] اچھلا جاتا تھا اور یہ علامت تھی اسکے [illegible]

بچپن کے مصائب

دیوؤں اور جادوگروں[1] نے زرتشت کے پیدا ہوتے ہی اپنی تباہی کا یقین کر لیا۔ تاہم بچے کے مار ڈالنے کی تدبیریں کیں۔ لیکن جس طرح ایک مرتبہ پہلے ناکامیابی ہوئی تھی۔ اب کے بھی مُنہ کی کھائی۔ اور اپنا سا مُنہ لیکر رہ گئے۔ منجملہ ان کے البتہ کیغ اور کرپ لوگوں کا دم خم وہی رہا۔ اور مدت العمر اپنی دشمنی سے باز نہ آئے۔ چنانچہ تورانی کرپ دوراسروب (دوران سروں یا دورشیریں) نام اور اُس کا ایک اور نااہل بدطینت رفیق توربراتروکریش دیا براترخش پرتروس۔ پوران تروش براترویشن براتربش تورانی) نامی ہمیشہ مقابل رہے۔ حتےٰ کہ موخرالذکر کا نام تو اُن کے حالات موت میں بھی لیا جاتا ہے۔ اور چونکہ اس شخص کی دشمنی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اس لئے اس کا نام پہلوی میں اکثر آتا ہے لیکن دوراسروب کی ترکیبیں بھی کچھ کم تکلیف دہ نہ تھیں۔ حمایت یزدانی نے ہی دودھ پیتے بچے کو بچایا ورنہ اُس نے سر توڑنے گلا گھونٹنے اور قتل کرنے میں کوئی کمی نہیں کی تھی۔ آخر غیرت ایزدی نے حرکت کی اور اس ظالم کے اُس ہاتھ کو سکھا دیا جس سے اُس نے یہ قیامت ڈھانے کا ارادہ کیا تھا۔ اس پر بھی وہ اپنی ریشہ دوانیوں میں ایک حد تک کامیاب ہوا۔ چنانچہ اُس نے پوروشسپ کے دل میں یہ ڈال کر ڈرا دیا کہ اُس کا یہ لڑکا آسیب زدہ ہے۔ اور اس سے یہ فائدہ اُٹھایا کہ علاج کے بہانہ سفاکانہ کارروائیاں کرنے کا موقع مل گیا۔ کاش کوئی رحمت کا فرشتہ بھیج دیا جاتا کہ ماں باپ کے دل سے یہ خیال تو نکل گیا ہوتا! چنانچہ چار مختلف موقعوں پر باپ کی رضامندی کے ساتھ بیٹے کی جان لے لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی۔ ایک مرتبہ تو معصوم کو زندہ جلا ہی ڈالا

[1] زرتشت کے تمام مخالفین اسی نام سے مخاطب کئے جاتے ہیں۔

تھا۔ لیکن اعجاز تھا کہ بچ رہا[۵۱]۔ دوسری مرتبہ بیلوں کے راستے میں ڈال دیا کہ بچہ پس کر رہ جائے لیکن ان میں سے ایک بڑا بیل اس کے اوپر آن کھڑا ہوتا ہے اور مرنے سے بچا لیتا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ گھوڑوں سے آزمایش کی گئی اور بعینہ وہی واقعہ پیش آیا۔ سب سے زیادہ یہ کہ ایک دفعہ بھیڑیوں کے بچے مار کر پہلے چھوڑ گئے تاکہ انکا غصہ بھڑک اٹھے اور پھر بچے کو انکے بھٹ میں ڈالدیا گیا۔ لیکن (دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر است) خونخواروں نے ایک بال برابر بھی تو نقصان نہ پہنچایا۔ بلکہ قدرت ایزدی دیکھو کہ ایک بھیڑی پہاڑ پر سے اتری اور اس نے بھیڑیئے کے بھٹ میں آکر انکو دودھ پلایا۔

یہ تمام اقوال دنکارت کے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایک ایک لفظ ارادت وعقیدت کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ اصلیت سے خالی و خارج نہیں ہو سکتا۔

رشد و سن رشد

اب پوروشسپ کو کچھ یقین آگیا تھا کہ یہ وہی بچہ ہے کہ جس کی دیو اور جادوگر تک پیشین گوئیاں کر چکے ہیں۔ لہذا ساتویں ہی برس میں بیٹے کو ایک ذی علم ہوشمند برزین کروس[۵۲] نامی معلم کے سپرد کر دیا[۵۳]۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ معلم متعلم کو ہونہار دیکھکر اپنی خواہش سے خود لے گیا۔

---

[۵۱] کہیں اسی قصہ کی بدولت تو زرتشت اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ ع ایک ہی شخص نہیں بتلائے جاتے ہیں؟ [۵۲] لاینی ہرمیپس کے حوالہ سے اس کا نام آزونیس لکھتا ہے۔ لیکن بظاہر برزین کروس ہی قرین قیاس ہے۔ البتہ ہمارے نزدیک یہ نام مفرد نہیں مرکب ہے۔ اور لفظ "کروس" سنسکرت کا گرو (استاد) ہے۔ [۵۳] اس موقع پر ہم ناظرین کو اس عام خیال کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ جس کی رو سے ممدوح یرمیاہ (یا عزرا) کے شاگرد کہے جاتے ہیں۔ بلکہ بارک کاتب اور وہ ایک ہی شخص بتلائے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ استاد کی بددعا سے انکو جذام ہو گیا تھا۔ ہم مجملاً اسکا تذکرہ پہلے کر چکے ہیں۔

افسوس ہے کہ اس سے زیادہ اُن کی تعلیم کا حال کہیں سے نہیں کھلتا
اور نہ اُن کے اُس حصہ عمر کی اور باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ بچپن کی بہت سی
باتیں دل میں گھر کر لیتی ہیں۔ اور مدت العمر اُن کا اثر باقی رہتا ہے۔ اگر ہم
کو اُن کے یہ واقعات معلوم ہوتے تو کم سے کم یہ تو پتہ چلتا کہ معلم نے اُن کے
دل میں کیا کیا ڈالا۔ اُن کے قوائے ذہنی کا کیا حال تھا۔ دماغ کس طرف زیادہ
کام کرتا تھا۔ آیا بچپن ہی میں اُن کو اپنی قوم کی اصلاح کا خیال پیدا ہوا یا آگے
آگے چل کر جوانی میں۔ کچھ نہ ہوتا تو کم سے کم اُس زمانے کی قابل اصلاح
باتیں تو معلوم ہو جاتیں۔ مگر یہ بھی نہ ہوا۔ اگر تلاش کیا جائے تو گا تھا۔ اور پہلوی
کتابوں سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ اُس زمانہ میں دیو پرستی کا بڑا زور تھا۔ اور
زند بار (بے آزار) جانوروں کو مار ڈالنے میں ہرج نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بداخلاقیاں
کذب و دغا۔ عہد شکنی۔ ناپاکیزگی روزمرہ تھا۔ اور چونکہ اُس زمانہ کے معلم آج کل
کے اسکول ماسٹروں کی طرح محض معلم ہی نہ ہوتے تھے بلکہ اتالیق بھی تھے
لہذا ممکن ہے کہ ذی علم و ہوشمند اُستاد نے شاگرد کو اس طرف متوجہ کیا ہو۔
اور خیالات اصلاح اُن کے ہم مکتب ہوں اور اُٹھتے وقت اُن کی رفاقت
کی ہو۔

سوذی دوراسروب اور براتروکریش اس وقت بھی اپنی ترکیبوں میں لگے
ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ تو زردشت کو زہر دینے کی تدبیر کی اور جادو کے زور
سے اُن کے ذہن کو خراب۔ طبیعت کو اُچاٹ۔ علم کی طرف سے بددل
کرنا چاہا۔ لیکن ناکامی ہوئی۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ممکن ہے
کہ ان لوگوں نے قرائن سے فرض کر لیا تھا کہ یہی وہ لڑکا ہے کہ جس کی پیشگوئی
ہو چکی ہے اور جو پڑھ کر اُن کے مذہب کا مخالف ہونے والا ہے۔ لہذا محض

اپنے مذہب کی خیالی حمایت میں ایک مفروضہ آدمی کی جان عزیز لے لینے میں اُنھوں نے دریغ نہ کیا - اور اُن کی یہ حرکت اس زمانہ کی عام طبائع پر خفیف سی روشنی ڈالتی ہے - دوم یہ کہ اُس زمانہ میں جادو ، ٹونا - ٹوٹکہ - نظر بندی وغیرہ وغیرہ کا خوف ہر شخص کے دل میں اس طرح جاگزین ہوگیا تھا کہ اُس سے سخت نقصانات پہنچتے ہونگے - یہ امور بھی کچھ کم قابل اصلاح نہ تھے - چنانچہ چند روز بعد زرتشت نے ان دونوں سے اس مضمون پر بحث کی اور دونوں کو شکست دی[1] ؛

دور اسروپ اپنے اعمال کی سزا میں ایسی سخت موت سے مرتا ہے کہ جو نہایت عبرت بخش ہے - زات سپارم نے اس کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے *

اوستا کے رو سے عمر بلوغ پندرہ سال سمجھی گئی ہے اور چونکہ اب تمام خدا زرتشت کی عمر پندرہ برس کی ہوگئی تھی کُستی یا زنار بندی[2] کی رسم ادا ہو جانے پر وہ جادو کے اثر سے محفوظ و مصؤن ہوجاتے ہیں - اس کُستی یا زنار کی ایک اور بھی تاویل کی جاتی ہے کہ زرتشت کی عمر پندرہ برس کی تھی کہ بھائیوں نے باپ سے اپنا اپنا حصّہ مانگا - انہیں تقسیم میں ایک پٹکا ملا اور یہ اُنھوں نے اپنی کمر سے باندھ لیا - تب ہی سے یہ رسم جاری ہوئی - چنانچہ اسی کے تتبع میں پارسی ہندوؤں کی طرح زنار حمائل نہیں کرتے بلکہ کمر سے باندھ دیتے ہیں ؛

شباب

پندرہ سے تیس سال کی عمر تک کے حالات اور بھی کم ملتے ہیں - اتنا البتہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پندرہ برس بھی بیکار نہیں گزرے - اور اصل میں ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات اسی زمانہ میں معلوم ہوئے - ان ہی دنوں میں وہ پھل آیا جس کو پارسی اس وقت تک مزے لے لے کر کھا رہے ہیں - پندرہ ہی برس کی عمر میں دُنیا کی طرف سے اُن کی توجہ

[1] دیکھو دُقاہم - ۱۷ مسیح کی بحث - [2] معلوم ہوتا ہے کہ جنیو ہندوؤں کے مخترعات میں سے نہیں ہے بلکہ یہ رسم آریوں ہی کی ہے کہ وطن سے ساتھ آئی تھی ؛

اُٹھ گئی تھی۔ ہمہ وقت خوف خدا اُن پر غالب رہتا تھا۔ اور عبادت میں گزارتے تھے۔ اور حتے الوسع اپنی ان صفات کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ ان ہی دنوں میں قحط پڑا اور اُن کی ہمدردی انسانوں اور حیوانوں کے ساتھ جو پہلے گو پوشیدہ ہو۔ اب اور بھی اُبھر کر دکھلائی دینے لگی۔ چنانچہ زات سپارم نے کئی مثالیں ایسی لکھی ہیں کہ اُنہوں نے تکلیف اُٹھا کر بوڑھوں کو کھانا کھلایا۔ اور جانوروں کو باپ کے ذخیرے سے لے کر چارہ ڈالا۔ زرتشت نامہ سے بھی اُن کی نیک نفسی اور رحمدلی کی تمثیلیں ملتی ہیں ؛

بقول زات سپارم کے زرتشت کی بیس برس کی عمر تھی کہ اُنہوں نے دُنیا طلبی اور نفس پرستی کو تج دیا۔ اور حق کی تلاش میں ماں باپ کے گھر کو خیرباد کہہ کر سفر کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ اور جنگل جنگل گاؤں گاؤں پھرتے رہے۔ ایک مرتبہ چند آدمیوں سے پوچھا کہ "سب سے زیادہ حق کا متلاشی اور سب سے زیادہ بھوکوں کا پیٹ بھرنے والا تم نے کس کو پایا ہے؟" اُنہوں نے ایک شخص اور وہتو دہ۔ تورانی کے سب سے چھوٹے بیٹے کا نام لیا۔ یہ اُس کے پاس پہنچے اور "نیک کاموں" میں اُس کا ہاتھ بٹایا۔ اُن کی رحمدلی کے ثبوت میں زات سپارم ایک یہ مثال بھی پیش کرتا ہے کہ ایک مرتبہ اُنہوں نے سرراہ ایک کُتیا کو دیکھا کہ بھوکوں پڑی مر رہی تھی۔ پانچ چھوٹے چھوٹے پلّے اُس کے گرد بیٹھے ماں کو مرتا دیکھ رہے تھے۔ زرتشت بیتابانہ دوڑے گئے اور کہیں سے روٹی لائے۔ لیکن اُن کے آتے ہی آتے کتیا کا خاتمہ ہو چکا تھا ؛

والدین کو بیٹے کی خانہ آبادی کا فکر تھا۔ باپ نے دُلھن تلاش کی تو اُنہوں نے یہ شرط لگائی کہ تا وقتیکہ وہ اپنی منسوبہ کی صورت نہ دیکھ لینگے شادی

کرینگے۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ اُن کو اپنے ملک کی رسوم قبیحہ کی اصلاح کس قدر مد نظر تھی ٭

جُہلا اور معاندین کی باتوں سے بھی اُنھوں نے اپنے خُذ ما صفا و دع ما کدر کا مسلک اختیار کرکے فائدے اُٹھائے ہیں۔ چنانچہ ایک مجمع میں بیٹھے تھے کہ اُنہوں نے سوال کیا کہ "وہ کون سے افعال ہیں کہ جن سے روح کو فائدہ پہنچتا ہے؟" لوگوں نے جواب دیا کہ "بھوکوں کو کھلانا۔ جانوروں کو چارہ دینا۔ آتشکدہ کے لئے لکڑیاں لانی۔ پانی میں ہوم ملانا۔ اور دیوؤں کو پوجنا" ممدوح نے پہلی چاروں باتوں کا استحسان کیا۔ اور آخری پانچویں بات سے خلاف ٭

اس کے آگے پھر تاریخ و روایات کے صفحہ پر بعض آتا ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ اب سے لیکر تیس برس کی عمر تک (کہ یہی زمانۂ خروج ہے) عزلت نشینی فکر و خوض۔ اور آیندہ زندگی کی تیاری کا وقت تھا۔ یہی وہ زمانہ تھا جسکی نسبت ایک یونانی فاضل نے لکھا ہے کہ زرتشت نے سات برس کامل چپ سادھی رکھی[1] بقول پورفیریس اور کرسیوسٹم کے زرتشت مدتوں ایک پہاڑ کی کھو میں رہے۔ یہاں اُنھوں نے اپنے ہاتھ سے کچھ تصویریں بنالی تھیں کہ دنیا و مافیہا اور ملاء اعلےٰ کا نقشہ ہر وقت پیش نظر رہے۔ اس پہاڑ کو تجلیات یزدانی کی مقدس آگ ہر وقت روشن کئے رہتی تھی۔ یہ صورت موسیٰ علیہ السلام کے اُس قصہ سے بہت مماثل ہے جو توریت کے خروج باب ۱۹- ۱۸ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ "اور سب کوہ سینا پر زیر و بالا دھواں تھا۔ کیونکہ خداوند شعلے میں ہوکے اُس پر اُترا اور تنور کا سا دھواں اُس پر سے اُٹھا۔ اور پہاڑ سراسر ہل گیا"۔ اوستا اُس میدان اور پہاڑ کا ذکر کرتا ہے جہاں زرتشت ہرمزد سے

[1] لاینی نے لکھا ہے کہ زرتشت نے بیس برس پنیر کھا کھا کر جنگل میں گزار دیئے ٭

ہمکلام ہوئے۔ لیکن اُس کا کوئی نام نہیں بتلاتا۔ قزوینی اُس کو کوہ سیلان کہتے ہیں۔ ایک یورپین فاضل اردبیل کے قریب کوئی پہاڑ بتلاتے ہیں۔ ہیروڈوٹس بھی کسی پہاڑ کا ذکر کرتا ہے جو مجوسیوں کا معبد تھا۔

تنہائی اور یکسوئی وہ چیزیں ہیں کہ انسان کو خود بخود ہستئ مطلق کی طرف متوجہ کر دیتی ہیں۔ ایسے ہی موقعے ملنے پر انسان کو دُنیا کے گورکھ دھندوں کو بغور پڑتا لنے کی فرصت ملتی ہے۔ یہیں اپنے وجود کے تعلقات موجودہ اور آئندہ پر غور کرنے کا موقع ملتا ہے۔ یہیں آدمی کے دل میں ایمان و ایقان کی وہ اٹل بنیاد قایم ہوتی ہے کہ جس کو کوئی صدمہ اندرونی ہو یا بیرونی ہلا بھی تو نہیں سکتا۔ کچھ شک نہیں کہ ممدوح کو اسی گوشہ نشینی میں اطمینان کے ساتھ اپنی اور قوم کی حالت پر غور کرنے کا موقع ملا ہوگا۔ اور یہیں اُنھوں نے اُن اصلاحات کا خاکہ کھینچا ہوگا۔ کہ جس پر کاربند ہونے کا نتیجہ تھا کہ وہ آج ایک قوم میں پیغمبر مانے جاتے ہیں۔ یہ عزلت نشینی اور یکسوئی کی ہی برکتیں ہیں کہ اُنھوں نے خود اپنی ہستی کو اپنے گرد و پیش کی چیزوں کو اُس نظر سے دیکھا جس نظر سے دیکھا جس نظر سے وہ دیکھی جانے کے قابل ہیں۔ یہ اُسی کی برکت ہے کہ اُن میں ایک وجدانی کیفیت پیدا ہوگئی۔ یہ اُسی کی برکت ہے کہ ہرمزد خود اُن سے ہمکلام ہوا۔ اور اپنا پیغمبر بنا دیا!

باب سوم

وہزتنیاسپ فریودے ہایدفرکنوں دم ہیمازہوفرجیشوہرشنگ زرتشت ہاید
(واز لہراسپ پورے آید خوب درہنگام او پیغمبر بزرگ زرتشت آید)* (نامہ کیخسرو)

بہت ہی جلد وہ وقت آگیا کہ عزلت نشینی اور یکسوئی کی ان برکتوں سے دوسرے بھی مستفیض ہوں۔ زرتشت کی تیس ہی برس کی عمر تھی کہ سوتے ہوئے بہمن فرشتہ نازل ہوا اور اُن کی روح کو خواب میں ہرمزد کے سامنے لاکھڑا کیا۔ وہ اَوروں کو جگانے کے لئے جاگے۔ اور اُٹھانے کے لئے اُٹھے*

اس سال کا نام پارسیوں میں "سالِ مذہب" ہے۔ اُستا کے حساب سے ممدوح کی عمر کا یہ تیسواں سال تھا۔ آج سے دس برس کے اندر اندر سات مختلف موقعوں اور مختلف طریقوں سے حضوری کا موقع ملا۔ جس کو اوستا نے قلمبند کیا ہے*

دس برس انسان کی زندگی کا ایک بڑا حصّہ ہوتا ہے۔ آدمی کو عجیب عجیب واقعات پیش آتے ہیں۔ طبیعت بدل جاتی ہے۔ ارادوں میں بیم و رجا۔ بیدلی یا استقامت پیدا کر دیتی ہیں۔ زرتشت چونکہ انسان تھے۔ قانونِ قدرت اُن پر بھی ویسا ہی حاوی تھا جیسا کہ اور اہلِ دُنیا پر۔ اس دس برس میں اُنہوں نے بھی بہتیرے تماشے دیکھے۔ اپنے مذہب کے شیوع کی سعی میں اُن کو بہت سے قصّے پیش آئے۔ آبادیوں میں رہے۔ بادیہ پیمائی کی۔ اُمید کے قدم لئے۔ یاس کی آنکھیں دیکھیں۔ لیکن طبیعت تھی) پتھر۔ اور ارادے تھے

پہاڑ کہ ان میں کوئی تغیر و تزلزل نہ آیا۔ آخر سب سے پہلے اُن کا چچیرا بھائی میدہ ماتو (یا میدیوماہا) اُن پر ایمان لے آیا۔ اس شخص کا ذکر اُستا نے اکثر کیا ہے۔ زرتشت کے اس سب سے پہلے پیرو کے حالات پر اگر غور کیا جائے تو بُدھ کے رفیق دیووت سے بہت ہی مختلف معلوم ہوگا۔ میدیو ماتو کو مذہب زرتشت سے وہی نسبت ہے جو یوحنا کو مذہب مسیحی سے ہے۔ بارھویں برس تاج کیانی کا وارث شاہ گشتاسپ یزدان پرست ہو گیا۔ اور اسی روز سے مذہب کی ترقیات کی بنیاد رکھی گئی۔ خود زرتشت کے اعزا و احباب میں (باستثنائے میدیو ماتو) اب جا کر اس مذہب کی قدر ہوئی کہ وہ لوگ بھی ایمان لے آئے۔ جس طرح بُدھ کے مذہب کا حامی راجہ بمبسرا تھا۔ زرتشت کے مذہب کا مربی گشتاسپ بنا۔ اس بادشاہ کو اس مذہب سے وہی نسبت ہے جو شاہ قسطنطین کو مذہب مسیحی سے ہے۔

مفصلۂ بالا اجمال بہت کچھ محتاج تفصیل ہے۔ لیکن سخت دقت ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ آدمی کسی ایک جگہ سے اطمینان کے ساتھ واقعات لے لے۔ موتی اس بُری طرح بکھرے پڑے ہیں کہ اوّل تو اُن کا چننا ہی سخت دیدہ ریزی کا کام ہے۔ پھر اُن کو ترتیب وار لڑی میں پرونا اور بھی زیادہ مشکل ہے۔ بلکہ سچ تو یوں ہے کہ دو چار واقعات بھی ایسے نہیں ملتے کہ آدمی اُنکو وثوق کے ساتھ علے الترتیب لکھ جائے۔ رطب و یابس جو کچھ مل سکتا ہے اُس میں حتی الوسع بہت ہی احتیاط کی گئی ہے۔ لیکن کہاں تک!

الہام اوّل سے لیکر گشتاسپ کے ایمان لانے تک دس بارہ برس کے واقعات مختصراً اوپر لکھے جا چکے۔ اس سے زیادہ کچھ اور وضاحت قابل اطمینان نہیں ہے۔ لیکن گاتھا سے مدد لیکر کچھ نتائج نکل سکتے ہیں۔ اس کتاب کا

اکثر حصہ بالکل اُسی رنگ میں ہے جیسے عہد عتیق کی کتابوں میں زبور۔ صرف فرق اس قدر ہے کہ اُس میں مضامین بالکل صاف صاف ہیں کہ تشریح کے کم محتاج ہیں۔ اور اس میں بیشتر کنایات ہیں کہ تفسیر کی احتیاج پڑتی ہے*

غنیمت ہے کہ ان ذرائع سے دو نتائج تو وثوق کے ساتھ اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ الہامِ اوّل کے بعد زرتشت عام درویشوں کی طرح ایسی زمین کی تلاش میں پھرتے رہے کہ جس میں اُن کی تعلیمات کی قبولیت کی قابلیت ہو دوم یہ کہ اُن کا یہ زمانہ بھی سچے خوابوں اور الہامات سے خالی نہیں گیا۔ یہ باتیں کچھ ژند اور پہلوی ہی تک محدود نہیں رہیں بلکہ ان کو عربی مصنفین نے بھی اخذ کیا ہے*

علامہ طبری کہ جن کے نزدیک زرتشت حضرت یرمیاہ کے شاگرد تھے۔ اُن کو فلسطین کا باشندہ بتلا کر لکھتے ہیں کہ "وہ آذربائیجان گیا اور وہاں مذہب مجوس کے شیوع کی کوشش کی اور وہاں سے بلخ شاہ گشتاسپ کے پاس پہنچا" علامہ ابن الاثیر (جنہوں نے اس حصہ خاص کی تحریر میں اپنی تاریخ کامل میں طبری سے بہت کچھ اقتباس کیا ہے) لکھتے ہیں کہ "وہ اوستا کی افہام وتفہیم کے لئے آذربائیجان سے فارس گیا۔ لیکن اس ملک میں جاکر بھی اسکی کچھ قدر نہیں ہوئی۔ وہاں سے وہ ہندوستان میں آیا اور اپنا مذہب راجاؤں کے سامنے پیش کیا۔ یہاں سے چین اور تاتار۔ لیکن ناقدری سے یہاں بھی پالا پڑا۔ حتےٰ کہ ان لوگوں نے حکماً اُن کو نکال باہر کیا۔ وہاں سے دل شکستہ فرغانہ پہنچے۔ یہاں کا بادشاہ بھی وہی سبق پڑھا ہوا تھا۔ وہ قتل پر آمادہ ہوگیا۔ یہاں سے بمشکل جان سلامت لیکر بھاگے اور سیدھا گشتاسپ بن لہراسپ کے دارالسلطنت کا رُخ کیا۔ اگرچہ یہاں آتے ہی قید ہونا پڑا لیکن آخر صبر کا اجر

مل گیا" بہر حال یہ تو ظاہر ہے کہ گشتاسپ کے قبول مذہب سے پہلے پہلے
زرتشت نے اپنے مذہب کی اشاعت میں سیاحت کی صعوبت اور ناکامیوں
کی سخت مصیبت اُٹھائی تھی۔ اور گو اِن مصائب میں فوری کامیابیاں نہیں ہوئیں
ولیکن اس میں شک نہیں کہ گشتاسپ کے ایمان کے اثر سے رفتہ رفتہ اُن
مقامات کے لوگوں کو بھی ادھر رجحان ہوگیا۔ اور اُن میں سے بیشتر زرتشتی
ہوگئے ۔

یہ اقوال غیر مذہب والوں کے تھے۔ یزدان پرستوں کی تحریرات میں
زرتشت نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ "تیس برس کی عمر ہوجانے کے بعد خطرات
سے پناہ ملی ..... اور زرتشت کی نیک نہادی بارور ہونے لگی۔ وہ ایران
کی طرف مائل ہوئے۔ اور اپنے چند مرد و زن اقربا کو لیکر سفر پر کمر باندھی۔ راستے
میں ایک بڑا دریا حائل تھا۔ لیکن اعجاز تھا کہ قافلہ بھر پایاب اُتر گیا۔ ایک
مہینہ کے کٹھن سفر کے بعد ماہ اسفندارمذ میں انیران کے روز یعنی عین جشن
بہار کے دن حدود ایران میں داخل ہوئے" یہیں ایک دریا کے کنارے
پر اُن کو کشف ہوا کہ اُن کا ایک بھائی ایک مظفر فوج شمال کی طرف سے لئے
ہوئے اُن کے ملنے کے واسطے چلا آرہا ہے۔ اس کشف کا نتیجہ جلد نکل آیا۔
جسکے [illegible] آگے چل کر معلوم ہوجائیگا ۔

الہام اول [illegible] یزدان [illegible] ایرانی

شروع میں یہ مختصر سا قافلہ [illegible] سفر سے آج
[illegible] دن [illegible] آذربائیجان کے سرحدی
دریا [illegible] کے ایک معاون [illegible] کے کنارے پر پڑا ہوا تھا [illegible] اردی بہشت

[illegible]

[illegible] کسی معاون [illegible] ایک [illegible]

(سنہ ۳۱ جلوس گشتاسپ) کو پہلا مبارک موقع آیا کہ بہمن نے ممدوح کو ہرمزد کے سامنے لا کھڑا کیا ؂

موسم بہار کی صبح نور ظہور کا وقت تھا کہ ممدوح ہوم کا پانی لانے کے بعد ذرا سستانے کے لئے آوتاق کے کنارے کھڑے ہوئے تھے کہ دفعتاً اُن کی نظر بہمن فرشتہ پر پڑی کہ ایک چھوٹا سا عصا لئے ہوئے اُن کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے۔ اور تھوڑی ہی دیر میں قریب کے چشمہ (یا معابدِ دریاء دائیتیا) تک پہنچ گیا۔ اس وقت اس فرشتہ کی شکل و لباس انسان کا تھا۔ مگر معمولی آدمی کے قد و قامت سے نو گنا بڑا۔ زرتشت اس کو دیکھ کر کچھ بیخود ہو جاتے ہیں۔ اسی حالت میں بہمن اُن سے کپڑے (یا لباس انسانی) اُتار دینے کی فرمایش کرتا ہے۔ اور عالم بیخودی میں اُن کی روح کو نور مجسم ہرمزد کے سامنے مقدسین ملاء اعلےٰ کے گروہ یعنی امشسپندوں میں جا کھڑا کرتا ہے۔ عجیب عالم تھا۔ اور لطیف نور کہ مست شوق زرتشت کو فرط انوار کی وجہ سے اپنا سایہ کہیں نظر نہ پڑتا تھا۔ زرتشت یا یوں کہنا چاہئے کہ اُن کی روح وہیں ہرمزد اور ان ملائکہ مقربین کو سجدہ کرتی ہے۔ اور مقدسانِ حق کے گروہ میں جگہ پاتی ہے۔ اس کے بعد آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ہرمزد بے حجاب سامنے آ بیٹھتا ہے اور اپنے انتخاب کردہ پیغمبر کو اپنے دین حقہ کی تعلیم و تلقین کرتا ہے۔ عجیب و غریب نشانات دکھلائے جاتے ہیں معجزوں کی طاقت و قوت عطا کی جاتی ہے۔ اور اُن کے پیروان مذہب کی اوّلین و آخرین بشارت دی جاتی

(بقیہ صفحہ ۸۴) آذربائیجان ہی میں بہتا ہوا ریاست میدیا میں جا گرتا ہے۔ زرتشت نے دائیتیا دریا کو بہ جستجو عبور کیا ہے (یا یوں کہنا چاہیئے کہ دریا کو مقدس ناموں سے عبور کیا ہے) ایک زمانہ میں ان پانچ دریاؤں کے عبور کی تاریخ سے چار سنوات بھی چل چکے ہیں ؂

لے اس موقع پر دو ابتدائی باب ۱ قابل ملاحظہ ہے کہ دونوں واقعے ایک دوسرے سے بہت ملتے جلتے ہیں

آنکھوں سے دکھلا دی جاتی ہے۔ یہ شرف حضوری اور واردات آج دن میں تین مرتبہ ہوئیں ٭

اس کو خواہ تفصیل سمجھو یا اجمال موجودہ ژاٹ سپارم اور گاتھا سے صرف اسی قدر معلوم ہو سکتا ہے اور یوں ہونے کو پہلوی اور فارسی میں اور بھی کچھ تفصیل ہے لیکن ہر ایک میں خانگی عملیات کا اثر ہے لہذا اعتبار کامل نہیں کیا جا سکتا ممکن ہے بشک ہائے مفقودہ میں زیادہ تسکین بخش تفصیل ہو۔ لیکن اُن کی نسبت اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ آدمی اُن کے گُم ہو جانے کا افسوس کرکے صبر کر بیٹھے ٭

شروع اشاعت مذہب

غرض اس پہلی حضوری کے بعد زرتشت اس عالم مثال پر پہنچتے ہی تعمیل ارشادات یزدانی پر کمربستہ ہو گئے۔ اور برابر دو برس تک کیغ اور کرپ لوگوں کو وعظ و تلقین اور افہام و تفہیم کرتے رہے۔ گاتھا میں اس فرقہ کو صم و بکم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی نسبت اکثر وعید او ستا میں ملتے ہیں اور بد دعائیں دکھائی دیتی ہیں چنانچہ گاتھا میں ہے کہ :-

"یہ کیغ اور کرپ متفق ہو کر ایک آدمی کی جان لینے کے درپے ہوئے ہیں٭
لیکن اُن کا مذہب اور اُن کی روح خود اُن کو رُلائیگی ٭
جب وہ لوگ محاسب حقیقی کے پُل پر پہنچینگے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
جھوٹ کے گھر (دوزخ) میں جھونک دئے جائینگے" ٭

بہر حال دو برس تک زرتشت ان لوگوں کے سامنے یزدان پرستی کا وعظ کرتے رہے۔ اور اہرمن کی تقلید چھوڑ دینے فرشتوں کا ادب کرنے اور اپنے قریبی رشتہ داروں میں شادی بیاہ کرنے کی تعلیم دیتے رہے۔ لیکن جن لوگوں کے

شامل صمم وبکم ہوں اُن پر ان کا اثر نہ ہونا تھا نہ ہوا ٭

مجبوراً اُنہوں نے آرواپتیا ونگ شاہ نوران پر نظر کر کے اُس ملک کا رخ کیا۔ باوجودیکہ اس بادشاہ کو پہلوی میں کمظرف کہا گیا ہے۔ لیکن یہ اُن سے خاطر کے ساتھ پیش آیا۔ مگر مقصود اصلی یعنی تبدیل مذہب پر کسی طرح راضی نہ ہوا۔ اُدھر اُس کے ارکان سلطنت نے اُن کے جان لینے کی فکر کی۔ لاچار یہاں سے بھی نکلنا پڑا۔ ونکارت میں اس بادشاہ کے لئے بھی ہزاروں بددُعائیں ملتی ہیں ٭

یہاں سے نکل کر زرتشت حکم یزدانی کے مطابق ایک دولتمند کرپ وایدوئیشت نامی کے یہاں پہنچے۔ اور اُس سے ہرمزد کی نذر کے لئے سو نوجوان مرد وعورت اور چار گھوڑے طلب کئے۔ لیکن اُس نے سختی کے ساتھ انکار کیا۔ ممدوح کو متوجہ الے اللہ ہونا پڑا وہاں سے اُن کی تسکین کی گئی۔ اور اس مغرور شخص کے بُرے انجام۔ سختی موت اور تباہی کی خبر دی گئی۔ چنانچہ اس شخص کی نسبت خصوصاً اور اوسج۔ گرہما۔ بیندوا۔ اور رابپاکیوں کی نسبت گاتھا میں اکثر بددُعائیں مذکور ہیں۔ اور کچھ اسی پر منحصر نہیں۔ گاتھا بھر ایسے لوگوں کے وعید اور بددعاؤں سے بھرا پڑا ہے جو زرتشت کی ادعائے صاف اور سچی تعلیمات سے بہرہ مند نہیں ہوئے۔ بلکہ مخالفتیں کیں۔ مختلف موقعوں پر اُن بادشاہوں کی نسبت بھی بددعائیں نظر آتی ہیں جنہوں نے حق وصدق کی اشاعت اور پیغمبر ملک کی حفاظت میں کچھ بھی کوشش نہ کی۔ اور سچ یوں ہے کہ اگر ایسا کیا جاتا تو ممدوح کو اس قدر تکالیف اور مصائب کبھی برداشت نہ کرنے پڑتے لیکن ہر حال میں امید یاس پر غالب آتی ہے اور دردمند دل کسی طرح چین نہیں لینے دیتا۔ اسی مجبوری سے وہ یہاں سے جنوب اور گوشہ جنوب ومشرق کی طرف متوجہ

ہوتے ہیں۔ اور ایک اور بادشاہ "پرشت" نامی کے یہاں پہنچتے ہیں ✦

اس بادشاہ کا لقب ونکارت ہیں "تورٹا" یا "سانڈ" بیان کیا گیا ہے۔ کہ "جس کی سلطنت سگستان (یا سیستان) کے سرحد پار ہے" ان الفاظ سے قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ ملک افغانستان و بلوچستان کے ملحق الحدود تھا۔ اور کیا عجب ہے کہ اس کا پایہ تخت غزنی ہو ✦

بہرکیف "پرشٹ ٹورا یا پرشت گاؤ" سے ہوم سکے پانی کے عجیب و غریب اثرات کا تذکرہ خود زرتشت نے کیا۔ اور وہ اُس کے حصول کا مشتاق ہوگیا لیکن ادھر سے تین شرطیں قرار دی گئیں۔ یعنی یزدان پرستی اور حق کی حمایت۔ اہرمن کی مخالفت۔ اور خود ممدوح پر ایمان لانا۔ پرشت پہلی دو شرطوں کے ماننے پر تو راضی ہوگیا۔ لیکن ایمان لانے سے منکر۔ لہذا مشروط سے بھی انکار کر دیا گیا۔ بلکہ اُس کا ملک ہی چھوڑ دیا۔ لیکن اس اثنا میں ایک چار برس کے بیل کو جس کی قوت متناسلہ جاتی رہی تھی اُسی ہوم کے پانی سے اچھا کر دیا۔ اور اس کے بعد پرشت کا نام بھی زبان پر نہ آیا ✦

سفرسیستان کے متعلق دو باتیں قابل لحاظ ہیں۔ اوّل یہ کہ یہی وہ ملک ہے جو خاندان کیانی کا اصل و اصول و مولد و ملجا تھا۔ لہذا اس سے گشتاسپ مربی زرتشت کا مذہبی تعلق تھا۔ دوم اسی کے قریب مغرور و گردن کش کا فرستم گرد کا وطن و ملجا تھا کہ جسکے خلاف گشتاسپ کو اپنے عزیز بیٹے اسفندیار کو بھیجنا پڑا۔ اور گو اسفندیار کا رستم کے مقابلہ پر بھیجا جانا ایک پولیٹکل مصلحت پر بھی مبنی ہو۔ لیکن اصل وہی اشاعت مذہب تھی۔ جس کو پیغمبر سخن فردوسی نے ظاہر نہیں کیا۔ ہمارے اس خیال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ

ل کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ زرتشت نے اشاعت مذہب کے ساتھ کسرت و طبابت کا بھی دعوٹے کیا ہو؟

جہاں جہاں زرتشت کو ابتداءً ناکامیابیاں ہوئی ہیں اُن ملکوں پر گشتاسپ نے ضرور ہتھیار اُٹھائے ہیں خواہ بصورت مدافعانہ یا معاندانہ - اور یہ ملک منجملہ اُن کے ایک تھا ⁂

یہاں سے زرتشت نے ایک ذرا پھیر کے راستے سے گوشۂ شمال و مغرب ہوتے ہوئے بحیرہ خزر کے کنارے کنارے اپنے وطن آذربائجان کا قصد کیا ⁂ یہ ہے قصہ حضوری اوّل اور اُس کے چند روز بعد تک کا - اس کے بعد چھ مرتبہ اور شرف حضوری حاصل ہوا - لیکن وہ ہرمزد یا یزدان کے سامنے نہ تھیں بلکہ چھ امشاسپندوں کے حضور ہیں - اُن کی تفصیل کرنے سے پہلے اُن کی ماہیت مجملاً بتلا دینی ضروری ہے تاکہ اُنکی وقعت معلوم ہو جائے - مفصل بحث تبصرہ میں ہو چکی ہے ⁂

ہرمزد اور اہرمن دو متضاد طاقتیں مانی گئی ہیں - کہ ایک خالق خیر ہے - اور دوسرا خالق شر - دونوں طاقتیں ہر وقت ایک دوسرے پر غالب آنے کے لئے آپس میں لڑتی رہتی ہیں - ان دونوں کے چھ چھ قواء مانے گئے ہیں کہ جن کے ذریعے سے وہ اپنی اپنی کائنات کا انتظام کرتے ہیں - ہرمزد کے چھٹوں قواء کو امشاسپند کہا جاتا ہے - اور خود ہرمزد کو ان سب کا حاکم و مالک اور ان سب کی قوت مجتمعہ کو سات امشاسپند کہتے ہیں - ان چھٹوں کا ادب قریباً اُسی قدر ملحوظ ہوتا ہے جتنا کہ خود ہرمزد کا - ان کے یہ نام ہیں -

بہمن - اُردیبہشت - شہریور - اسفندارمذ - خورداد - امرداد ⁂

اس لحاظ سے امشاسپند کی حضوری ہونی بھی کچھ کم باعث فخر و مباہات نہیں ہے - چنانچہ حضوری ہرمزد کے سات آٹھ ہی برس کے اندر ہی اندر زرتشت کو ان چھٹوں مقربین کی حضوری (یا الہام و مکاشفہ) کا شرف بھی حاصل ہو گیا ⁂

ممدوح کی عمر میں دس برس (مابین تیس و چالیس سال) کا زمانہ سخت مشقت و مجاہدے کا تھا۔ اس عرصہ میں اُن کی روح نے اس دُنیا کے باہر کی سیر کی اور خاصان خدا سے ملی اور اُن سے فیض پایا اور پردہ اُٹھ جانے کے بعد ہر امشاسپند نے مختلف موقعوں پر اُن سے مل کر یا اُن کو بلا کر مختلف فہمایشیں کیں اور فرائض و وجوب اُن پر لازم کئے۔ جن میں خاصۃً جانداروں کی رعایت۔ جانوروں کی حمایت۔ آگ کی حفاظت۔ سیارگان کی پرستش کے طریق اور زمین اور معدنیات کے اسرار بتلائے ❊

حضوری بہمن

چنانچہ ہرمزد کے بعد پہلا الہام یا حضوری بہمن کے سامنے ہوئی۔ چونکہ یہ بقول گاتھا کے جانداروں کا رب النوع ہے۔ لہذا اس کی طرف سے بالعموم جانداروں اور بالخصوص کار آمد جانوروں کی حفاظت کا بار ممدوح پر ڈالا گیا۔ بقول زات سپارم کے یہ شرف زرتشت کو مملکت ایران میں کوہ البرز کے قلۂ ہوگرو اوسند پر حاصل ہوئی ❊

حضوری اُردی بہشت

تیسری مرتبہ اُردی بہشت کی حضوری حاصل ہوئی۔ اور چونکہ یہ موکل انوار ہے۔ لہذا اس نے ممدوح پر آگ کی حفاظت فرض قرار دی۔ عام اس سے کہ وہ مقدس ہو یا استعمالی ❊

یہ شرف آپ کا توجن (یا لب دریاء تاجان) پر حاصل ہوا تھا کہ بحیرۂ خزر کے جانب جنوب واقع ہے۔ یہاں کی زمین چونکہ قابلیت آتش فشانی رکھتی ہے۔ لہذا موکل انوار کا یہاں متجلے ہونا ایک عجیب مناسبت رکھتا ہے ❊

حضوری شہریور

چوتھی دفعہ شہریور کی حضوری ہوئی کہ موکل معدنیات مانا جاتا ہے۔ اس واردات میں معدنیات کے اسرار بتلائے گئے۔ اور ان کی محافظت فرض کی گئی ❊

اس حضوری کا موقع تحقیق نہ ہوسکا۔ زات سپارم میں نواحِ میوان میں کوئی جگہ سراء نامی لکھی ہے۔ لیکن اس کی تنقیح مشکل ہے۔ ڈاکٹر ویسٹ بھی یہاں مجبور ہیں۔ پروفیسر جیکسن اس موقع کو بھی بحیرۂ خزر کے جنوب میں اُن ہی پہاڑوں کے قریب بتلاتے ہیں جہاں اُردی بہشت کی حضوری ہوئی تھی۔ اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ دریائے تاجان کے کنارے پر برفرش کے شرق میں ایک قصبہ سری نام واقع ہے۔ یہی سری وہ سرائے ہے جس کو زات سپارم بیان کرتا ہے۔ اور یہاں کوئی کان بھی بتلاتے ہیں لیکن ہمارے خیال میں یہ محض قیاسات ہی ہیں۔ آخر بخارا میں بھی تو ایک مقام سرائے نامی ہے۔ اور دُور ہی کیوں جائیں خود ہندوستان ہی میں سرائے نامی کئی گاؤں نکلینگے۔ صرف اسی بناء پر تیتروں میں بٹیر ملانے کسی قدر شوخ چشمی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ ہو نہ ہو یہ جگہ کہیں مازندران میں واقع ہے۔ کہ زرتشت عالمِ سیاحت میں درویشانہ اس ملک سے گزرے ہیں کہ "جہاں خبائث اور دیو رہتے ہیں"۔ یہاں کچھ کانیں تھیں اور اب بھی ہیں۔

حضوری اسفندارند

پانچویں حضوری اسفندارند کے سامنے تھی کہ جس کو زات سپارم یوں بیان کرتا ہے کہ "پانچویں مرتبہ زرتشت کو زمین و آبادگانی و میدان ونخاستان کے حاکم اسفندارند کی حضوری کوہ اسنود پر ہوئی کہ جہاں سے ایک قدرتی چشمہ نکل کر دریاء وایتیا میں جا ملتا ہے۔

کوہ اسنود ضرور ہے کہ آذربایجان میں ہو۔ ولیکن تیقن کے ساتھ کسی خاص قلہ کوہ کا اسنود نام نہیں رکھا جا سکتا۔ عجب نہیں کہ اسنود بدلتے بدلتے سہند بن گیا ہو کہ ایران میں ۳۷ دقیقہ ۵۰ ثانیہ پر واقع ہے۔ یہاں ایک چشمہ بھی نکلتا ہے کہ قزل اوزن کی جھیل میں جا ملتا ہے (دریاء وایتیا کے متعلق بحث

کرتے ہوئے ہم اس جھیل کی نسبت بھی اشارہ کر آئے ہیں) *

حضوری خورداد

چھٹی مرتبہ پھر اُسی جگہ خورداد کی حضوری نصیب ہوئی۔ زات سپارم میں لکھا ہے کہ "پھر چھٹی حضوری کوہ اسنود پر خورداد کے سامنے ہوئی کہ سمندر اور دریاؤں کا موکل ہے۔ اس نے پانی کی حفاظت کی تعلیم دی" *

حضوری امرداد

ساتویں یا آخری حضوری امرداد موکل شجرات و بقولات کے سامنے تھی۔ کہ آذر بایجان میں ہوئی۔ چنانچہ زات سپارم میں لکھا ہے کہ یہ حضوری "دریچ اور دایتیا کے کناروں پر مختلف جگہ ہوئی"۔ یہ دریا آذر بائجان ہی میں واقع ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شدہ شدہ زرتشت آذر بائجان ہی میں آ گئے تھے۔ اور یہیں آخر کی دو تین حضوریاں اُن کو ہوئی تھیں۔ اس خاص حضوری میں زات سپارم کا "مختلف جگہ" کہنا سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا معنے رکھتا ہے۔ ممکن ہے کہ کئی مرتبہ یہ واردات گزری ہو اور اُسکے تکملہ کا ذکر کیا گیا ہو۔ یا آنکہ دونوں مقامات میں سے ایک مقام پر ہوئی ہو۔ غرض کوئی صحیح قیاس نہیں جم سکتا *

دیگر واردات

گو حضوریاں یہی سات بیان کی گئی ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ الہامات و واردات کا سلسلہ برابر قایم رہتا ہے۔ چنانچہ بہشت کی اُن کو سیر کرائی گئی۔ اور فرشتگان مقرب سے ملوایا گیا۔ اسی وجہ سے جب ہوم مجسم ہو کر اُن کے سامنے آیا ہے تو اُنہوں نے پہچان لیا *

ان کے علاوہ اوستا میں جستہ جستہ اور واردات کے بھی ذکر ہیں۔ مثلاً رشنی و نوہی کا اُن سے گفتگو کرنا وغیرہ۔ ہم اُن سب کو قلم انداز کرتے ہیں *

قصہ مختصر زرتشت تیسویں سال گویا پیغمبر کامل ہو گئے اور اُس کے بعد دس

برس میں اُن کو ہرمزد اور چھئوں امشاسپندوں کے سامنے حضوریاں ہوئیں۔ زات سپارم میں ان کے متعلق ایک مستقل باب ہے۔ اُسی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرف اُن کو ہمیشہ جاڑوں کے موسم میں حاصل ہوتا رہا ہے چنانچہ اُسکے الفاظ یہ ہیں کہ ساتوں افہام وتفہیم (حضوری) کے موقع اُن کو دس برس کے اندر اندر جاڑوں کے پانچ مہینوں میں حاصل ہوئے۔ اس موسم کے انتخاب کی لِم صرف یہ ہے کہ اسی موسم میں زرتشت سال بھر کی محنتوں سے ستانے کے لئے آرام کرنے کے بہانے عزلت نشین ہوا کرتے تھے[1]۔ تنہائی۔ یکسوئی۔ ایک خاص سمت میں قلب کا رجحان۔ اور روح کا میلان پیدا کرتی تھیں اور ان سے وہ نتائج حاصل ہوتے تھے جن کو خواہ حضوری کہو یا الہام و واردات نام رکھ دو ٭

اب رہ گئے وہ مقامات جہاں یہ حضوریاں ہوئیں۔ اس کے متعلق زات سپارم بیان کرتا ہے "مذہب کے متعلق امشاسپندوں کی یہ ساتوں افہام وتفہیم سات مختلف مقامات پر ہوئی" اگر ہم ان روایات کو بغور دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے پانچ حضوریاں یعنی اول۔ دوم۔ پنجم۔ ششم و ہفتم ایران کے غرب بحیرۂ خزر کے جنوب آذربائجان میں ہوئی ہیں۔ اور اگر دریاء نوجان اور سرلے کے متعلق قیاسات صحیح قرار پا جائیں تو تیسری اور چوتھی حضوری بھی بحیرۂ خزر کے جنوب میں کہیں ہوئی تھیں ٭

ان مقامات کی تنقیح کے لئے کند و کاوی کرنی کچھ زیادہ ضروری بھی نہیں معلوم ہوتی ٭

---

[1] بدھ کے حالات پر نظر ڈالی جائے تو وہ بھی برسات میں اسی قطع سے آرام کیا کرتے تھے ٭

[2] جس لفظ کا ترجمہ میں نے حضوری کیا ہے۔ فی الاصل اُس کا لفظی ترجمہ سوال۔ سوال جواب۔ گفتگو۔ یا افہام وتفہیم

امتحان وفتنہ

یہ دس برس بھی کامیابی کے ساتھ گزر گئے۔ حضوریاں ہوچکیں اور وخشوریت (پیغمبری) مکمل ہوگئی۔ زرتشت کو علم اولین و آخرین کے ساتھ اوستا کی امانت بھی سپرد کردی گئی۔ لیکن چلتے ہوئے کہ دیا گیا کہ "دنیا میں تمہارے راستے میں تمہارا مخالف (اہرمن) کانٹے بچھائیگا۔ فتنے برپا کریگا۔ اور طرح طرح پر ورغلائیگا۔ اور یہ ہماری طرف سے تمہاری ثابت قدمی کا امتحان ہوگا" جامہ انسانی خود عجز و احتیاج کا شاہد ہے۔ اس لباس میں ہوکر وضعداری قایم رکھنا ہر شخص جانتا ہے کہ بعض وقت اتنا مشکل ہوجاتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے احتراز و اتقا لفظ بے معنی بن جاتا ہے۔ دنیا میں فتنہ کی شکل کچھ ایک سی نہیں ہوتی۔ ہر شخص خاص کے ظرف کے موافق وہ اپنی صورت کو دلربا بناتا ہے۔ اور نئے نئے انداز سے چھب تختیاں دکھلاتا ہے۔ جنکے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے کے لحاظ سے بڑے آدمیوں کی ذراسی لغزش بھی اُن کے سارے کئے دھرے پر پانی پھیر دینے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ بدھ غایت جد و جہد سے مرام تک پہنچے ہی تھے کہ اسی چلتی گاڑی میں روڑا اٹکانیوالے نفس نے اُنکو فوراً حصول نروان کی تحریص کی تاکہ دنیا عموماً اور اُن کے پیرو خصوصاً مجاہدات کی مشقت اور عبادات کی محنت سے بچ جائیں۔ ایسی حالتوں میں ثابت قدمی ذرا مردانگی ہے۔ اور خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس قسم کے فتنہ ناخطرات بے خبری کی حالت میں قلب پر وارد ہوں۔ پس زرتشت کو پہلے ہی انکی خبر دے دی جانی عین رحمت میں شامل ہے ؎

زرتشت کو اس خصوص میں جو کچھ پیش آیا اُس کو وندیداد نے خوب لکھا ہے اُس کا خلاصہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں :-

"اہرمن نے بوت کو زرتشت کے مار ڈالنے کے لئے برانگیختہ کیا۔ لیکن جیسے ہی وہ زرتشت کے سامنے پہنچا۔ اُنہوں نے کچھ دعائیں پڑھنا شروع کیں۔ اُس نے بھاگ کر اہرمن کو اطلاع دی کہ زرتشت جیسے شخص کو مارنا میرے امکان سے خارج ہے۔ اُدھر زرتشت کو بھی اس کا یقین ہوگیا کہ اہرمن اُس کی فکر میں ہے پس وہ بھی تیار ہوئے اور ہرمزد نے ایک مکان کی برابر برابر پتھر اُن کے ہاتھ میں پکڑا دئے۔ زرتشت نے باآواز بلند پکار دیا کہ میں اہرمن کی نسل کو خاک میں ملادونگا۔ اہرمن بولا کہ اے پوروشسپ کے بیٹے دیکھ مجھے تباہ نکرنا۔ تیری ماں کا میں معبود (؟) رہا ہوں۔ تو بھی ہرمزد کی پرستش چھوڑ دے اور میرا ہوجا۔ زرتشت اسپنتمان نے کہا کہ یہ کبھی نہ ہوگا۔ چاہے جان جاتی رہے میرے تسمے لے لئے جائیں۔ عضو عضو کاٹ ڈالا جائے۔ اہرمن نے کہا کہ آخر تو کس ہتھیار اور کن الفاظ سے مجھے اور میری نسل کو فنا کریگا؟ زرتشت نے کہا کہ مقدس ہنوڑوں سے تیرا سر کچلونگا اور مقدس پیالے میں تجھے زہر پلاؤنگا۔ اور ہرمزد کے الہامی لفظوں سے تجھے بھسم کرونگا۔

اور زرتشت نے وہ دعائیں پڑھنا شروع کیں اور اہرمن بھاگ گیا۔"

دنکارت اور زرتشت نامہ میں بھی اس جنگ زرگری (!) کا مختصراً ذکر ہے اور صاحب دبستان مذاہب نے بھی اس کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ یہ تو وہ فتنہ تھا کہ جس کا اثر بحفظ مستقیم روح پر پڑنے والا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی امتحانات ہیں کہ جو اخلاق پر اثر ڈالنے والے تھے۔ چنانچہ ایک واقعہ دنکارت میں مذکور ہے کہ ایک کرپ نے اُس برگزیدہ یزدان کو عورت کے لباس میں پھانسنا چاہا لیکن زرتشت اُس کو پہچان کر بچ رہے۔

شروع کامیابی ۔ میدیوماتو کا ایمان لانا | ان امتحانات میں پورے اُترنے کا

انعام غالب تھا کامیابی کامل اور یہ میدیو مانو کی شکل میں عطا کیا گیا۔ اگرچہ اس دس برس کے عرصہ میں صرف ایک ہی شخص ایمان لایا۔ لیکن چونکہ وہ چچیرا بھائی تھا اور پیغمبر کے تمام حالات سے واقف۔ لہذا ایسے شخص کا ایمان لانا کچھ کم اطمینان بخش نہیں ہے۔ اس سے پتہ چل سکتا ہے کہ خود زرتشت کے اہل خاندان اُن کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔ میدیو مانو کا ایمان لانا گویا فتح الباب اور مقدمہ تھا آیندہ کی کامیابی کامل کا۔ ذنکارت میدیو مانو کا ایمان لانا ان مختصر الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ" افہام وتفہیم کے دسویں سال میدیو مانو پسر آراستی زرتشت پر ایمان لے آیا" اس واقعہ کا قریبًا تمام ہی زرتشتی تصانیف نے تذکرہ کیا ہے۔ اور حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو یہ عروس کامیابی کی رونمائی تھی بھی قابل تذکرہ۔ اور خصوصًا جب دیکھا جائے کہ ممدوح کا سب سے پہلے مکاشفہ کہ" میدیو مانو ایک مظفر فوج لئے ہوئے اُن سے ملنے کو آرہا ہے" صحیح ہوا۔ زات سپارم بالکل سچ کہتا ہے کہ" میدیو مانو تمام ایمانداروں کا مقدمۃ الجیش ہے۔ کیونکہ پہلے وہ تو پیچھے اور دنیا نے یہ برکت وشرف حاصل کیا" زات سپارم ان کے ایمان لانے کا موقع" وہ جنگل" بتلاتا ہے کہ" جہاں سرکنڈوں کے جھنڈ ہیں اور جنگلی سور رہتے ہیں" اس مقام کی تحقیق خالی از دلچسپی نہ تھی۔ مگر افسوس ہے کہ بالکل ناممکن ہے ؛

فی الجملہ میدیو مانو کو یزدانیوں میں وہی رتبہ حاصل ہے جو عیسائیوں میں سینٹ جان کو ؛

باب چہارم

وورز وہیشام را و ارسمارا و نورد ہیشام را و ارسمارا

(وہمایوں کند ایشاں را و مارا و پاک گرداند ایشاں را و مارا) یاسیایک

گیارھواں اور بارھواں برس سخت جانکاہی اور مصیبت میں گزرا۔ سعی و محنت اس پر مایوسی - آزمایش و امتحان اور پھر ناکامی وہ بے درمان علت ہیں کہ جن سے آدمی کے حواس تک ماؤف ہوجاتے ہیں - اس کا علاج اگر کچھ ہے تو استقلال اور صبر - زرتشت میں خداوند عالم نے یہ مادہ کچھ غیر معمولی اندازہ پر رکھا تھا - اور غور کیا جائے تو اُن کی ہر کامیابی کا یہی ایک سبب تھا ؀

تاجِ کیانی پر قبضہ پانا کچھ آسان کام نہ تھا - خاندان کَے کے جواہرات کو مٹھی میں لے لینا مُنہ کا نوالہ نہ تھا کہ دو برس کا زمانہ اُس کے لئے بڑا عرصہ سمجھا جائے فی الاصل اسی فتح نے زرتشت کو پیغمبر بنایا اور اسی تلوار نے ایران سے اُنکا لوہا منوایا - ورنہ دُنیا میں ہزاروں درویش اور مدعیان رسالت پیدا ہوئے اور مر گئے آج اگر تلاش کیا جائے تو اُن کے ناموں سے بھی اہل دُنیا واقف نہ ہونگے - پس اس صورت میں اُن کو جتنا ہو کچھ یاس وہراس سے سابقہ پڑا وہ تھوڑا تھا - یہ قصہ بجائے خود نہایت دلچسپ ہے اس کے بیان کرنے میں ہم سے جہاں تک ممکن ہوگا پہلوی کتابوں سے مدد لینگے - اور اُن ہی کے الفاظ سے استفادہ کرینگے ؀

ہم کہیں اشارتاً کہہ آئے ہیں کہ زرتشت کو گشتاسپ کی طرف جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ اور اُنھوں نے بھی گشتاسپ پر قبضہ پانے کی بہت ہی دعائیں مانگی تھیں۔ ان ہی دعاؤں کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے کہ گشتاسپ اُن کے قبضہ میں آگیا۔ ورنہ گو وہ خود اپنی ذات سے ایک نیک دل بادشاہ تھا لیکن اُس کے اراکین سلطنت کسی طرح اُس کی توجہ دوسری طرف مائل نہ ہونے دیتے۔ کیونکہ ان میں کا ہر فرد نہایت سنگدل۔ لامذہب۔ بدخیال۔ توہمات کا مقلد خیالاتِ فاسدہ کا متبع اور جادوگر تھا۔ اگرچہ ان لوگوں کی یہ تصویر بظاہر یک رخی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ اُن میں قساوت و شقاوت بے انتہا تھی۔ اسکے لئے صرف یہی امر کافی شہادت ہے کہ اگرچہ اُن کے خیالات کی اصلاح نئے مذہب نے بہت کچھ کردی تھی لیکن پھر بھی جب اُن کے اصلی مادہ نے زور کیا ہے تو گشتاسپ کو اسفندیار جیسے بیٹے کی صورت تک سے بیزار کردیا۔ ان ہی حضرات کی کارستانی تھی کہ اُس بے آزار شیر مرد کو رستم جیسے گرگِ کہن گرم و سرد چشیدہ کے مقابلہ کے لئے بھجوا دیا۔ اور ہونہار بیٹوں سمیت اُسکا وہیں خاتمہ کرا دیا۔ زرتشت کے پرانے عنایت فرما کیغ اور کرپ یہاں بھی بڑے با اقتدار تھے۔ اور اُن میں سے خاص کر ایک سیاہ باطن زاک[1]۔ اسی شخص کی ذات سے زرتشت کو گشتاسپ کے یہاں بہت کچھ تکلیفیں پہنچیں۔ ورنہ ان کو بہت کچھ آسانیاں ہوتیں۔ دنکارت نے زاک کے متعلق کئی قصے لکھے ہیں۔ منجملہ اُن کے یہ بھی کہ زرتشت کو کیغ اور کرپ کے اقتدار اور بالخصوص زاک کے خبث باطن کی نسبت پہلے ہی اطلاع دے دی گئی تھی۔ لیکن ہرمزد کے حکم سے اُن کو بمجبوری گشتاسپ کے پاس آکر بھڑوں کے

[1] اس شخص کے نام اور حالات کو صرف دنکارت نے نقل کیا ہے ✱

چھتے ہیں پھنسنا پڑا ٭

ایک اور معتبر و مستند پہلوی مصنف لکھتا ہے کہ زرتشت کو اپنے حصول مقصد کے لئے گشتاسپ کے "قصر رفیع" کی طرف جانا پڑا۔ اور یہاں پہنچ کر انہوں نے ایک پرزور تقریر کے ساتھ اپنے مذہب کو گشتاسپ اور علماء سلطنت کے سامنے پیش کیا۔ اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ عوام میں اُس کا اعلان کیا۔ اور ان لوگوں کے مختلف شبہات محض کنایوں سے یا صاف الفاظ میں غرض جس طرح بنا۔ رفع کئے۔ معجزات دکھلائے اور اس پر بھی بس نہ ہوا تو فرشتوں کو اِن لوگوں کے سامنے لا کھڑا کیا ٭

دنکارت میں مختلف مقامات پر گشتاسپ کے مکان[1]۔ محل۔ قصر بلند۔ اور دار السلطنت کا ذکر آتا ہے اور ان سب کا ایک ہی مفہوم یعنی دار السلطنت معلوم ہوتا ہے۔ لیکن صاف طور پر نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کہاں واقع تھا۔ اوستا یا کوئی اور پہلوی کتاب بھی اس کا صاف فیصلہ نہیں کرتی۔ البتہ فارسی اور عربی مورخین اس مقام کو بلخ قرار دیتے ہیں۔ بہرحال یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ

[1] ڈاکٹر ویسٹ لکھتے ہیں کہ جو لفظ محل اور قصر رفیع کا مرادف ہے وہ "ببا" یا عربی کا "باب" ہے مختلف سکوں پر جو نقش ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی لفظ دار السلطنت کو بھی حاوی ہے بعض مقام پر لفظ "مان" بھی استعمال ہوا ہے جسکے معنے جائے رہائش ہیں۔ اب یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان دونوں الفاظ کو ایک ہی معنی میں استعمال کیا گیا ہے یا دونوں کے الگ معنی لئے گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ "ببا" کے معنی شہر ہوں اور "مان" قصر یا قلعہ کو کہتے ہوں۔ لیکن بہرحال دنکارت سے نہیں معلوم ہوتا کہ یہ ببا اور مان (خواہ ان کے کچھ ہی معلوم کیوں نہ ہوں) کہاں تھا۔ دنکارت میں جہاں "بلند مانشتو" (قصر رفیع) آتا ہے اُسکے معنی بھی کچھ مشکوک ہیں کیونکہ معلوم "بلند" بلحاظ مرتبت کہا گیا ہے یا حقیقت میں وہ مکان تھا ہی بلند و رفیع۔ بظاہر اسباب ان الفاظ سے دار السلطنت مراد لی گئی ہے جو بلخ میں تھا

بلخ ہی دارالسلطنت تھا۔ اور یہیں وہ واقعات پیش آئے ہیں جو آیندہ بیان ہونگے ؎

زرتشت ہرمزد کے مرسل الیہ گشتاسپ کی طرف جارہے تھے کہ راستہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ جس کو صاحب دبستان مذاہب نے بحوالہ موبد سروش یزدانی نقل کیا ہے کہ :۔

"مہین سروش نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ علماے بہدین کہتے ہیں کہ جب زرتشت نے دیوؤں پر فتح پالی اور شہنشاہ گشتاسپ سے ملنے کا قصد کیا تو راستے میں اُن کا دو کافر وظالم بادشاہوں پر گزر ہوا۔ زرتشت نے دونوں کے سامنے اپنا مذہب پیش کیا۔ لیکن دونوں نے قبول نہ کیا۔ لاچار پیغمبر نے بددعا کی کہ ہولناک آندھی آئی۔ اور دونوں بادشاہوں کو معلق ہوا پر اُٹھا لیا۔ لوگ یہ عجیب وغریب تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہوگئے۔ شکاری طیور نے دونوں پر نرغہ کیا اور وہیں اُن کی تِکّا بوٹی اُڑا دی۔ اور ہڈیاں زمین پر گر پڑیں" ؎

اس قصے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ دونوں بادشاہ ایک وقت خاص میں ایک ہی جگہ جمع تھے یا کہ دونوں واقعے الگ الگ مقامات پر ہوئے۔ الفاظ سے صورت اوّل کا زیادہ احتمال ہوتا ہے اور اس تقدیر میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایشیا کی خودمختارانہ حکومت میں جہاں ہر بادشاہ دوسرے کا رقیب ہوتا ہے ایسا ہونا ممکن بھی ہے یا نہیں؟ بہرحال امکان کا دائرہ بہت وسیع ہے اور جو کچھ پیش آئی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ عجیب نظربندی کا تماشا اور عبرت کا سانحہ ہوگا ؎

دربار گشتاسپ میں باریابی

دینکارت کے طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ زرتشت سب سے پہلی مرتبہ "اسپ آخور"

ہیں شاہ گشتاسپ سے ملے تھے۔ اس لفظ کے دو ہی معنے بن سکتے ہیں۔ اصطبل یا کوئی میدان جہاں گھوڑے رہتے ہوں لیکن اور مصنفین نے دربار شاہی ہی بیان کیا ہے۔ چنانچہ اُس فقرہ کا ترجمہ یہ ہے کہ گشتاسپ اسپانور (اسپ آخور) میں تھا کہ زرتشت نے ہرمزد کی حمد کے بعد اُس کے سامنے اپنا مذہب پیش کیا۔ اور گشتاسپ نے نہایت خاموشی کے ساتھ اُن کی تقریر سُنی ..... ممکن تھا کہ وہ کوئی معجزہ دکھلانے کی فرمائش کرتا۔ لیکن ابھی تک زرتشت کی تقریر پوری نہ ہونے پائی تھی اور بادشاہ کو اُنکی نسبت رائے لگانے کا پورا موقع نہ ملا تھا کہ خبیث باطن زاک اور نیز اور رنج فہم وکم علم کیغ اور کرپ بیچ میں بول اُٹھے اور اُن کے خلاف کہ سن کر وہیں قید کرادیا ؛

زرتشت نامہ نے پہلی باریابی کا بلخ میں ہونا بیان کیا ہے کہ جہاں شاہ گشتاسپ کا باپ لہراسپ سلطنت سے خلع کر کے عزلت نشین تھا۔ پس ظاہر ہے کہ ویذکارت سے اُن کو اتفاق نہیں ہے۔ مسعودی کہ صاحب زرتشت نامہ سے تین سو سال پہلے گزرے تھے بلخ ہی بیان کرتے ہیں۔ پیغمبر سخن فردوسی یا یوں کہنا چاہئے کہ دقیقی نے زرتشت کے آنے اور گشتاسپ کے سامنے اپنا مذہب پیش کرنے کے حال کو نہایت مختصر لکھا ہے شاید اسی وجہ سے وہ کسی خاص مقام کا نام نہیں لیتے۔ لیکن آیندہ واقعات جو درج کئے گئے ہیں چونکہ اُن کا ہونا بلخ میں بیان کیا گیا ہے۔ لہذا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ زرتشت کی پہلی باریابی بھی بلخ میں ہی واقع ہوئی ہو ؛

صاحب دبستان مذاہب نے اپنے معتبر راوی بہرام کے اعتبار پر اس باریابی کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ چوں

زرتشت ...... بدرگاہ شہنشاہ گشتاسپ آمد۔ نام یزدان برخواند[1]۔ پس نزدیک خسرو راہ جست۔ نخست صفے دید از مہتران و گردان ایران وکشورہائے دیگر برپائے ایستادہ و برفراز ایشاں دو صف فیلسوفان و دانایان و فرزانگان نشستہ بقدر دانش بر یکدیگر برتری داشتند۔ چہ دانا را شہنشاہ بغایت دوست داشتے۔ و شاہ جہاں را بر تخت رفیع با تاج گرانمایہ دید.....[2]

اگرچہ فردوسی اختصار کو کام میں لائے ہیں لیکن طرز ملاقات بیان کرتے ہوئے زرتشت کا حمد یزدان کرنا ان کے نزدیک بھی مسلم ہے جس ما قل و دل الفاظ میں اس بلند پایہ شاعر نے اس آمد کو لکھا ہے وہ خالی از لطف نہیں ہے لہذا ہم اُس کو بجنسہ نقل کرتے ہیں :-

بشاہ جہاں گفت پیغمبرم	ترا سوے یزداں ہمی رہ برم
یکے مجمر آتش آورد باز	بگفت از بہشت آوردم فراز
جہاں آفریں گفت بپذیر ایں	نگہ کن بدیں آسمان و زمیں
کہ بے خاک و آبش برآوردہ ام	نگہ کن بدو تاش چوں کردہ ام
نگر تا تواند چنیں کرد کس	مگر من۔ کہ ہستم جہاں دار بس
گرایدوں کہ دانی کہ من کردہ ایں	مرا خواند باید جہاں آفریں
زگویندہ بپذیر بہ دین اوے	بیاموز از و راہ و آئین اوے
نگر تا چہ گوید برآں کار کن	خرد برگزیں ایں جہاں خوار کن
بیاموز آئین دین بہی	کہ بے دیں نہ خوبست شاہنشہی

آگ ہاتھ میں ہونے کا قصہ قریباً تمام ہی مورخین نے لکھا ہے بلکہ قزوینی اور ابن الاثیر زرتشت کے بار پانے کو بھی ایک فوق العادت طریقے پر بیان کرتے

[1] مقابلہ کیجئے عبارت وینکارت سے [2] اس عبارت سے آیندہ کے واسطے تبصرہ رہیگا۔

ہیں۔ کیونکہ اُن کے نزدیک وہ دروازہ سے دربار میں داخل نہیں ہوا بلکہ چھت پھٹتی ہے اور زرتشت آگ ہاتھ میں اُٹھائے ہوئے۔ دربار میں اُتر آیا۔ یہ خاص صورت گو ایک مدعی پیغمبری کے شان کے شایاں ہو۔ ولیکن مجمر آتش کا ہاتھ میں ہونا زیادہ تر قرین قیاس ہے۔ صاحب دبستان مذاہب بھی آگ کے ہاتھ میں ہونے کے قائل ہیں۔ بلکہ یہاں تک مبالغہ کرتے ہیں کہ زرتشت نے اس آگ کو گشتاسپ کے ہاتھ میں دیا اُس کو گرمی تک محسوس نہ ہوئی۔ اور بادشاہ نے اور لوگوں کو پکڑا دی اُن کو بھی خبر نہ ہوئی۔ اس کے بعد کچھ کانسی پگھلائی گئی زرتشت لیٹ گئے اور اُن کے سینے پر ڈالی گئی۔ اور مطلق اثر نہ ہوا۔ اس قصہ میں قزوینی بھی محسن خانی کے ہمزبان ہیں بظاہر یہ دونوں باتیں زرا خلاف عادت معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن دو امور اس کے متعلق خاص کر قابل غور ہیں۔ اوّل یہ کہ زرتشت اُس ملک کے رہنے والے تھے کہ جہاں روغن نفت پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ دعوےٰ کیا جاتا ہے کہ اُن کو طبابت وکیمیا میں دخل تھا۔ لہذا ممکن الوقوع ہے کہ مجمر آتش یا خود آتش کسی ایسے اجزا سے مرکب ہو کہ آگ کی طرح روشن ہو لیکن ایذا رساں نہ ہو چنانچہ آگ کا دست بدست پھرنا اور کچھ حدت نہ معلوم ہونا اس قیاس کی مؤید ہے۔ ہر چند تلاش کیا گیا اس کا پتہ نہیں لگتا کہ پگھلی ہوئی کانسی سوائے پیغمبر یزدان کے کسی اور کے اوپر بھی ڈالی گئی یا نہیں۔ لیکن کہیں سے معلوم نہ ہو سکا ۔

مناظرے زرتشت کو دم بدم نئی مشکلات کا سامنا ہوتا تھا اور قدم قدم پر ہفتخوان طے کرنا پڑتا تھا۔ دربار شاہی اُن کی آخری منزل ہونی چاہئے تھی۔ اور اُن کے معجزات مسکت ومسکن۔ لیکن وہاں غضب یہ ہوا

کہ ان معجزوں نے اور بھی آگ بھڑکا دی۔ اور جو لوگ برسوں سے حکمت و فرزانگی کی بدولت روٹیاں کھاتے تھے فوراً ہی مناظرہ بلکہ مجادلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ بقول زات سپارم کے ان لوگوں نے (کہ جن میں بالطبع کیغ و کرپ بھی شامل تھے) فوراً تینتیس سوالات بنا کر پیش کئے۔ اور شاہ گشتاسپ کے حکم سے زرتشت کو اُن کے جوابات دینے پڑے۔ اِسی پر بس نہیں ہوا۔ بلکہ دنکارت کے نزدیک تو تین روز علے التواتر مباحثہ جاری رہا۔ یہ "دانایان و فرزانگان" راتوں خوض کرتے۔ کتابیں دیکھتے۔ آپس میں مشورے اور مباحثے کرتے اور صبح ہی سے مناظرہ شروع ہو جاتا۔ عقلی و نقلی کوئی مضمون ایسا نہ تھا کہ جس میں فریق ثانی نے اپنے علم و ہنر کا کوئی دقیقہ باقی رکھا ہو۔ غنیمت ہے کہ اس امتحان میں بھی زرتشت کامل العیار نکلے۔ اور اس کلہ بکلہ جنگ میں اُن ہی کو فتح ہوئی۔ ہر سوال کا سو دلائل سے جواب دیا۔ ہر دلیل کو سو براہین سے قطع کیا۔ اور آخر مخالفین کو خاموش کر کے چھوڑا۔ صاحب زرتشت نامہ نے اگرچہ نفس مضمون مباحثات بیان نہیں کیا۔ لیکن اس تمام قصے کو فصاحت و بلاغت کا لباس پہنا کر دلھن بنا بٹھلا دیا ہے۔ افسوس ہے کہ محقق و مجسس نظر اس جلوے سے سیر نہیں ہوتی اور وہ نزاکت و لطافت لفظی کی جگہ پر خشونت و خشک منطقی و فلسفی دلائل و براہین ڈھونڈھتی ہے۔ اور فریقین کی ذہانت و طباعی دیکھنا چاہتی ہے۔ اور یہ باتیں یہاں کوسوں نہیں۔ اس مناظرے سے بادشاہ کے دل میں زرتشت کی کچھ وقعت ہوئی اور اُن سے اُن کا نام و نسب و وطن مالوفہ وغیرہ کا حال پوچھا (شاید) یہ موقع غنیمت جان کر زرتشت نے بادشاہ سے عرض کیا کہ کل ہرمز روز یعنی غرہ ماہ ہے۔ تمام سپاہ و حکمائے سلطنت کو جمع کیا جائے تاکہ میں اُن پر اتمام حجت کر دوں۔ اور اگر

کسی کو اب بھی کچھ شبہات باقی رہ گئے ہوں تو اُس موقع پر رفع کردوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن چونکہ دو تین روز کی متواتر بحثوں نے دھاک بٹھادی۔ لہذا کسی کو چون وچرا کی جُرأت نہ ہوئی۔ زرتشت بادشاہ کی طرف متوجہ ہوئے اور انکو تلقین کرنی شروع کی۔ ایزد و اہرمن میں فرق بتلایا۔ دونوں کی تقلید کا نتیجہ ظاہر کیا۔ وعدہ وعید جتلائے۔ منجیات و مہلکات ذکر کئے۔ لیکن بادشاہ کو اس پر بھی تسلّی نہ ہوئی اور معجزہ طلب کیا۔ وخشور دادار نے اوستا بغل سے نکال کر دکھلائی کہ اس سے بڑھکر معجزہ نہیں ہوسکتا کہ اس کے مقابلہ میں دیو وجادو کا ٹھیرنا ناممکن ہے۔ اسی میں علم نجوم ہے اور اسی میں ہر چیز جو طلب کی جائیگی ملیگی۔ جستہ جستہ مقامات پڑھکر بھی سُنائے۔ لیکن بادشاہ کو تسلی نہ ہوئی۔ اور دیکھنے کے لئے کتاب رکھ لی۔ اور زرتشت کو باآبرو تمام ایک مکان میں اُترواد یا ؎

مناظرے وغیرہ کا نتیجہ

چاہیئے تھا کہ یہ مسکت مناظرے۔ اور شہنشاہ کا میلان طبع حکماء و فرزانگان کو نرم کردیتا۔ ولیکن اُنکی خبث باطنی عموماً۔ اور کیغ وکرپ کی طبعی دشمنی خصوصاً پھر آڑے آئی اور سب نے متفق ہوکر اُن کے دفیعہ وتذلیل کے لئے تدابیر سوچیں ؎

زرتشت کا معمول تھا کہ جب تک مکان پر رہتے مطالعہ وعبادت میں مصروف رہتے۔ اور کہیں جاتے ہوئے قفل لگاکر کنجی چوکیدار کو دے جاتے جو سلطنت کی طرف سے حفاظت کے لئے مقرر تھا۔ اُن کے دشمنوں نے اُس چوکیدار کو ملالیا۔ اور کچھ رشوت دیکر اُس کی معرفت زرتشت کے بستر اور تکیہ وغیرہ میں کچھ "پلید چیزیں" یعنی کُتے بلی کا خون اور بال۔ سر اور ناخن۔ اور مُردوں کی ہڈیاں وغیرہ رکھوادیں۔ اور سادہ لوح بادشاہ سے جڑدی کہ زرتشت جادوگر ہے۔ اور ثبوت میں وہ چیزیں اُن کے مکان اور اسباب ضروری میں

جا کر دکھلا دیں۔ اس سے زیادہ تحقیقات و شہادت کی ضرورت نہ تھی۔ بادشاہ نے فوراً زرتشت کو قید کر دیا۔ اور اوستا کو اٹھا کر پھینک دیا۔ مخالفین کا اوچھا ہاتھ کاری پڑا اور اپنی سازش و تدبیر پر نازاں اور زرتشت کی ذلت پر فرحاں ہو کر مطمئن ہو گئے۔

زرتشت کے معجزہ سے مشکی گھوڑے کا صحت پانا اور اُن کا رہا ہونا۔

بے گناہ کی آہیں اور مظلوم کا صبر رنگ لا کر رہتا ہے۔ خداوند عالم کی رحمت کو جوش ہوتا ہے اور وہ اپنے عاجز بندے کے لئے وہ کارسازی فرماتا ہے کہ جو انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آتی۔ اس نئی افتاد نے زرتشت کو بہت ہی مایوس کر دیا تھا۔ امید کی تمام راہیں مسدود ہو گئی تھیں کہ اتفاقاً یکایک بادشاہ کے نہایت عزیز مشکی گھوڑے بہزاد نامی کی ٹانگیں رہ گئیں۔ اور اُس کا ہلنا سرکنا بھی متعذر ہو گیا۔ تمام بیطار اُس کے علاج سے عاجز آ گئے تھے اور گشتاسپ کو اس کا سخت قلق تھا۔ محبس میں بھی اس واقعہ کی خبر پہنچی۔ زرتشت نے اس کو کرشمہ قدرت اور غضب یزدانی کہا اور اپنی رہائی اور چند اور شرائط پر دعا یا معجزہ سے اُس کو اچھا کر دینے کا وعدہ کیا۔ بادشاہ یہ سُن کر بہت خوش ہوا۔ زرتشت کو فوراً رہا کر دیا اور گھوڑے کے ہر پیر کے عوض میں مُنہ مانگا انعام دینے پر راضی ہو گیا۔ ونکارت نے اس واقعہ کو نہایت مختصر لکھا ہے۔ لیکن صاحب زرتشت نامہ نے اس واقعہ کو اپنے پیغمبر کا معجزہ سمجھ کر نہایت شد و مد کے ساتھ لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ بہت کچھ رطب و یابس استعمال کیا ہے۔ ہم یہ سمجھ کر کہ اس قسم کے واقعے اور ہتھکنڈے بادشاہوں کے سامنے اکثر وقوع میں آتے ہیں۔ بھولے بھالے بلکہ سادہ لوح گشتاسپ کا ایک اتنی سی بات پر

پرکھا جانا۔ اور زرتشت جیسے آزمودہ کار۔ سیاح اور طبیب کا رجھالینا چنداں فوق العادت نہیں سمجھتے اور نفس مضمون کو بیان کرتے ہیں۔ وہ بھی اس لئے کہ یہ واقعہ اُن کی رہائی کا ذریعہ اور آیندہ کامیابیوں کا بڑا سبب ہوا تھا ÷

زرتشت محبس سے بادشاہ کے حضور میں پہنچائے گئے۔ اُنہوں نے مزید اطمینان کے لئے گشتاسپ سے پھر عہد لیا۔ اور دونوں اصطبل میں گئے اور بادشاہ سے از سرنو پھر پیمان لیا کہ اگر گھوڑے کا ایک پیر اچھا ہوجائے تو وہ زرتشت پر ایمان لے آئے۔ قول وقرار ہونے پر زرتشت نے دعا کی۔ اور اپنا داہنا ہاتھ گھوڑے کے اگلے داہنے پیر پر پھیرا اور گھوڑے نے وہ پیر پھیلادیا۔ دوسری یہ شرط تھی کہ شاہزادہ اسفندیار عہد کرے کہ وہ میرے مذہب کے شیوع پر دل وجان سے کمر باندھے اور جس طرح ممکن ہو اس کو پھیلائے۔ اسفندیار نے عہد کیا اور زرتشت نے گھوڑے کی پچھلی داہنی ٹانگ پر وہی عمل کیا۔ وہ بھی اچھی ہوگئی ÷

تیسری شرط تھی بانوے بانوان (ملکہ) کا ایمان لے آنا۔ اس کے ایفاء پر تیسری ٹانگ بھی ٹھیک ہوگئی ÷

چوتھی شرط تھی کہ دربان سے بُلا کر دریافت کیا جائے کہ وہ "پلید چیزیں" کس طرح زرتشت کے اسباب تک پہنچیں۔ اور پھر اصل مجرمین کو سزا دیجائے دربان کو دھمکایا گیا تو اُس نے اصل حال بیان کردیا۔ اور چار آدمیوں کی سازش بتلائی۔ جیسے ہی اُن سب کو قتل کیا گیا۔ گھوڑا اچھا ہوگیا[1]۔ بادشاہ وہیں زرتشت کے قدموں پر گر پڑا۔ اور اُن پر ایمان لے آیا ÷

[1] صاحب دبستان مذاہب نے اسی ضمن میں مایوس العلاج لہراسپ (شاہ گشتاسپ کے والد) اور وزیر سلطنت کا زرتشت کے معجزہ سے اچھا ہونا بھی بیان کیا ہے ÷

گشتاسپ کا ایمان و ایقان

اگرچہ کہنا چاہئے کہ گشتاسپ اس واقعہ کے بعد ہی ایمان لے آیا تھا۔ اور زرتشت کا کما حقہٗ معتقد ہو گیا تھا۔ لیکن مزید تسلّی یا عین الیقین و حق الیقین کے لئے اُس نے اپنی چار خواہشیں بیان کیں کہ پوری کر دی جائیں۔ زرتشت نامہ نے اس واقعہ پر بھی اپنا زور طبیعت دکھلایا ہے۔ لیکن اُس رنگ آمیزی سے مورخ و واقعہ نگار کی نظر صرف مصنف کی ذہانت و فطانت اور سلیقہ کا اندازہ لگا سکتی ہے۔ وگرنہ پہلوی کتابوں سے اصلیت صرف اتنی معلوم ہوتی ہے کہ گشتاسپ کی چار خواہشیں یا شرطیں یہ تھیں کہ (۱) اُس کو بہشت کا وہ مقام دکھلا دیا جائے جہاں مرنے کے بعد اُس کو رہنا ہوگا۔ (۲) اُس کے بدن پر کسی ہتھیار کا اثر نہ ہو سکے (۳) اُس کو علم اوّلین و آخرین دے دیا جائے۔ (۴) تا روز رستخیز موت نہ آئے[۱]*

زرتشت نے کہا کہ ایک شخص واحد میں ان چاروں صفات کا جمع ہونا ناممکن ہے۔ بہتر ہو کہ بادشاہ ان چاروں میں سے ایک بات کو اپنے لئے انتخاب کر لے۔ لاچار اُس نے اولین پر قناعت کی*

امشاسپند (فرشتگانِ مقرب) کا ظاہر ہونا

وخشور داد ار وعدہ کر کے اپنے قیام گاہ پر چلے آئے اور رات بھر دُعا و ثنا۔ نیائش و نماز میں گزار دی صبح کو دربار شاہی میں گئے۔ ابھی جا کر بیٹھے ہی تھے کہ دربان ہانپتا کانپتا گھبرایا ہوا آیا۔ اور اطلاع کی کہ تین[۲] نہایت مہیب سوار اندر آیا چاہتے

---

[۱] حضرت کی سبکسری دیکھی! کوئی پوچھے کہ مانگنے ہی بیٹھے تھے تو کسر ہی کیوں رکھی۔ منہ مانگی مراد ملتی ہی تھی۔ ایک ہی چیز مانگی ہوتی کہ تمام چیزوں پر ''۔۔'' دی ہوتی*

[۲] بعض نے (جس میں صاحب زرتشت نامہ بھی شامل ہے) امشاسپند خورداد اور شامل کر کے چار بتلائے ہیں۔ لیکن ہم نے دنکارت کو معتبر سمجھ کر اسی کا قول بیان کیا ہے*

ہیں۔ اور کسی کے روکے نہیں رُکتے۔ شہنشاہ نے زرتشت سے پوچھا کہ بھلا یہ کون لوگ ہونگے؟ جواب ملا کہ بہمن۔ اُردی بہشت۔ اور آذر۔ تینوں فرشتگان مقرب ہیں ⁂

دنکارت اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "...... پھر خالق ہرمزد نے بہمن۔ اُردی بہشت اور آذر سے کہا کہ تم گشتاسپ (کہ جس کے پاس بہت سے جانور ہیں اور دُنیا میں دور دور تک مشہور ہے) کے گھر جاؤ۔ تاکہ اُسکو مذہب حقہ کا یقین آجائے۔ اور راستباز زرتشت کے وعدہ وعید سچے سمجھے جائیں ......" یہ فرشتہ اس حکم کے بموجب زمین پر اُترتے ہیں۔ اور گشتاسپ "مکان" (ڈیوڑھی۔ محل۔ قلعہ) پر پہنچتے ہیں۔ گشتاسپ کو ان کے لمعۂ انوار سے اپنا گھر آسمان معلوم ہوتا تھا۔ بادشاہ۔ درباری اور سالاران فوج کی آنکھیں چوندھیائی جاتی تھیں۔ اور سب کانپ رہے تھے۔ ان فرشتوں میں سے سب سے بڑے فرشتے[1] کی ہیئت کذائی گاڑیبانوں کی سی تھی۔ آذر نے مرعوب بادشاہ سے کہا کہ ہم کچھ ڈرانے دھمکانے نہیں آئے ہیں۔ جس طرح ارجاسپ کے ایلچی آئینگے۔ بلکہ صرف یہ کہنے آئے ہیں کہ تجھے دین زردشت قبول کرلینا چاہیئے۔ اگر تو ایسا کریگا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تیری سلطنت ڈیڑھ سو برس تک قایم رہیگی! اور برکات عجیبہ دیکھیگا اور پشوتن نامی ایک عرفانی بیٹا پائیگا۔ اور اگر اس کے خلاف کیا تو جان لے کہ تیرا آخر وقت آپہنچا۔" یہ کہہ کر تینوں فرشتے چلے گئے ⁂

یہ اقوال تھے دنکارت کے۔ زرتشت نامہ نے اس مہتم بالشان واقعہ پر بھی بہت کچھ زور لگایا ہے۔ لیکن ہمیں پھر بھی شکایت ہے۔ اور حق بھی

[1] کیا عجب ہے بہمن ہو۔ لیکن آگے لکھا ہے کہ آذر نے گفتگو کی۔ لہذا یہ فیصلہ نہیں ہوسکتا کہ بڑا فرشتہ کون تھا

یہ ہے کہ حق ادا نہ کر سکے۔ صاحب دبستان مذاہب نے ان ہی سے
اقتباس کیا ہے۔ اور غالباً اپنے مستند راوی بہرام کی معاونت سے
حشو و زواید کو چھوڑا ہے۔ یہ اقوال ذیل میں درج ہیں:۔ "امشاسپند فروشکوہ
کے ساتھ دربار شاہی میں پہنچے اور بادشاہ سے متوجہ ہوکر کہا کہ ہم تینوں فرشتہ
و فرستنہ یزدان ہیں ہرمزد کی طرف سے پیغام لائے ہیں کہ زرتشت ہمارا
پیغمبر ہے کہ دنیا بھر کے لئے بھیجا گیا ہے! تجھپر اُس کی عزیز داشت فرض
ہے۔ اگر اُس کی اطاعت کریگا تو دوزخ سے بچیگا۔ خبردار اُس کو تکلیف نہ
ہونے پائے۔ اگر اُس کے ذریعہ سے تو مراد کو پہنچے تو اور بھی اُسکی اطاعت
و فرمانبرداری کرنا"

گشتاسپ اگرچہ نہایت دلیر شخص تھا۔ لیکن اس وقت اُس پر کچھ ایسا
رعب چھایا کہ بیہوش ہوکر تخت سے نیچے گرگیا۔ غشی سے کچھ افاقہ ہوا تو کھڑا
ہوا اور زرتشت سے مخاطب ہوکر کہا کہ

منم کمترین بندہ از بندگاں　　بفرمان تو بستہ دارم میاں

امشاسپند صرف اتنا سُنتے ہی چل دئے"

اگرچہ دونوں اقوال بادی النظر میں زمین و آسمان کا فرق رکھتے ہیں لیکن
یہ اختلافات فروعی ہیں۔ چونکہ یہ واقعہ فی حد ذاتہ نہایت مہتم بالشان ہے
لہذا ہم نے بلا کسی تشریح کے دونوں اقوال لکھ دینے مناسب سمجھے۔

حصول مراد

چونکہ زرتشت کے آتے ہی امشاسپند آ گئے تھے۔ اُن کو
اب تک کچھ کہنے کا موقع نہ ملا تھا۔ فرشتوں کے چلے جانے
کے بعد بادشاہ کے حواس مجتمع ہوئے تو پیغمبر یزدان نے مبارکباد دے کر
کہا کہ "راست جبر میں نے تمہارے حصول مراد کے لئے دُعا کی اور یزدان نے

منظور فرمائی۔ چلو تخلیہ میں چلیں تاکہ اسکی تکمیل ہوجائے۔ چنانچہ تخلیہ میں گئے۔ شراب دودھ۔ پھول۔ انار منگوائے گئے۔ زرتشت نے کچھ دعا پڑھ کر ان چیزوں پر دم کی شراب بادشاہ کو پلائی۔ وہ پیتے ہی بیہوش ہوگیا۔ اور تین روز اُسی بیہوشی میں گزر گئے۔ اس حالت میں اُس کی روح بہشت میں رہی وہاں کے باغات کو دیکھا اور قصور کی سیر کی۔ نیکوکاروں کے مقامات دیکھے۔ اور اسی ضمن میں اُس نے وہ جگہ دیکھی جو بعد موت اُس کے لئے خاص کردیا گیا تھا۔ دودھ زرتشت نے پشوتن کو پلایا کہ جس کے اثر سے اُس نے زندگی جاوید پائی[1]۔ جاماسپ کو پھول سُنگھائے کہ معاً اُس پر علم اولین و آخرین کُھل گئے۔ اور انار اسفندیار کو کھلایا کہ بمجرد کھانے کے اُس کا بدن سخت ہوکر کانسی کا بن گیا کہ اس کے بعد کسی ہتھیار کا اثر اُس کے جسم پر کہیں نہ ہوتا تھا۔ یہ قول صاحب زرتشت نامہ اور فرزانہ بہرام کے ہیں ونکارت اس واقعہ کو ایک اور تمہید کے ساتھ صرف اس قدر بیان کرتا ہے کہ خسرو خسروان (بادشاہ) کو اُردی بہشت کے ہاتھ سے زرتشت نے چشمۂ حیات کا پانی پلایا۔ اور بانو بانوان (ملکہ) اُسی فرشتہ کے کہنے سے زرتشت پر ایمان لے آئی +

ونکارت کا یہ قول نہایت مجمل اور غیر تسلی بخش ہے۔ لہذا قول اول کو اختیار کیا گیا ہے۔ گو وہ استناد کے حق میں وہ درجہ نہیں رکھتا جو ونکارت کو حاصل ہے۔ قصہ مختصر اس واقعہ کے بعد بادشاہ کو اطمینان ہوا اور سچّے دل سے زرتشت پر ایمان لے آیا +

اس باب کے مفصل واقعات کچھ ایسے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں کہ

[1] علماء وعقلاء یزدانی نے زندگی جاوید کی تفسیر کی ہے "معرفت ذات خود و نفس" کہ جسکو کبھی فنا نہیں ہوتی اور چونکہ دودھ بچے کی غذا ہے اور علم روح کی غذا ہے لہذا علم کو روح سے تعبیر کیا گیا ہے +

اگر کوئی شخص کوشش کرکے اصلی رنگ میں سے غیر واقعہ اور فسانہ کے دھبے دیکھنا چاہے تو باوجود کوشش نہیں معلوم کرسکتا۔ ہر امر بجاے خود عجیب ہے اور ہر واقعہ کسی نہ کسی صورت میں پہلوی مستند کتابوں میں ملتا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ان میں سے ہر ایک امر کی بنیاد کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔ ورنہ ایک عظیم الشان بادشاہ کے دل کو (خواہ وہ گشتاسپ کی طرح بھولا بھالا ہی کیوں نہ ہو) موم کرلینا کچھ آسان کام نہ تھا۔ اور کامیابی کی اگر کوئی سبیل تھی تو فوق العادت نشان دکھلانے۔ اور حسود کی زبان بندی بھی اسی طریقہ سے ہونی ممکن تھی ورنہ یکہ وتنہا۔ بے یار و مددگار زرتشت کا دربار میں ٹھیرنا ناممکن ہوجاتا۔

باب پنجم

گشتاسپ اور اُسکے اراکین سلطنت وغیرہ

ہم اوپر کہہ آئے ہیں کہ گشتاسپ کو زرتشت کے مذہب سے بالکل وہی نسبت ہے کہ جو قسطنطین کو مذہب مسیح سے۔ شیوع مذہب میں دونوں کی سعی بلکہ غلو برابر تھا۔ دونوں کی بدولت مذہب کے لئے سیکڑوں جانیں گئیں۔ اگر یہ دونوں بادشاہ نہ ہوتے تو آج دنیا میں ان دونوں مذاہب کا نمود اس درجہ پر نہ ہوتا۔ گشتاسپ قبول مذہب کے بعد اپنے پیغمبر کے بالکل جزو لاینفک بن جاتے ہیں۔ اور اس درجہ کے کہ اب بھی اگر کہیں زرتشت کا ذکر آتا ہے تو ممکن نہیں کہ گشتاسپ کا نام نہ آئے۔ اس لحاظ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً اس بادشاہ اور اس کے اراکین سلطنت کے حالات بیان کردئے جائیں۔ ژند و پہلوی کتابیں اس بادشاہ کے حالات و توصیف میں بھری پڑی ہیں۔ اور جن الفاظ کے ساتھ تذکرہ ہوا ہے وہ ہمارے نزدیک اُن کے احسانات کے مقابلہ میں بہت ہی خفیف ہیں جو گشتاسپ کے اس مذہب پر ہیں؀

ہم ذیل میں ایک شجرہ دیتے ہیں جس سے گشتاسپ کی اولاد پر ایک اجمالی نظر پڑسکیگی۔ یہ شجرہ مسٹر جسٹی نے ایرانی ماخذ سے لیا ہے۔ اس میں صرف ان ہی لوگوں کو دکھلایا گیا ہے جن سے آیندہ کچھ کام پڑیگا۔ یا جن کا تذکرہ آچکا ہے۔ اور اُن ہی کا مشہور نام فردوسی سے لیا گیا ہے باقی تمام نام وہی قایم
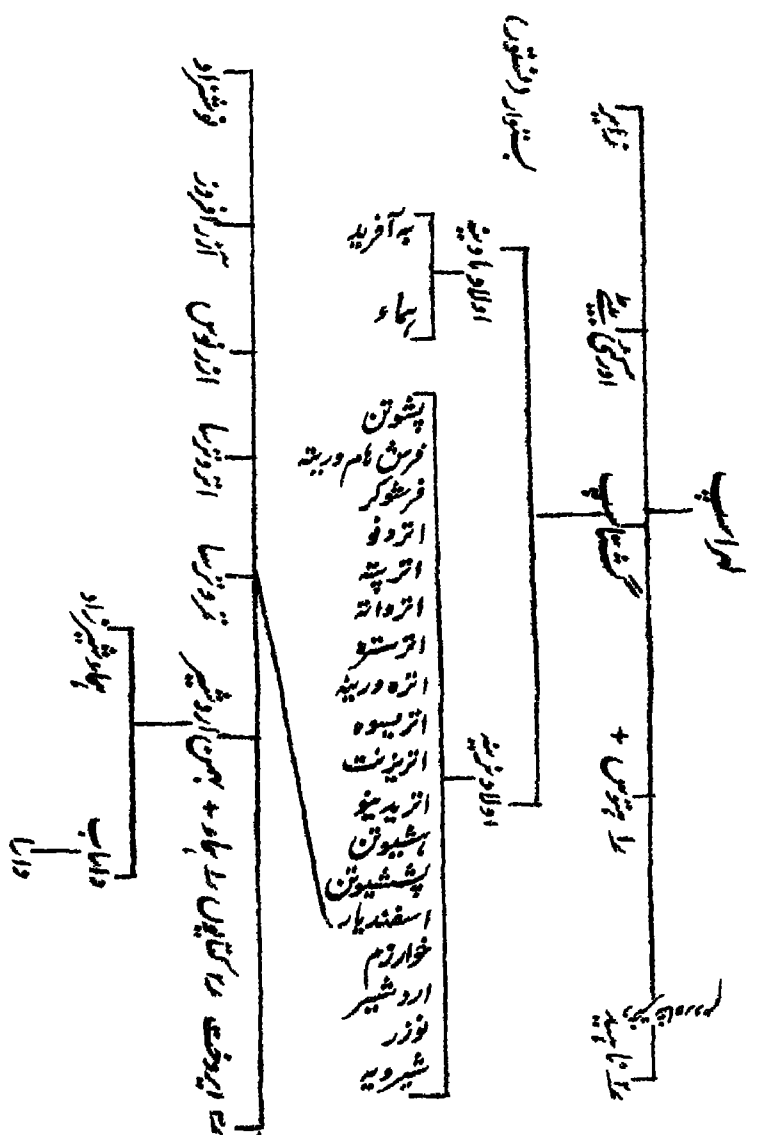
رکھے گئے ہیں جو پہلوی میں مذکور ہیں :-

ظاہر ہے کہ گشتاسپ لہراسپ کا بیٹا ہے۔ اور وارث خاندان کے ملکہ (جو ایران میں بانو بانوان کا خطاب رکھتی ہے) اپنے ہی خاندان کی بیٹی[1] ہے۔ زریر بادشاہ کا جاں نثار۔ وفادار۔ ثابت قدم جری بھائی ہے کہ جس سے مذہب زرتشت کو بڑی تقویت ہوئی۔ اور جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا۔ پہلی ہی مذہبی لڑائی میں یہ اپنے مذہب پر سے قربان ہوگیا۔ مسٹر جسٹی نے صرف اٹھارہ اولاد نرینہ دکھلائی ہیں۔ لیکن صاحب یادگار زاریران تیس اور فردوسی ۳۸ بتلاتے ہیں۔ ان میں سے پشوتن اور اسفندیار کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اور آیندہ پھر آئیگا۔ اسفندیار کی بہن ہماء (جو آخر رسم کے موافق اسفندیار سے بیاہی گئی) اس درجہ خوبصورت تھی کہ اُس زمانہ میں ایران بھر میں اُس کا شہرہ تھا۔ یہ اور اس کی بہن بہ آفرید چند روز ارجاسپ کی قید میں رہی ہیں۔ اور اسفندیار ہی کی بسالت نے اُن کو رہا کرایا ہے۔

پہلوی مصنفین نے گشتاسپ کی تصویر کا صرف ایک رخ دیکھا ہے۔ اور اُسی پر اُن کی تمام رائیں متفرع ہیں۔ صادق زرتشتی اور پکا ایماندار۔ حامی مذہب کہتے کہتے حسن عقیدت نے اُس کو ایک فرشتے کے اوتار کی شکل میں دکھلایا ہے۔ اور حسن ظن نے قیامت میں محاسب بتلایا ہے۔ لیکن اگر دوسرا رخ بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہی بھولا بھالا بادشاہ تھا۔ اہم معاملات میں بھی اس قدر بے پروائی دکھلاتا تھا کہ سادگی کے درجے پر

---

[1] بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ گشتاسپ کی بہن ہے۔ مجھے اس پر تعجب تھا۔ اور بار بار خیال آتا تھا کہ ہونہ ہو مسٹر جسٹی نے کہیں غلطی کی ہے۔ لیکن یادگار زاریران سے یہ نکتہ حل ہوا اور معلوم ہوا کہ بہن سے شادی کرنے کی اس خاندان میں رسم ہی تھی۔ چنانچہ اسفندیار نے بھی اپنی بہن ہماء کو بیاہا۔ شاہنامہ سے اور بھی مثالیں مل گئیں اور اسکے بعد اطمینان ہوگیا۔

پہنچ جاتی تھی۔کسی معاملہ کی تحقیق سے اُس کو واسطہ ہی نہ تھا۔اراکین سلطنت نے جو کچھ کہا۔ان کے نزدیک پتھر کی لکیر ہوگئی۔جلد بازی میں جو حرکت کر بیٹھتا تھا۔اُس پر ہمیشہ پچھتاتا تھا۔جوش میں جو کچھ کر گزرتا تھا اُس پر ہمیشہ روتا تھا۔باپ سے محض اس لئے روٹھ کر بھاگ گیا کہ اُس نے ان کو اپنی زندگی ہی میں تخت پر کیوں نہ بٹھا دیا۔آخر بُلایا ہوا (یا پکڑا ہوا) آیا تو باپ سے مل کر رو دیا۔اسفندیار جیسے بیٹے کو محض ایک شخص کے بیان پر قید کر دیا۔اور آخر شکستیں کھا کر مدد کے لئے بُلانا پڑا۔اور دیکھتے ہی رو دیا۔مہم کے رو براہ کرنے اور فتح پانے کے صلے میں اسفندیار کو تخت دینے کا وعدہ کیا۔مگر جیسے ہی اُس نے فتح پائی اور تخت کا دعوے کیا بس پھر بیٹھے اور بہانوں سے ٹالا۔اور نادانی دیکھئے کہ کس ترکیب سے کہ رستم کو پکڑ لاؤ۔اتنا خیال نہ آیا کہ کہاں وہ گرگ باراں دیدہ۔اور کہاں یہ حلوان۔آخر وہ بیچارہ ایسا زابلستان گیا کہ زندہ نہ لوٹ سکا۔اس پر آپ بہت کچھ روئے ہیں۔اور ہر طرف سے طعنوں کی بوچھاڑ پر سخت نادم ہوئے ہیں۔لیکن یہ اس بندۂ خدا سے کبھی نہ ہوا کہ آغاز میں انجام پر نظر ڈال لے۔رونا بہت آتا تھا مگر ابتداء میں دماغ پر زور ڈالنا قسم تھا۔وہ تو غنیمت تھا کہ اسفندیار باپ کے دشمنوں سے ملک خالی کر گیا تھا ورنہ خیریت سے اپنی ہی زندگی میں ہنوز چشمش نگران است کہ ملکش باد گران است کا مضمون دیکھ لیتے ؛

یہ تو آپ کی تعریف ہوئی معاملات سلطنت میں اب اُس سلوک پر نظر ڈالی جائے جو زرتشت کے ساتھ آپ نے کیا تو وہ اور بھی عجیب معلوم ہوتا ہے۔چونکہ وہ مفصل بیان ہو چکا ہے۔محتاج تشریح نہیں ہے۔ہر شخص رائے لگا سکتا ہے ؛

ایّام شاہزادگی کے حالات ان حضرت کے شاید دلچسپ ہوتے لیکن افسوس ہے کہ تفصیل نہیں مل سکتی۔ فردوسی مرحوم کے جو کچھ احسانات شاہان ایران کی ارواح پر ہیں اُسی کا شمہ یہ ہے کہ جزوی حالات مل جاتے ہیں۔ اور یہی ہم ذیل میں درج کئے دیتے ہیں۔ پیغمبر سخن۔ لہراسپ کی تخت نشینی اور ایک شارستان کی آبادی کا نہایت مختصر الفاظ میں تذکرہ کر کے لکھتے ہیں کہ ایک روز لہراسپ نے جشن کیا۔ شراب کے دور میں تمام اراکین سلطنت مرشدزادے اور شاہزادے شامل تھے۔ کہ اُسی حالت میں گشتاسپ نے باپ سے تخت مانگا۔ اُس نے دھمکا دیا۔ اور کہا کہ ابھی جوان اور ناتجربہ کار ہو ایسی مالایطاق ہٹیں نہ کرو۔ یہ حضرت روٹھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ہندوستان کا رُخ کیا۔ اُدھر شفقت پدری کا جوش ہوا۔ لہراسپ نے اپنے دوسرے بیٹے زایر کو بھیجا وہ سمجھا بجھا کر ان کو واپس لے آیا۔ یہاں پھر کس مپرسی خار دامن ہوئی۔ پلہ چھڑایا اور روم[1] کی طرف نکل گئے۔ باپ نے پھر زایر کو ڈھونڈھنے بھیجا۔ لیکن چونکہ اس مرتبہ تنہا نکلے تھے۔ لہذا پتہ نہ پا کر سب مایوس ہو بیٹھے۔

نازوں کے پالے شاہزادے نے روم میں سخت تکلیفیں اُٹھائیں۔ روزانہ آذوقہ سے محتاج ہو گئے۔ ایک لوہار کے ہاں مزدوری کرنے گئے۔ زور کیانی نے اُس کی سندان ایک ہی ہتوڑے میں توڑ ڈالی۔ اُس نے بھی دھتکار دیا۔ سخت پریشان۔ ہر طرف سے مایوس۔ فاقوں نے کمر توڑ دی تھی۔ ایک مقام پر بیٹھے تھے کہ ایک شخص کو رحم آیا (کہ وہ اتفاق سے نسل فریدوں سے تھا) اور ان کو اپنے گھر اُٹھا لے گیا۔ اور کھانے پینے کا متکفل ہوا۔

اتفاق کی بات کہ قیصر روم کی بیٹی کتایوں (ناہید) نام کہیں ان پر

[1] روم کا اطلاق ایشیاء کوچک۔ یونان۔ اور مملکت قسطنطنیہ پر ہوتا تھا۔

عاشق[1] ہوگئی - اور یہ بے خانماں - گم نام - قلاش - پیٹ کو روٹی نہ تن کو کپڑا - پھٹے حال - بُری گت - قیصر روم کو کمخواب میں ٹاٹ کا پیوند بھلا کب پسند آیا - مگر تریاہٹ کی وکالت نے شادی کرا ہی دی - لیکن باپ بیٹی کی صورت تک سے بیزار ہوگیا - اور اُس کو بے جہیز ہی رخصت کر دیا (یا نکال دیا) گشتاسپ شاہزادی کو اپنے محسن کے گھر لے آئے - مگر سخت پریشان کہ دیروز غم نانے دیگر داشتم وامروز غم جانے دیگر - شاہزادی نے شوہر کو پریشان دیکھکر ایک یاقوت دیا - یہ بیچ لائے تو کہیں نان شبینہ میسر ہوئی - مثل ہے کہ ہاتھی لٹیگا تو بھی چھپن ٹکے کا رہیگا *

اتفاق سے ایک شخص یادگار نسل سلم میرین نام - قیصر کی دوسری بیٹی پر عاشق ہوا اور اُس نے جا کر خواستگاری کی - قیصر کو پہلی بیٹی کی طرف سے صدمہ پہنچ ہی چکا تھا - لہذا اُس نے یہ شرط لگائی کہ میرا داماد وہی شخص بن سکتا ہے کہ جو اُس بھیڑئے کو مار لائے جس نے بیشہ فاسقون میں راستہ بند کر رکھا ہے - اور سب کا ناک میں دم کر دیا ہے - میرین اہل قلم میں سے تھا - اُس سے اگر کوئی رزمیہ مضمون لکھنے کو کہا جاتا تو شاید وہ بوجہ احسن شاہ داماد ہوتا - مگر یہاں فرمایش تھی عملاً کچھ کر دکھانے کی - بیچارے فدوی کے ہوش جاتے رہے - بادشاہ سے تو آرے بلے کر کے چلا آیا - مگر سخت مایوس - آخر گشتاسپ کا کہیں سے پتہ لگایا[2] - اور ان کے محسن سے سفارش کرائی - ان کا شکار روزمرہ ہی تھا - یہ گئے اور بھیڑئے کا شکار کر کے لا دیا مگر اُس کے سامنے کے دانت اُکھاڑ کر اپنے پاس رکھ لئے *

---

[1] فردوسی خواب میں عاشق ہونا بتلاتے ہیں - واللہ اعلم *

[2] فردوسی کہتے ہیں کہ بذریعہ نجوم اُس نے معلوم کیا تھا کہ فلاں صفات کا آدمی یہاں آنے والا ہے *

چند روز بعد ایک اور حضرت اہرن نامی کو قیصر کی خویشی کا شوق چرّایا۔ اس کے لئے اژدہا کوہ سقیلا کا مارنا مشروط ہوا۔ یہ روگ ان کے بھی مان کا نہ تھا۔ یہ بھی گشتاسپ کے پاس پہنچے۔ اور اپنا مطلب حاصل کرالائے۔ لیکن شاہزادے نے اژدہا کے دانت بھی اپنے پاس رکھ لئے ❊

چند روز پھر بیکار گزر گئے۔ اس اثنا میں معلوم ہوتا ہے کہ بیوی نے عورتوں کی عادت کے موافق طعنے دینے شروع کر دئے تھے۔ ایک روز گشتاسپ اُٹھے اور اُس میدان میں پہنچے جہاں قیصر چوگان کھیلا کرتا تھا۔ یہ بھی شامل ہوئے اور اس خوبصورتی سے کھیلے کہ لوگ عش عش کر گئے۔ اس کے بعد کچھ سپہگری کے کرتب دکھلائے کہ قیصر متعجب رہ گیا۔ اور ان کے نام و حالات کا مستفسر ہوا جن جوشیلے الفاظ میں گشتاسپ نے جواب دیا ہے اُس کے لئے فردوسی کی زبان و قلم موزوں معلوم ہوتا ہے:-

چنیں گفت کاں خوار و بیگانہ مرد	کہ از شہر قیصر ورا دور کرد
چو داماد گشتم ز شہرم براند	کس از دفترش نام من برنخواند
ز قیصر ستم بر کتایوں رسید	کہ مردے غریب از جہاں برگزید
نرفت اندراں جز بآئین خویش	ازاں راستی خواری آمدش پیش
بہ بیشہ دروں آں زیانکار گرگ	بکوہ اندروں اژدہائے سترگ
سرِ شاں بزخم من آمد بہ پائے	بداں کار ہیشوئے[1] بُد رہنمائے
کہ دندان ہا شاں بجانِ من است	ہماں زخم خنجر نشانِ من است
زہیشوئے قیصر بپرسد سخن	نو است ایں نہ گشتست کارے کہن

ہیشو نے تائید کی اور گشتاسپ نے دانت دکھائے۔ دونوں داماد

---

[1] نام محسن گشتاسپ ❊

مقہور ہو گئے۔ اور ان کی عظمت اس درجہ بڑھی کہ بادشاہ بیٹی داماد دونوں کو
اپنے یہاں اُٹھوا لے گیا۔ چند روز بعد مہتر الیاس والیٔ خزر کے خلاف گشتاسپ
کو بھیجا۔ یہ اس زبردست شخص کو گرفتار کر لائے۔ بس اب کیا تھا۔ یہاں تک
نوبت پہنچی کہ آپ بادشاہ کے برابر تخت پر بیٹھنے لگے۔ قیصر نے گشتاسپ
کے بِرتے پر ایران سے باج مانگا۔ لہراسپ کو قیصر کا یہ پیغام سُن کر سخت
حیرت ہوئی کہ آخر قیصر کو اتنی ہمت کیونکر ہوئی۔ مگر ایلچی سے پوچھتے پوچھتے
پتہ لگا لیا کہ یہ صاحبزادہ بلند اقبال کی کارگزاری ہے۔ مجبور بیچارے نے
زایر کے ساتھ اور بہت سے شہزادوں کو اپنا تاج دیکر قیصر کی دارالسلطنت
بھیجا۔ ان لوگوں نے وہیں گشتاسپ کو تاجدار بنا دیا۔ اور ہنسی خوشی اپنے
گھر لے آئے۔

گشتاسپ کا کچھ قصہ ایک یونانی فاضل ایتھنس نے بھی لکھا ہے
لیکن اس میں اور فردوسی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اُن کے نزدیک
یہ قصہ زریاڈرس گشتاسپ کے بھائی (غالباً زایر) کے دوران سلطنت میں
واقع ہوا۔ اُن کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ زریاڈرس (یا زایر) ایک حصۂ
ملک پر حکمران تھا جو میڈیا میں واقع ہے۔ لیکن تواریخ سے پتہ نہیں چلتا
کہ زایر کبھی کہیں کا مستقل بادشاہ رہا ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی خاص علاقہ
اُس کی جاگیر میں ہو۔ فاضل یونانی نے شاہزادی ناہید کی جگہ کسی شاہزادی
اڈوبیٹس کا نام لیا ہے۔ ممکن ہے کہ زایر کی طرح اس نام میں بھی تبدیلی کی
گئی ہو۔ اور ناہید کی جگہ اڈوبیٹس قایم کیا گیا ہو۔

گشتاسپ کے ایمان لانے کا اثر

غرض یزدان پرست گشتاسپ کو معتقدات میں
چاہیں جو بنائیں۔ لیکن ایک مورخ کے دل پر

اُس کے انقلاب اور انتقال مذہب کا صرف اتنا اثر پڑیگا کہ اس کو اس میں کچھ شک نہ رہیگا کہ زرتشت کو نمود محض اُسی کی ذات سے حاصل ہوا ؀

اس وقت تک مذہب کی جڑ پوری قایم نہ ہوئی تھی۔ مخالف ہوائیں چل ہی رہی تھیں دم دم میں اس کے اکھڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ مگر بادشاہ کی آبیاری سے اُس کو تقویت ہوئی۔ اور سلطنت کا سہارا پاکر پھیلا، پھلا۔ اور پھولا ؀

گشتاسپ کے ایمان قبول کرتے ہی تو زرتشت نے علے الاعلان نہایت اطمینان کے ساتھ اپنی تعلیمات پھیلائی اور آیندہ مستقل زندگی کے وعدہ و وعید کا اظہار شروع کر دیا ؀

جس جلسہ میں کہ گشتاسپ ایمان لایا ہے اُس کے واقعات اوستا کے ایک یشت میں (جس کا نام گشتاسپ ساستو ہے) محفوظ ہیں لیکن نہایت اجمال کے ساتھ۔ مصنف زرتشت نامہ نے ان واقعات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ اور بھی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ صاحب دبستان مذاہب نے جو گشتاسپ ساستو کا اقتباس اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ چونکہ وہ حشو و زواید سے پاک ہے لہذا اُن ہی کی زبان کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

"پس زرتشت پیغمبر با گشتاسپ فصلے از عظمت و ہیبت باری تعالیٰ برخواند۔ وزاں سپس گفت چوں راہ یزداں پذیری خرم بہشت جائے تست و آنکہ ایں رہ بہشت اہرمن او را بدوزخ برد۔ و بدیں خرم شود۔ و پس از گرفتار شدن با او گوید کہ راہ یزداں بہشتی۔ با دوزخ افتادی ؀

داد ار بہ بندگان شود و مرا بدیشاں فرستاد و گفت پیغام من بآفریدگان من رساں کہ از راہ اژدی بتابند مرا کہ پیغمبر ام فرمان کہ [illegible] را براہ راست آئیم۔ چہ [illegible] راہ [illegible] [illegible] و باد [illegible] رہ [illegible]

اہرمن دوزخ ۔ ومرا فرمود کہ بمردم بگو کہ چوں بہ دین شوید بہشت جاء شماست وگرنہ شنو ید وبرآئین اہرمن شوید دوزخ ماواء۔ وآنکہ من ومعجزہاے من و راستی دین من دلیل بس است ۔ دیگر بدانید کہ ملوک وفقیر نزد یزدان یکے مرا نفرمودہ واجازت ندادہ کہ شفیع شما باشم وگناہ شمارا درخواہم تا عفو کند۔ چہ حمایت بدکار بدکاری ست وجزا دادن او از دینداری ۔ و فرمود کہ بگفتار وکردار امیدوار باشید ؎

دیگر حق چنیں فرمود کہ کتابے کہ فروفرستادہ ام درجہاں کسے از فصحا و بلغا و علما چنیں سخن نیارد گفت ۔ دیگر آنکہ ہیچ پیغمبرے از پیغمبران نیامد کہ از احوال آیندہ تمام وکمال خبر داد ۔ مگر من کہ در ژند واوستا تمام از نیک وبد تا رستخیز ہرچہ شود باز نمودہ شدہ“ دنکارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ”زرتشت کی پہلی تقریر کے وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ جانور تک خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتے“۔ (شاید اس لئے کہ اُن کا ایک حامی پیدا ہوگیا) ۔“ اور اہرمن ہیں کہ ظلمات میں بھی چھپنے کی جگہ نہیں پاتے“؎

گاتھا میں ایمانداروں کا ذکر

”برحال خسرو خسروان“ اور ”بانوے بانوان“ کے ایمان لانے سے دو فوری نتائج پیدا ہوئے اول یہ کہ اراکین نے بلا اکراہ اس مذہب کو قبول کرلیا۔ دوم یہ کہ مذہب کا پھیلنا فوراً ہی شروع ہوگیا۔ ان میں سے ہم پہلے کا تذکرہ کرینگے گشتاسپ کے دربار میں زرتشت کی اگر حیثیت دیکھنا چاہو تو اس کی تصویر گاتھا سے بہتر کہیں نہیں مل سکتی ۔ اس میں یا تو خود زرتشت کے اقوال ملینگے یا اُس کے خاص لوگوں کے ۔ گاتھا کو اگر مدوّنہ زبور کی برابر رکھ لیا جائے تو یہ دونو جوڑواں بھائی معلوم ہونگے البتہ دونو کے لب ولہجہ میں فرق معلوم ہوگا ۔ امید یاس

آہنگیں اور نا امیدیاں پہلو بہ پہلو نظر آہنگی ⁂
کسی پر اطمینان اور یقین اور پھر فوراً ہی شک۔ نہایت مصروفیت اور پھر بیکاری۔ کہیں فلسفے کی دلائل اور کہیں وہی سیدھی سادی نقلی روایات وعدہ اور وعید ثواب وعقاب غرض ایک عجیب شیشہ خانہ ہے کہ جس میں ہر چیز کا عکس بالعکس معلوم ہوتا ہے اور یہی باتیں ہیں کہ جو گاتھا اور زبور میں گونہ تباین قایم کرتی ہیں۔ اور اسی کو ہم نے لب ولہجہ کے فرق سے تعبیر کیا ہے ⁂
غرض اگر صحیح تصویر مل سکتی ہے تو گاتھا میں سے۔ افسوس ہے کہ رسوم وطریقہ مذہب بالاستیعاب کہیں ایک جگہ نہیں ملتے۔ فرائض ووجوب حسنات وسیئات کو اس میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آدمی کو نتیجہ نکالنے کے لئے خوض کرنے کی ضرورت پڑتی ہے ⁂
بہرحال اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہی مٹھی بھر آدمی جو بہ دین میں شامل ہو چکے تھے تمام امور کے متکفل ہوتے تھے۔ بعض بعض کا نام بھی درج ہے اور یہ وہی ہیں کہ جن کو پیغمبر یزدان کی رشتہ داری کا فخر حاصل تھا۔ زرتشت کے ہم جد یعنی ہشتاسپ کی اولاد جو اُن کی ہمدم وہمقدم رہی ہیں گاتھا کی بولتی چالتی تصویریں ہیں۔ زرتشت کی پیاری بیٹی پوروشتا کی وجہ سے کہ جس کی شادی جاماسپ سے ہوئی گاتھا کو ایک بڑا مضمون حاصل ہوتا ہے اور یہ لڑکی عصمت وعفت اور ماں باپ کی محبت اور شوہر کی اطاعت کے لحاظ سے ایک مثال قایم کی جاتی ہے۔ میدیو مانو زرتشت کے چچیرے بھائی سے ہماری سابقہ معرفت کافی ہے۔ فرشوش تر تخت گشتاسپ کا ایک رُکن یا وزیر ثانی پیغمبر ہرمزد کا یہاں تک معتقد ہوتا ہے کہ چند ہی روز میں اپنی بیٹی

ہووئے نامی کو اُن سے بیاہ دیتا ہے۔ پھر جاماسپ (فرشوستر کا بھائی) وزیر دولت یا مدار المہام سلطنت جس کی عقل خداداد کا ہم اوپر تذکرہ کر آئے ہیں زرتشت کا نہایت معتقد مرید ہے۔ اس کی عظمت اس سے اور بھی زیادہ معلوم ہوگی کہ پیغمبر یزدان کے انتقال کے بعد وہی جانشین ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ وہی سب سے پہلا اوستا کا جامع ہوا ہے لیکن یہ امر بوجوہ پوری طرح قابل اطمینان نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ اُس نے زرتشت کے اقوال کو جمع کیا ہو۔ اس موقع پر گاتھا کے اُس حصہ کا ترجمہ لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جس میں کہ زرتشت ایک سوال کرتے ہیں۔ اور اُس کا جواب خود ہی دیتے ہیں :-

"اے زرتشت تیرا صادق دوست کون ہے ؟ یا وہ شخص کون ہے جو اپنے نیک خصائل کی وجہ سے مشہور ہونا چاہتا ہے ؟ یہ مرد میدان گشتاسپ ہے۔ میں اُس کے لئے اور اُن لوگوں کے لئے جو اُس کے گھر میں رہتے ہیں اور جنہوں نے اُس کی سعی سے مذہب حق قبول کیا ہے بہمن سے دعا مانگتا ہوں"۔

"اے ہستاسپ کے بیٹو۔ اسپنتمان کے پوتو میں تم سے یہ کہوں گا کہ تم نے حق و باطل میں فرق سمجھا ہے۔ اور اہور کی شریعت (اولی) کے اتباع سے اشا (نیکی) حاصل کر لی ہے"۔

"او فرشوستر تو اُن لوگوں کو لیکر اُس مقام پر جا جہاں بیحد خوشی اور بے انتہا راحت ہے۔ وہاں جہاں آرمتی (روح ارض) اشا میں شامل ہو گئی ہے اور جہاں صرف بہمن کی سلطنت ہے۔ اور جہاں ہر مزد رہتا ہے۔ اور جہاں اے جاماسپ میں وہ رسوم (شرع) اور صرف وہ رسوم جاری کروں گا جو آج

تمام لوگوں کی ہیں" ؂

گاتھا میں اور لوگوں کی نسبت بھی نام بنام کنایتاً حالات درج ہیں لیکن بخوف تطویل ہم صرف ان ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ آخر میں ہم پیغمبر و ادار کے خاندان پر اوستا سے اقتباس کرکے نظر ڈالینگے کہ جس سے معلوم ہوسکیگا کہ خاندان وزارت سے رشتہ ہونے پر وہ کس قدر باثر ہوسکتے تھے ؂

دیگر اراکین سلطنت کا ایمان لانا

یوں ہونے کو تو تمام دربار کے لوگ گشتاسپ کے زرتشتی ہوتے ہی زرتشتی ہوگئے تھے لیکن ان میں سے نہایت خصوصیت کے ساتھ دو شخص قابل ذکر ہیں یعنی زابر اور اسفندیار۔ تعجب ہے کہ ان کا نام گاتھا میں نہیں آیا۔ لیکن اور پہلوی کتابیں ان کی عظمت و وقار اور کارناموں سے بھری پڑی ہیں اور حقیقت میں جب ان کی حیثیت پر خیال کیا جاتا ہے تو تھے بھی واقعی نہایت خاص لوگوں میں سے۔ ایک اگر سپر تھا تو دوسرا تیغ مذہب تھا۔ زابر نے تو گویا مذہب ہی پر اپنی جان دی۔ اور اسفندیار نے اپنے زور بازو سے جس قدر اس کو پھیلایا اور تقویت دی وہ کچھ اسی کا کام تھا۔ لیکن ہمارے نزدیک تو سخت بے درد ہیں جو اسفندیار پر بزور شمشیر مذہب پھیلانے اور بجبر و اکراہ لوگوں کو بہ دینی بنانے کا الزام لگاتے ہیں۔ ملک بھر میں زہریلی خار دار جھاڑیاں تھیں کہ ان کو اکھاڑ پھینکنا کسی طرح قابل اعتراض نہیں ہوسکتا۔ جہاں دیوؤں کی پرستش ہوتی ہے وہاں ایک وجود مطلق ہستی واجب الوجود کے نام سے لوگوں کے کان آشنا کرے۔ خواہ وہ کسی طریقہ سے ہو۔ کسی عنوان قابل گرفت نہیں ہوسکتا۔ اسفندیار اپنے نزدیک اپنے مذہب کی حقانیت اور اپنے گروہ کی انسانیت اچھی طرح متیقن کرچکا تھا۔ باوجود اسکے

اگر وہ حقانیت کی اشاعت نہ کرتا تو ہمارے نزدیک وہ مورد الزام تھا نہ کہ اس موجودہ صورت میں۔ سخت قابل نفرت ہیں وہ لوگ کہ جو اپنے نزدیک کسی کو حق سمجھتے ہیں اُس کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہزار قابل نفریں ہیں وہ حضرات جو ایک دین کے نام لیوا ہو کر۔ اُسکے نکات کو نہیں پاتے ہیں اور وساوس میں پھنس کر خود مشکوک ہو بیٹھتے ہیں اور اُس کی اشاعت تو ایک طرف اُس کے پیروان کی حقارت کرتے ہیں *

فی الجملہ گو ان دونوں ناموروں کے نام گاتھا میں نظر نہیں پڑتے۔ لیکن اوستا میں ان کا جابجا ذکر ہے۔ دنکارت البتہ ان کا بہت نام لیتا ہے شکند گمانیک وجار میں بیشتر ان کے حالات ملتے ہیں۔ چنانچہ دنکارت کے یہ الفاظ ہیں کہ "پہلے زایر۔ اسفندیار۔ فرشوستر اور جاماسپ اور پھر دیگر اراکین سلطنت نے کہ (ان میں سے ہر فرد) "نامور۔ مہذب۔ سالار نسل انسان! تھے ہرمزد اور فرشتگان مقرب کی مرضی اور دُنیا کے مذہب حقہ کو معلوم کیا۔ اور اُسی مذہب کو اختیار کیا جو فاتحین کے لئے زیادہ ترموزوں تھا" شکند گمانیک وجار میں لکھا ہے کہ "اسفندیار اور زایر اور اور مرشد زادوں نے سخت مقابلوں کے بعد اور بہت سے اراکین سلطنت کا خون اپنے سر پر لے کر مذہب حقہ کو اختیار کیا اور روم و ہند میں اُسکی اشاعت کی *

ایک یوروپین حضرت کا قول ہے کہ فی الاصل اسفندیار پہلے ہی زرتشت کا معتقد ہو چکا تھا۔ اور اُسی کے افہام و تفہیم یا زبردستی سے گشتاسپ نے یہ مذہب اختیار کیا۔ اگرچہ یہ قول اسفندیار کی وقعت کو بڑھاتا ہے لیکن اسکے صحیح ماننے میں ہمیں بوجوہ تامل ہے *

زایر کے نقل مذہب کے ساتھ لہراسپ کا زرتشتی ہونا بھی بیان کیا جاتا

ہے۔ لیکن اوستا میں مذہب کے متعلق اُس کا کہیں نام نہیں آتا شاہنامہ البتہ گشتاسپ کے تبدیل مذہب کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

شیروہ برادرش فرخ زریر	کہ او زندہ پیل آورید سے بزیر
پدرش آں شہ پیر گشتہ بلخ	کہ گیتی بدش اندروں بود تلخ
سران بزرگ از ہمہ کشوراں	پزشکان و دانا و کند اوراں
ہمہ سوئے شاہِ زمیں آمدند	بہ بستند کشتی بدیں آمدند

ظاہر ہے کہ "شہ پیر گشتہ" سے مراد لہراسپ سے ہی ہو سکتی ہے کہ جو بیٹے کو تاج و تخت دیکر خود معطل یا گوشہ نشین ہو بیٹھا تھا۔ دبستان مذاہب (فرزانہ بہرام۔ اور علمائے بہدینان کی سند پر) لکھتا ہے کہ لہراسپ شاہ اور زریر (برادر گشتاسپ) ایسے بیمار ہو گئے تھے کہ طبیبوں نے جواب دیدیا تھا۔ زرتشت کی دعا سے دونوں اچھے ہو گئے۔ اور ایمان لے آئے۔ بہرحال گو اطمینان بخش ثبوت نہیں ملتا لیکن قیاس مقتضی ہے کہ لہراسپ نے بھی ضرور یہ مذہب اختیار کر لیا ہوگا +

چونکہ یہاں ایک معرکہ کے علاج کا ذکر آگیا ہے (خواہ وہ دعا سے تھا یا دوا سے) لہذا یہاں یہ اشارہ کر دینا نامناسب نہیں معلوم ہوتا کہ زرتشت نے جڑی بوٹی سے اور بھی علاج کئے ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک کا تذکرہ ہم آگے بڑھکر کرینگے +

پیغمبر یزدان کے جہاں اور خطابات ہیں وہاں ایک "طبیب ارواح" بھی ہے۔ اور جیسے جیسے معرکہ کے علاج اُنہوں نے کئے ہیں اُن کو دیکھتے یہ خطاب کچھ بیجا بھی نہیں معلوم ہوتا +

اس باب پر اگر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ گشتاسپ بہت ہی بھولا

بھالا بادشاہ تھا۔ اس مذہب کے پھیلنے کی وجہ صرف اس بادشاہ کی حمایت تھی۔ گاتھا میں زرتشت کے وعظ ونصائح خود اُن ہی کے الفاظ میں موجود ہیں۔ اُن کے خیالات اور تعلیمات گو نئے نہ ہوں لیکن اُس وقت لوگوں کو نئے معلوم ہوتے تھے۔ دور و نزدیک سے لوگ آتے تھے اور اُن کے گرویدہ ہوجاتے تھے۔ جری و بہادر لوگ اپنے نئے مذہب اور تازہ جوشوں کو لئے ہوئے اُٹھے۔ اور گرد و پیش ممالک میں جس طرح بنا پھیلا دیا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ مذہب جہاں کہیں پھیلا تلوار ہی کے زور سے نہیں بلکہ افہام وتفہیم بحث و مناظرے بھی کئے گئے۔ اور قائل و معقول کی بھی نوبت آئی۔ دونوں قوتوں نے مل کر وہی اثر کیا کہ جو آگ کرتی ہے یا پانی۔ اور اسی کو ہم آیندہ ابواب میں بیان کرینگے ؞

"فہ خنام ختا و خال دام جہاخ دارہد"
"بیک تاب خدا دو جہان آشکارا شد" ۔ (نامہ جمشید)

سرو کشمر

فردوسی (کہ رحمت براں تربتِ پاک باد) گشتاسپ کے نقل مذہب کا حال بیان کرتے ہوئے اُس تاریخی سرو کا قصہ بیان کرتے ہیں جو زرتشت نے "بہ پیش در آذر" کشمر (واقع مضافات ترشیز مملکت خراسان یا باختر) میں لگایا تھا ✦

یہ سرو نشان تھا گشتاسپ کے نقل مذہب اور قبول بہ دین کا ۔ چنانچہ اس سرو پر جہاں "جمشید و فریدوں اور دیگر مہتران" کی تصویریں تھیں وہاں اُس پر یہ بھی لکھا تھا کہ شاہ گشتاسپ نے دین بھی اختیار کیا ✦

کہا جاتا ہے کہ یہ درخت خلاف عادت بہت پھیلا اور بڑھا ۔ چنانچہ پیغمبر سخن کا قول ہے کہ

چناں گشت آزاد سروِ بلند	کہ بر گرد او بر نگشتے کمند
چو بالا برآورد بسیار شاخ	بگرد از بر او یکے خوب کاخ
چہل اش بہ بالا و پہنا چہل	نکرد از بنہ اندرو آب و گل

صاحب فرہنگ جہانگیری اور چند اور لوگوں نے بھی اس سرو کا تذکرہ کیا ہے ۔ لیکن بظاہر اُن سب کا ماخذ شاہنامہ ہی ہے ۔ البتہ یہ معلوم نہیں

ہوتا کہ صاحب دبستان مذاہب نے یہ کہاں سے معلوم کیا ہے کہ جب یہ درخت
کٹ کر بغداد پہنچا ہے تو صرف اس کے تنہ پر پانچ لاکھ دینار خرچ ہوئے تھے
اور اس کی شاخیں ایک ہزار تین سو اونٹوں پر بار ہو کر گئی تھیں۔ غالباً انکے
راوی فرزانہ بہرام۔ یا علمائے بہدینان ہونگے۔ بہر حال اگر یہ وہی سرو تھا
کہ جو بزمانہ خلیفہ متوکل باللہ عباسی ۲۳۲ھ ہجری میں کاٹ ڈالا گیا تو اس
میں شک نہیں کہ اس نے ایک ہزار چار سو پچاس برس کی عمر پائی۔ کہ جو سرو
جیسے درخت کے لئے بعید از قیاس ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جس وقت یہ سرو
کاٹا گیا ہے تو اس نواح کے مکانات میں سخت خلل واقع ہوگیا اور یہ دلیل
ہے اس کے عظیم الجثہ ہونے کی اور اس پر جتنی چڑیاں آشیانہ گزین تھیں۔
اور جتنے چوپایہ اس کے سایہ میں آرام پاتے تھے آکر جمع ہو گئے اور اس قدر
نالہ و زاری کی کہ لوگوں کو سننے کی تاب نہ رہی۔ اور ابھی یہ مقدس درخت
بغداد سے ایک منزل پر تھا کہ خلیفہ متوکل باللہ کو اس کے غلاموں نے
مار ڈالا اس کو یہ درخت دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ اسکے علاوہ اور خرق عادات
بھی بیان کئے گئے ہیں جن کو معجزات زرتشت ہی میں شمار کیا جاتا ہے۔
لیکن ہمارے نزدیک جہاں اس کے باڑھ اور پھیلاؤ میں شاعرانہ مبالغہ کی
مداخلت ہے وہاں اس کے خرق عادات میں عقیدت کی برقی تاثیر ہی
کام کر رہی ہے۔ اسی ضمن میں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر خلیفہ کو
کون سی ضرورت داعی ہوئی تھی کہ اس قدیم یادگار پراچین پیڑ کا دشمن ہو گیا؟
افسوس ہے کہ کوئی بات اطمینان بخش نہیں معلوم ہوتی۔ دبستان مذاہب
سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ کو اس کے دیکھنے کا شوق ہوا۔ "ولیکن چوں
بخراسان رفتن مقدور نبود" انہیں کو کٹوا کر دارالخلافہ بھیج دینے کا حکم دیدیا۔

مگر بنو العباس کو دیکھتے کسی طرح جی قبول نہیں کرتا کہ اُن میں سے کسی سے
ایسی وحشیانہ حرکت سرزد ہوئی ہو۔ محسن فانی مرحوم کے "مفقود و نبود" معنی سمجھنے
سے غالباً عام مجبوری ہوگی۔ بہرحال طفل تسلی کے لئے اتنا قیاس کیا جا سکتا
ہے کہ شاید کوئی پولیٹکل ضرورت اس کی وجہ ہوئی ہو۔

اب وہ وقت آگیا کہ مذہب جدید کے نہ رُکنے والے لمعات سراپردۂ
سلطانی سے نکل کر غربا کے جھونپڑوں تک پہنچنے لگے۔ خواہ اس کی وجہ محض
یہ سمجھ لی جائے کہ خود بادشاہ اور ارکین سلطنت کی مثال نے ایک راہ نکال
دی تھی اور نئے جوشوں نے ہر دل میں ایک تڑپ پیدا کر دی تھی یا آنکہ
حقانیت وصداقت اس کی وجہ ہو۔ افسوس ہے کہ اوستا کا گیارھواں نسک
گم ہو گیا ورنہ شیوع مذہب کی تواریخ بالکل مکمل اور مستند رہتی۔ ایک پہلوی
رسالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خصوص میں یہ بڑی ہی کار آمد چیز تھی۔ چنانچہ
اُس میں لکھا ہے کہ "اس نسک میں زمانہ گشتاسپ کی تاریخ ہی نہ تھی بلکہ
اُس کے جدید مذہب کے قبول کرنے اور شائع کرنے کی مفصل تاریخ بھی تھی"
ایک اور فارسی تصنیف بھی اسی کی تصدیق کرتی ہے۔ لیکن بہمن یشت سے
اس نسک کے خلاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب اردشیر (بہمن پسر
اسفندیار) کے وقت میں "تمام دنیا میں" پھیلا ہے۔ لیکن بعض اور تحریرات
سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا گشتاسپ کے ہی زمانہ میں ہوگئی تھی۔ چنانچہ
ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ "گشتاسپ نے یہ مذہب اختیار کر کے۔ اپنی رعایا کو
بجبر اس مذہب میں شامل کیا۔ اور کثیر التعداد لوگوں کو بعلت انکار قتل کرا ڈالا"
ابن الاثیر کے "جبر" اور "قتل" میں شک نہیں رہتا۔ جب کہ ہم اوستا
میں دیکھتے ہیں کہ "آتش و شمشیر" غیر منفک چیزیں ہیں یا توام بہنیں۔

پہلے ہر شخص کے سامنے آتش پیش کی جاتی ہے۔ اور بصورت انکار شمشیر
اُس کی حمایت کرتی ہے۔ یہ باتیں آگے بڑھ کر اچھی طرح واضح ہو جائینگی۔
بالفعل یہ دیکھنا ہے کہ اس مذہب کو ایران میں کہاں تک کامیابی ہوئی ✦

ایران میں شیوع

اس میں کلام نہیں کہ گشتاسپ کے نقل مذہب کے بعد
ایران میں یہ مذہب نہایت آسانی کے ساتھ پھیل گیا۔
بادشاہ کی سُلگائی ہوئی آگ جس کو اراکین سلطنت نے بھڑکایا۔ عوام الناس
میں سے اکثر کو اُس کی بھینٹ چڑھایا۔ بہت سوں کو باستمالت بلایا۔ وعدہ و
امید کے سبز باغ دکھلائے۔ پھر بھلا کون ادھر مائل نہ ہوتا۔ لوگ تھے کہ جوق
جوق اس طرح چلے آرہے تھے جس طرح سردیوں میں آگ کے الاؤ کو دیکھکر
بے خانماں فاقہ کش۔ ان میں سے اکثر نو کے لوگوں کے نام اب بھی پہلوی
کتابوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ قریبًا سو آدمی وہی ہونگے کہ جو شہنشاہ گشتاسپ
سے کوئی نہ کوئی قریب یا بعید تعلق رکھتے تھے ✦

اب یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس قدر عرصہ میں کہاں تک یہ مذہب پھیل گیا۔
اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سیستان کا علاقہ وہ رقبہ تھا جس کو اولیت کا فخر
حاصل ہوا۔ گو ایران میں بعض مقامات ایسے بھی تھے کہ جن میں زرتشت
کے نام لیوا برائے نام ہی تھے۔ ان مقامات کی تعداد اُن نا عاقبت اندیش
لوگوں سے زیادہ نہ تھی جو گشتاسپ کے رعایا ہو کر اُسی کے مخالف و معاند
تھے۔ لیکن مقدر ہو چکا تھا کہ دین زرتشت ایران کا ملکی و قومی مذہب ہو کر
رہیگا۔ اور ہو کر رہا ✦

توران میں شیوع

اوستا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب صرف ایران
میں ہی محدود نہیں رہا۔ بلکہ اُس کے رقیب ملک توران

میں بھی اس کا اثر پہنچا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ جہاں کہیں "ارواح طیبہ موجود تھیں" سب میں ایک طرح کی تحریک پیدا ہوگئی اور وہ سب دین بہ کی طرف مائل ہوگئیں۔ اس میں نہ ایران کی خصوصیت ہے نہ توران کی نہ ہندوستان و یونان کی۔ لیکن توران بوجہ رقابت کے خاصکر قابل الذکر ہے۔ اور وہاں ایران کا ملکی و قومی مذہب کا پہنچ جانا اگر معجزہ سمجھا گیا تو کچھ بیجا نہیں ہے ٭

تورانیوں میں سے ایک شخص اسونت۔ پسر وراز نامی کا ونکارت میں خصوصیت سے ذکر ہے اور یہ بھی منجملہ اُن لوگوں کے سمجھا گیا ہے کہ جو قیامت میں عادلانہ زیب کرسی صدارت ہونگے ٭

یہ شخص نسل فریانہ سے تھا۔ لہذا گاتھا میں یہ نسل بھر نیکی سے یاد کی گئی ہے۔ چنانچہ وخشور یزدان فرماتے ہیں کہ "جب کہ نیکیاں اُن لوگوں کی طرف آئیں جو خود کو فریانہ تورانی کی اولاد اور اولاد کی اولاد بتلاتے ہیں اور زمیندار ہیں۔ اور جبکہ بہمن اُن میں آ شامل ہوا تو ہرمزد نے اُن کی آسایش (حفاظت) کا اعلان کر دیا ٭

"یہ شخص جس نے انسانوں میں زرتشت اسپنتمان کو مانا مستحق تعریفات ہے۔ ہرمزد نے اُس کو زندگی دی اور بہمن نے اُس کی معاش کا فکر کیا۔ اور ہم اُس کو نیکی کے لحاظ سے تمہارا اچھا رفیق سمجھتے ہیں" ٭

اس مبارک تورانی خاندان[1] کا ایک اور شخص یو استویوفریا نام کی اوستا میں تعریف کی گئی ہے کیونکہ اس نے ایک جادوگر اختیا[2] نامی کو قتل کیا تھا ٭

---

[1] ایک جرمن فاضل ولہلم نامی بدلائل اس خاندان کا مورث اعلے پیران کو بتلاتا ہے جسکا تذکرہ شاہنامہ میں ہے ٭

[2] یہ جادوگر متبوع مذہب کے ۵۰ برس بعد (۵۸۳ قبل از مسیح میں) مارا گیا تھا ٭

هندوؤں کا بہ دین اختیار کرنا

شیوع مذہب کے لئے جو کوششیں کی گئیں اُس کا مختصر تذکرہ فردوسی مرحوم نے دقیقی کی سند پر شاہنامہ میں کیا ہے۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسفندیار کی تلوار نے دُور دُور مذہب کا غلغلہ پہنچا دیا تھا۔ اور اُس نے خود مختلف مقامات پر شیوع یا تعلیم مذہب کے لئے موبدوں کو بھیج دیا تھا۔ روم یا ایشیائے کوچک اور ممالک مغربی اور ہندوستان میں اُس نے اپنی آنکھ سے اپنا مذہب پھیلا ہوا دیکھ لیا تھا۔

شکند گمانیک وِجار سے بھی (جو نویں صدی مسیحی کی تصنیف شدہ ہے) اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن اس میں وہ زریر اور اسفندیار اور گشتاسپ کے اور بیٹوں کی متفقہ کوشش کو شامل کرتا ہے۔ اور محض مذہب کے لئے خون بہانا بھی ظاہر کرتا ہے۔ اور ان لوگوں کا روم و ہندوستان تک سفر کرنا بھی بتلاتا ہے۔ لیکن پیغمبر سخن فردوسی مرحوم خونریزی یا سفر کا کوئی تذکرہ نہیں کرتے۔

ہندوؤں کے نقل مذہب کا ادّعاء بہت زور کے ساتھ کیا گیا ہے۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ جب پارسی نقل وطن کر کے ہندوستان میں آئے ہیں تو انھوں نے یہاں بہت سے اپنے ہم مذہب پائے جو یہیں کے رہنے والے تھے اور پُرانے زرتشتیوں کے باقیات تھے۔ بعض مقامات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان ہی لوگوں کی روا ای سُنکر پارسیوں نے ہندوستان کا رُخ کیا تھا۔ مگر یہ امر پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ ہمارے نزدیک تو دکھن کا راجہ ہی کچھ ایسا غیر متعصب تھا کہ اُس نے ان کو رکھ لینے میں کچھ مضائقہ نہ سمجھا۔ علاوہ ازیں وہ شرائط جن پر ان لوگوں کو امن دی گئی تھی بہ نسبت مامون

ب کے آیین کے زیادہ مفید مطلب تھیں ۔

سنگرنکاچہ جس شخص پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اور جس کے نقل مذہب کو نہایت فخر و مباہات کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے وہ ایک برہمن ہے۔ سنگرنکاچہ نام۔ کہ ہندوستان سے محض زرتشت سے مناظرہ کرنے کے لئے ایران آتا ہے۔ تاکہ وخشور یزدان کو سیدھے راستے پر جاکر ڈال دے۔ مگر یہاں قضیہ منعکس ہوکر آپ جو آمد و غلام ببرد کا قصہ ہوگیا۔ اور خود اس پنڈت کو قائل ہوکر دین بہی اختیار کرنا پڑا ۔

اس قصہ کو سنگرنکاچہ نامہ[1] میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب زرتشت بہرام پژدو ساکن رے۔ مصنف زرتشت نامہ کی تصنیف ہے۔ کہتے ہیں کہ جس طرح زرتشت نامہ کا ماخذ پہلوی تصانیف ہیں اُسی طرح اس کتاب کی اصل بھی مستند کتابوں سے ہے۔ ایک یوروپین فاضل انکیوٹل ڈی پیرن اس کے استناد کے بڑے معتقد معلوم ہوتے ہیں اور اس کو تیرھویں صدی مسیحی کی تالیف بتلاتے ہیں ۔

دبستان مذاہب میں یہ قصہ مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ دساتیر میں اس کا ذکر نہایت اجمال کے ساتھ ہے کہ جس کی نسبت یوں قیاس کیا جاسکتا ہے کہ بر سبیل تذکرہ۔ اس کا بیان ہوگیا ہے ورنہ اسکا اظہار مقصود بالذات نہ تھا ۔

[1] مولف کو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ کتاب اسکی نظر سے نہیں گزری۔ اُس کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے پروفیسر ولیمس جیکسن کے اعتبار پر۔ اُن کی تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتاب اُن کی نظر سے بھی نہیں گزری بلکہ اُنہوں نے بھی ایک قلمی نسخہ کا حوالہ دیا ہے کہ جو انکیوٹل ڈی پیرن کے قبضہ میں تھا۔ اور اُس شخص آخر نے اُس سے استنباط کرکے کچھ مضمون لکھا تھا۔ لیکن اور یوروپین واقفین اس کو چنداں معتبر نہیں سمجھتے ۔

چونکہ یہ معاملہ ذرا دلچسپ ہے - اور بیاس جی کے قصہ کو ذرا تقویت دیتا ہے - لہذا ہم اپنے معتبر وسائل کو نقل کرینگے اور آخر میں سنگر نکاچہ نامہ کا ماحصل لکھ دینگے - اوستا کی عبارت یہ ہے :-

فہ سام فروام - ہے فرجیشور زاد جیش ہر توش فرپود ہر سپنتما - چم سنکراکاس ہامد ہر آید فریشم نویسث فہ مات جید ہتائید - و فہ ار پذمال دشد - (پس از نام یزدان - اے معظم پیغمبر زرتشت - پسر اسپنتمان - جب سنکراکاس (سنگر نکاچہ) آیا تو اوستا کا ایک نسک سن کر راہ راست پر آگیا اور ہندوستان کو چلا گیا) ؞

خسرو پرویز نے اوستا کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "چنگر نکاچہ[1] دانا بود بفرزانگی وزیرکی شناختہ شدہ - و موبدانِ جہاں بشاگردی او می نازیدند چوں از فرہ وخشور یزدان زرتشت اسپنتمان بشنید - باہنگ برداشتن آئین بہین با یران آمد - چوں بہ بلخ رسید بے آنکہ از زبان سخنے بیروں دہد و ہشہا کند - پیغمبر یزدان زرتشت باو گفت ہرچہ در دل داری بزبان مسپار و رازدار پس بفرزانہ شاگرد خود - گفت یک نسک اوستا بر وخواں - درین خجستہ نسک سراسر پژوہشہاء چنگر نکاچہ بود یا پاسخہا - کہ بہ پیغمبر خود میگوید کہ چنیں کسے آید بدیں نام و نخستیں پرسش او این است و پاسخ آں چنیں - چوں چنگر نکاچہ چنیں فرخود دید - بہ دینی شد و بہند بوم بازگشتہ دریں فرخندہ کیش استوار ماند"۔

صاحب دبستان مذاہب نے غالباً سنگر نکاچہ نامہ کا خلاصہ کیا ہے - چنانچہ

---

[1] واضح ہو کہ اس شخص کا نام کئی طرح لکھا گیا ہے - اوستا میں سنکراکاس - شرح خسرو پرویز میں چنگر نکاچہ - پہلوی کتابوں میں سنگر نکاچہ - صاحب دبستان مذاہب نے جنگر نکھاچہ - میں نے وہی نام اختیار کیا ہے کہ جو زیادہ مستعمل معلوم ہوتا ہے ؞

وہ لکھتے ہیں کہ :-

"زرتشت بہرام ابن پژدو گوید کہ چوں دین بہی در ایران رواج یافت در ہند حکیمے بود ۔ بس دانا ۔ جنگر نکھاچہ نام ۔ کہ جاماسپ سالہا شاگرد او بود و بداں مباہات داشت ۔ چوں گرویدن گشتاسپ را بزرتشت شنید نامہ نوشت وشہنشاہ را از بہ دین شدن مانع گشت ۔ و از فرمودن شاہ بہر مناظرہ زرتشت با ایران آمد ۔ زرتشت اور اگفت کہ ایں اوستائے کہ من از یزدان آوردہ ام یک نسک آنرا بشنو ۔ و ترجمہ آنرا دریاب ۔ پس بفرمودہ پیغمبر فرزانہ شاگردے یک نسک فرو خواند ۔ دریں نسک یزدان بزرتشت ہمی گوید کہ چوں دین بہی آشکار گردد مرد دانا جنگر نکھاچہ نام از ہندوستان آید و سوالہا از تو کند سوال او ایں ہست وجواب چنیں ۔ بدینگونہ ہمہ سوالہائے او را جواب بود ...... از شنیدن ایں پاسخ از کرسی درگشت ۔ چوں ہوش گرائید بدین بہی درآمد"۔

جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں صاحب دبستان مذاہب نے سنگر نکاچہ نامہ کا خلاصہ اپنے یہاں درج کردیا ہے ۔ زیادہ تفصیل کا محتاج نہیں ۔ صرف اتنا زیادہ معلوم ہوتا ہے کہ نقل مذہب کے بعد زرتشت نے خود اوستا کا ایک نسخہ اُس کو دیا ۔ اور اُس نے اپنے وطن میں آکر اس مذہب کو پھیلایا ۔ حتیٰ کہ اسی ہزار آدمی اُس کے متبع ہو گئے ۔ اور اُس کے نام پر ایک تہوار منایا جانے لگا ۔ (یہ نہ معلوم ہو سکا کہ ہندوستان میں یا ایران میں) *

یہ ہے سنگر نکاچہ کا قصہ جس کی بنیاد بظاہر زرتشت کے بہت بعد کی معلوم ہوتی ہے ۔ بلکہ ممکن ہے کہ اُس زمانہ کی ہو کہ جب پارسیوں نے ہندوستان میں آکر یہاں کے فرمانرواؤں ۔ اور اہل ملک میں اپنا رسوخ بڑھایا ہو ۔ یا آنکہ دستوروں اور برہمنوں میں مناظرہ ہوا ہو ۔ اور اُس کے نتیجہ نے یہ قصہ

پیدا کر دیا ہو۔ لیکن بہرکیف اگر مسٹر پیرن کا خیال صحیح ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کی بناء اب سے پانسو برس پہلے کی ہے۔ باقی رہا ہندوستان اور ایران کے تعلقات۔ اس میں شک کرنے کی گنجایش ہی نہیں۔ نیز یہ کہ ہر مذہب اپنی ابتدا میں اپنے ہی ملک میں محدود ہو کر نہیں رہ جاتا۔ دریا جب زوروں پر ہوتا ہے تو کناروں سے اچھل کر قرب و جوار کو سیراب کر ہی دیتا ہے۔ رہ گئے مناظرات و مباحث مذہبی اوستا میں اکثر کا ذکر ہے اور قریباً ہر مناظرہ میں یہی ہوا ہے کہ زرتشت نے خصم کو بولنے نہیں دیا۔ خود ہی اُس کے سوالات بیان کر کے جواب دے دئے۔ ایک مناظرہ نایدیاگاوتما کا بھی اسی شان سے اوستا میں مذکور ہے۔ بعض اس شخص اور سنگرنکاچہ کو ایک ہی آدمی بتلاتے ہیں۔ غرض یہ تمام صورتیں اس قسم کی ہیں کہ کسی خاص قول فیصل تک آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ ممکن ہے کہ اگر کچھ غور کیا جائے تو کوئی نہ کوئی بات نکل آئے۔ ہمارے نزدیک سب سے زیادہ دقت سنگرنکاچہ کی تشخیص میں ہے۔ اگر یہ مشخص ہو گیا تو پھر اتنے بڑے آدمی کا چھپنا مشکل ہے۔ بالفعل عام خیال اس طرف مائل معلوم ہوتا ہے کہ سنگرنکاچہ مشہور و معروف ہندی فلسفی و ویدانتی شنکراچاریہ (شنکراچارج) کو بگاڑ کر بنایا گیا ہے۔ لیکن اس خیال کی دلیل سوائے اسکے کچھ نہیں معلوم ہوتی کہ اس فاضل کے نام میں اور سنکراکاس (یعنی اُس نام میں جو سنگرنکاچہ کا اوستا میں آیا ہے) میں بہت ہی کم فرق ہے۔ علاوہ ازیں شنکراچارج کا زمانہ قیاس غالب ہے کہ زرتشت سے بہت بعد ہے۔ اور اگر یہ صحیح ہو کہ شنکراچارج اور سنگرنکاچہ ایک ہی شخص ہیں۔ تو اس سے ہمارے اس خیال کی اور بھی تائید ہوتی ہے کہ یہ قصہ بے اصل ہے ❊

بیاس جی

سنگرنکاچہ کے قصہ سے زیادہ عجیب قصہ بیاس جی کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بھی سنگرنکاچہ کے بعد زرتشت سے مناظرہ کرنے کے لئے گئے۔ ان سے بھی بعینہ وہی قصہ پیش آیا۔ اور یہ بھی مرید ہوکر واپس آ گئے ؛

پروفیسر ولیمس جیکسن کے نزدیک بیاس جی کا ذکر سنگرنکاچہ کے قصہ کا ایک جزو ہے۔ اور محض اس لئے الحاق کیا گیا ہے تاکہ وید کے فرضی مصنف کو زرتشت کی عظمت و وقار کی چادر سے ڈھانپ دیا جائے۔ مگر افسوس ہے کہ ہم پروفیسر ممدوح کے اس خیال سے بوجوہ متفق نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ کہا جاتا کہ یہ بیاس جی وہ نہ تھے جو مصنف وید کہے جاتے ہیں تو خیر کچھ جا ہوتا۔ سب سے بڑی دقت ہندوؤں میں تاریخ کے وجود نہ ہونے نے کر رکھی ہے اسی لئے تشخیص زمانہ میں دقت پڑتی ہے۔ ورنہ یہ معاملہ باسانی صاف ہو جاتا ؛

دساتیر میں بیاس جی کا ذکر سنگرنکاچہ کے تذکرہ کے بعد یوں شروع ہوتا ہے " ام فرزیداو بیراس سام ہزازند ناید فسید شالاویم کاشپی و دکاش چمان آو" (اب ایک برہمن بیاس نام ہندوستان سے آئیگا۔ نہایت دانا کہ زمین پر ایسا کم (کوئی شخص) ہے) اس کے بعد اس کے مافی الضمیر سوالات کے جوابات شروع ہو گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ صرف اتنا جملہ ہمارے مقصود پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا ؛

دبستان مذاہب سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ سنگرنکاچہ کے نقل مذہب کا حال سنکر بیاس مناظرہ کے لئے ہندوستان سے آئے۔ اور اُنھوں نے زرتشت سے مل کر کہا کہ میں نے تمہارا بڑا شہرہ سنا ہے۔ سنگرنکاچہ جیسا

فاضل تمہارا معتقد ہوگیا ہے۔ علم وعمل کے لحاظ سے میرے وطن میں میرا کوئی مثیل نہیں ہے۔ اب اگر میرے دل کی باتیں بتلادو۔ اور اُن سوالات کے جواب دے دو کہ جو میں نے کسی پر ظاہر نہیں کئے۔ اور نہ تم سے ظاہر کرونگا تو میں تمہارا مذہب اختیار کرلونگا۔ چنانچہ پیغمبر یزدان نے ایک نسک پڑھ دیا اور بیاس جی دین بہی اختیار کرکے وطن واپس آگئے۔

سنگرنکاچہ کی نسبت تو صاف اور بیاس کی نسبت کنایتاً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اُنہوں نے ہندوستان میں آگر دین بہی کو رواج دیا۔ میں نے اس کو تحقیق کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر (ہندو احباب معاف کریں) ہندوستان کی عجائب پرستی کی کافرماجرائی نے اتنا بھی تو بوثوق نہ معلوم ہونے دیا کہ اُس مذہب کی کوئی نشانی یا اصلیت بھی کسی وضع ولباس میں موجود ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس میں معتقدات مذہبی کی پرتال اور آگ کی پوجا پاٹ کے طریق کی دیکھ بھال کی ضرورت پڑی۔ اور یہیں ناکامیابی ہوئی۔ شیشہ خانہ میں جاؤ تو وہاں ایک ہی سی شکلیں نظر آتی ہیں۔ کس کو اصل سمجھکر آدمی پکڑلے۔ بہرحال ان دونوں قصوں کی تردید وتائید ذی علم اور ثقہ بزرگان ہنود کے لئے محفوظ رکھی جاتی ہے[1]۔

یونان میں اشاعت بہ دین

پہلوی شکند گمانیک وِجار اور شاہنامہ کی نسبت ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ان دونوں کتابوں کے بموجب آذر زرتشت کی حرارت روم تک پہنچ چکی تھی۔ جس میں نہ صرف

---

[1] میرا روئے سخن ذی علم وثقہ بزرگان ہنود کی طرف ہے۔ نہ اُن بازاری جہلا کی طرف کہ جو غیر مذاہب اور بانیان مذاہب کی شان میں سب وشتم بلکہ گالیاں دینا تک اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ اور اسی طریقہ سے خود کو اپنے حلقہ میں عالم منوانا چاہتے ہیں۔

ایشیائے کوچک اور اُس کے ملحقات ہی شامل ہیں بلکہ یونان بھی۔ اگر اسکے معنی خیال آتش پرستی لئے جائیں تو یونان تو ایک طرف یورپ تک اس سے محفوظ نہ تھا۔ علاوہ ازیں چڑھتی جوانی میں جوش ایک لازمی چیز ہے۔ اور پھر مذہب جیسی چیز کہ کچھ تو بڑھائے بڑھے (خواہ بذریعہ تعلیم وتلقین یا بزور شمشیر) اور کچھ جدید لذیذ ہوکر خود اپنے لئے راستہ بنالے۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو یونان میں بھی دین بہی کا پھیل جانا چنداں بعید از قیاس نہیں معلوم ہوتا۔ اب رہ گیا دلائل نقلیہ سے اس کی شروعات کا پتہ لگانا۔ دساتیر میں وہی پیشینگوئی کے طریقے پر لکھا ہے کہ "ام ہنر نوراخ فردینے ہاید تیانور سام واہنر تمور ہر امید ہام چمیزام پرسد (اب یونان سے ایک فرزانہ آئیگا تیانور (طیانوس یا توتیانوش) نام کہ تجھ سے بہت سی چیزوں کا حال پوچھیگا) اور اس کے بعد پھر وہی کہ اُس کے سوالوں کے جواب بتلا دئے گئے ہیں +

ساسان پنجم اس جملہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں (اور اسی کو صاحب دبستان مذاہب نے اختیار کیا ہے) کہ .... گویند چوں آگہی فرگوہر زرتشت درجہاں ہرجا کشید و اسفندیار گرد جہاں گشت و آتشکدہا برساخت وبراوران گنبدان نہادہ دانشوران یونان فرزانہ را توتیانوش نام کہ دراں ہنگام برہمہ بیشی داشت بگزیدند تا بیاید با یران واز زرتشت ایسخ چیزہا پرسد اگر از پاسخ درماند۔ وخشور نباشد۔ در پاسخ گزارد۔ راست گو باشد۔ چوں یونانی دانشور بہ بلخ رسید۔ گشتاسپ بہترین روزے پرمود تا موبدان ہر کشورے گرد آمدند۔ درزرین زیرگاہ بہر فرزانہ یونانی نہادند۔ پس برگزیدہ یزداں زرتشت وخشور بمیان انجمن آمد۔ فرزانہ یونان آں بہرو را دیدہ گفت۔ ایں پیکر و ایں

اندام دروغگو نباشد و جز راستی ازیں نیاید۔ پس از روز زادن پرسید۔ پیغمبر
خدا نشان داد۔ گفت در چنیں روز بدیں بخت و ستارہ کاست زن نزاید۔
پس از خورش و زندگانی باز جست۔ وخشور یزدان ہمہ را نمود۔ فرزانہ گفت ایں
زندگانی از دروغکار نسزد۔ پس وخشور یزدان باو گفت ایں پرسشہا از تو
بود باز گفتم۔ اکنوں انچہ نامدار فرزانگان یونان گفتہ اند کہ از زرتشت بپرس بدل
دار و بر زبان میار۔ جستہ ایشاں را بشنو کہ مرا یزدان دانا بداں آگاہ ساختہ۔ و
در باز نمودن آں سخن خود زی من فرو فرستادہ۔ فرزانہ گفت بگو پس زرتشت پیغمبر
برمود تا شاگردے ایں وریشیم خواندن گرفت" اسکے بعد توتیانوش کے سوال و
جواب کی تفصیل ہے۔ آخر "چوں ایں ہمہ سخن یونانی فرزانہ شنود۔ بہ آئین
گشت و نزد ستودہ یزدان زرتشت وخشور دانش و ہنر آموخت و شہنشاہ
گشتاسپ پرمان بہ ہیربدی یونان و موبدی آں مرز بوم بدو داد۔ زیرک مرد
بیونان بازگشتہ مردم را بآئین ایں ہمایوں وخشور در آورد"۔

اگر اس پر اعتبار کیا جائے اور نہ اعتبار کرنے کی کوئی وجہ نہیں تو ظاہر
ہے کہ یونان میں اشاعت آئین بہ اسی شخص توتیانوش کی وجہ سے ہوئی۔ ایران
و یونان کے تعلقات بھی قدیمی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ امر بھی کچھ مستبعد نہیں
معلوم ہوتا کہ یونانیوں کو ایک مذہب جدید کی اطلاع پہنچی ہو اور انہوں نے
اپنے یہاں کے علماء میں سے ایک کو انتخاب کر کے مناظرہ کے لئے بھیج
دیا ہو۔ فاضل حمزہ اصفہانی نے بھی اس مذہب کا یونانیوں میں اشاعت پانا
ظاہر کیا ہے۔ اور اس سے شاہنامہ کی تائید ہوتی ہے۔ نیز یہ امر بھی نظر انداز
کرنے کے قابل نہیں ہے کہ دنکارت نے اوستا کا یونانی زبان میں ترجمہ
کیا جانا بھی بیان کیا ہے۔ اور ہم ابتداء میں یہ بیان کر آئے ہیں کہ دین زرتشت

(یا مجوس) کی واقفیت یونانیوں کو اچھی طرح تھی۔ بلکہ اکثر حکماے یونان کو ان کی شاگردی کا فخر تھا۔ لیکن ان لوگوں میں توتیانوش کا نام نہیں لیا جاتا۔ اور ان کا ڈھونڈ نکالنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ نہ ہو سکا۔ پروفیسر ویلیس جیکسن اس کی نسبت لکھتے ہیں کہ "اس یونانی بزرگ (تتیانور- توتیانوش - نیاطوس) کے نام پر کچھ گمنامی کا پردہ پڑا معلوم ہوتا ہے۔ اور اس نام کی اصلیت کچھ مشکوک نظر آتی ہے۔ بعضوں نے فیثاغورث کو توتیانوش کہا ہے۔ لیکن اس پر پوری طرح اطمینان نہیں ہوتا"

کیا زرتشت کبھی بابل بھی گئے تھے؟

دنکارت میں آیا ہے کہ "زرتشت نے "بابل" کا کفر وضلال دور کیا۔ اور اس کو بھی منجملہ اور معجزات بہ دین شمار کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "ضحاک نے جادوگروں کی معرفت وہاں بہت سی باتیں فریب کی کی تھیں اور اُن ہی دھوکوں کی وجہ سے انسان بت پرست ہو گئے تھے۔ ان بُرے کاموں کا نتیجہ دُنیا کی تباہی تھی۔ لیکن اُن مقدس الفاظ سے جو زرتشت نے ہر مرد کو تعلیم کئے (زرتشت نے) جادوگروں کی مخالفت کی اور اُنکو خراب اور بیکار کر دیا"

اس تحریر سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ واقعہ کب گزرا۔ آیا زرتشت وہاں خود گئے یا برکات مذہب نے یہ اثر کئے۔ بابل کی وہ تباہی کہ جس کے بعد اُسکے نام ونمود پر پانی پھیر دیا گیا وخشور یزدان کے پچاس ساٹھ برس بعد واقع ہوئی ہے۔ ممکن ہے کہ اس تباہی میں اس مذہب نے بھی سایرس کا ہاتھ بٹایا ہو لیکن اس میں بھی شک نہیں ہو سکتا کہ ممکن ہے کہ بعد اس کے کہ مذہب کی بیخ سلطنت ایران میں قایم ہو گئی زرتشت خود اشاعت کے لئے باہر نکلے ہوں

اور اس سفر میں اُن کا قدم بابل تک پہنچا ہو۔ بہرحال پرسیپاس (تخت جمشید۔ استخر۔ اصطخر) تک تو اُن کا پہنچنا معلوم ہوتا ہے ؁

بعض متقدمین فضلاء۔ جن کے نزدیک یہ پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ کہ فیثاغورث زرتشت کا معتقد یا کم سے کم مجوسی تھا۔ اس بات کے تو قائل ہیں کہ اُس نے اپنی رہائش بابل میں اختیار کرلی تھی۔ اور وہاں کے حالات بلکہ رموز تک سے پوری طرح ماہر تھا۔ پس اُسکے ذریعہ سے بھی اگر اشاعت مذہب حقہ ہوگئی تو دنکارت کا مقصد حاصل ہے۔ اگر دوسرے معنی میں لیا جائے تو جہاں کہیں مذہب پہنچا۔ یا بانی مذہب کے خیالات پہنچے تو یہ بھی بمنزلہ اُس بانی مذہب کے جانے اور رہنے کے ہی ہے ؁

اس واقعہ میں بھی بدھ کی مماثلت تام ہے ؁

باب ہفتم

امر لہ وو مید تمیا سید
اگر نتوانید پنداریدہ (نامہ یاسان)

واقعات متذکرہ باب ماقبل سے لے کر پیغمبر یزدان کے ساٹھ برس تک کی عمر کے۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ آیندہ پندرہ برس کے حالات سلسلہ وار بیان کرنا قریبًا ناممکن ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ زرتشت جیسے دل و دماغ کا انسان اپنے مقصود اصلی سے غافل ہوکر محض اتنی ہی سی کامیابی پر غرّہ ہو جائے اور بیکار ہو بیٹھے ناممکن محض ہے۔ لیکن اس کا کیا علاج ہو کہ معتقدین رشتؑ و خشور نے ان واقعات کے بیان کرنے میں اہمال کیا۔ آج ہزاروں برس بعد اگر کوئی کچھ لکھے تو کہاں سے۔ ممکن ہے کہ بعض یا اکثر واقعات جو پچھلے باب میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس زمانہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ لیکن جہاں تک واقعات اور قیاسات سے مدد لی جا سکتی ہے ہم نے حتے الوسع اُن کو اپنے ہی موقع پر سلسلہ وار لکھا ہے۔ لیکن جو کچھ اس باب میں بیان کیا جائیگا۔ اُس میں بمجبوری ہم کو اس کا لحاظ چھوڑ دینا پڑا ہے اور گونہ وسیع الخیالی سے کام لیا ہے۔ بادی النظر میں اتنا فرق ضرور معلوم ہوگا کہ اُس باب سے صرف اشاعت مذہب ظاہر ہوگی اور اس باب میں نظام مذہب اور آتشکدوں کی بناء کا حال لکھا جائیگا۔ مگر بہر حال یہ سمجھ لینا چاہئے

ۓ حضرت پیغمبرؑ

کہ اس میں سلسلہ کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا۔ اور یہ امر حالات موجودہ میں ناممکن نہیں تو سخت مشکل تو ضرور ہے۔ لہذا کوشش کی گئی ہے کہ وہ تمام واقعات اس میں دکھلا دئے جائیں جن پر اس وقت ہمیں دسترس ہے۔ اور واقعات کے لئے گو ہم زمانہ مقرر نہ کر سکیں۔ لیکن ایک کیخ کا زرتشتی ہونا ایک ایسا واقعہ ہے جس کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ واقعات باب ماقبل کے بعد ہی وقوع میں آیا۔ یہ واقعہ فی الاصل نہایت مہتم بالشان ہے اور اس پر حضرات بہ دین جس قدر اظہار فخر و انبساط کریں بجا ہے۔ اور اسی لحاظ سے غالباً اس پر اتنی توجہ کی گئی ہے کہ اہتمام کے ساتھ اس کو اپنے موقع پر بیان کر دیا گیا۔

زات سپارم میں ہے کہ "مذہب کے بیسویں سال ایک کیخ کوندہ کا بیٹا مذہب حقہ کی طرف مائل ہوا۔ گو نام میں اختلاف ہے اور بعض نے اس کو کونیہ لکھا ہے۔ لیکن امر واقع میں کسی کو کلام نہیں۔ نیز یہ کہ اگر بیسواں سال صحیح مانا جائے تو اُس وقت زرتشت پچاسویں برس میں ہونگے۔ (سنہ ۱۱۰۰ قبل از مسیح)۔

ایک اندھے نے زرتشت کی برکت (یا علاج) سے شفا پائی۔

شہرستانی نے ایک واقعہ بیان کیا ہے جو غالباً اُن سفروں میں سے کسی ایک میں پیش آیا ہوگا کہ جو زرتشت کو اپنے مذہب کی اشاعت میں کرنے پڑے تھے۔ تمام اس سے کہ وہ گشتاسپ کے نقل مذہب کے قبل کے ہوں یا بعد کے۔

وہ لکھتے ہیں کہ "اثنائے سفر میں بمقام دینور[1] زرتشت نے ایک اندھا آدمی دیکھا۔ اُنھوں نے اپنے ایک مرید کو ایک بوٹی بتلا کر کہا کہ اس کا عرق

[1] یہ قصبہ ہمدان اور کرمان سے بیس فرسنگ پر یا یوں کہنا چاہئے کہ دونوں مقامات کے وسط میں واقع ہے۔

اس شخص کی آنکھ میں ٹپکادو - چنانچہ اس کے ڈالتے ہی وہ شخص بالکل اچھا ہو گیا ۔

اس واقعہ سے معتقدین زرتشت نے تو صرف یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جڑی بوٹی کا تو بہانہ ہی تھا - فی الاصل نابینا کا بینا ہو جانا محض اُن کے برکت انفاس کی وجہ سے تھا - یا یوں کہنا چاہیئے کہ یہ بھی اُن کا ایک معجزہ تھا لیکن ہمارے نزدیک اس سے اُن کی واقفیت علم طب اور نباتات کی خاصیت کیمیائی اور اثرات کی معلوم ہوتی ہے ۔

کیا زرتشت کو طب میں بھی دخل تھا

گو اُن کو معتقدین طبیب ارواح و اجسام مانتے ہیں - لیکن افسوس ہے کہ صفت ثانی سے وہ لوگ قطعی چشم پوشی کر گئے - حالانکہ یہ صفت بھی کچھ کم رتبہ نہیں رکھتی - جہاں تک خیال کیا جاتا ہے اُن کو اس طرف بھی خاص اعتنا و توجہ تھی - اور اکثر افہام و تفہیم اور اعلان و اعلام مذہب کے ساتھ ہی ساتھ وہ طبابت سے کام لیا کرتے تھے - اور یہ ترکیب کہیں تو ہمدردی انسانی اور کہیں معجزوں پر محمول ہو کر اُن کے مقصود اصلی میں بہت کچھ مدد دیتی تھی - موجودہ زمانہ ہی کو دیکھ لو کہ ہندوستان میں عیسائیوں کو اسی فن شریف نے کس قدر تقویت دی ہے - بعض حضرات تو مذہب مسیحی کے پھیلنے کی وجہ روپیہ پیسہ کا کھیل - یا حسن و عشق کی کارستانی بتلاتے ہیں - ممکن ہے کہ ان باتوں کا بھی بہت کچھ دخل ہو - مگر اصلیت یہی ہے کہ اس مذہب کو اگر ہندوستان میں کامیابی ہوئی ہے تو صرف اسی طب کی بدولت ۔

غرض پیغمبر یزدان نے جہاں اپنے ملک کی شایستگی ارواح کی طرف توجہ کی وہاں وہ اُن کی ضروریات اجسام سے بھی فارغ نہ تھے - چنانچہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اوستا کے متعدد نسک اسی فن میں بھی تھے کہ جو مختلف

بدامنی اور متفرق جنگ کی داروگیر میں ضائع ہو گئے۔ چونکہ اکثر یونانی حکماء مان گئے ہیں کہ زرتشت کی تصانیف نہ صرف الٰہیات ہی تک محدود نہیں بلکہ اُن میں طب۔ نجوم۔ اور جمادات کے علوم بھی ملتے تھے۔ پس اس لحاظ سے ہم دینیوں کا یہ دعویٰ بے دلیل نہیں ہے۔ ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ تصانیف اوستا کا حصہ (یا یوں کہو کہ الہامی) نہ ہوں۔ بلکہ خود زرتشت یا اُن کے متبعین کی تصانیف ہوں +

دور کیوں جاؤ دنکارت میں ہی موجود ہے کہ "اُن[1] (زرتشت) کی خصوصیات میں ایک عجیب و غریب چیز طب ہی ہے۔ مزاج دانی و قیافہ شناسی اس پر مستزاد ہے۔ اور یہ وہ امور ہیں جو ایک مذہب کے بانی اور شائع کرنے والے کا جوہر ہے۔ الہام کے ذریعے سے اُنہوں نے وباؤں کے علاج۔ جادوگروں کے اثر باطل کرنے کی تدابیر۔ اور جادو اُتارنے کی ترکیبیں معلوم کیں۔ بیماروں کو وہ اچھا کرتے تھے۔ موذی اور درندوں کے کاٹے کا علاج اُنہیں آتا تھا۔ مینھ برسانے کے عمل اُنہیں آتے تھے"۔ ان کے آگے ایک لمبی فہرست اُن کے صفات کی دی ہوئی ہے۔ اس سے کم از کم اتنا تو معلوم ہو گیا کہ اُن کے طبیب ہونے کا اُن کے معتقدین کو بھی فخر تھا۔ اور منجملہ اُن کی اور صفات کے یہ صفت خود کی سمجھی جا کر اس پر ایک ایک فقرہ میں کئی کئی بار زور دیا گیا ہے +

یہیں سے اُن کی عقل (یا علم) کی دو شاخیں کر دی گئی ہیں۔ ایک کا نام "گیہا نوزرتوی" یا عقل معاش ہے۔ اور دوسرے کا "یزدانوزرتوی" یا عقل معاد۔ اور زرتشت ان دونوں کے جامع بتلائے جاتے ہیں۔ بلکہ کہا

[1] یہ ترجمہ لفظی نہیں ہے +

جاتا ہے کہ اُن کی اولاد (کم ازکم ساسانیوں کے وقت تک تو) ان صفات سے متصف رہی ہے۔ اور دونوں کے جوہر اپنے اپنے ظرف کے موافق سب نے دکھلائے ہیں۔ جس کی تفصیل کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے ؀

مختلف واقعات

اب تھوڑی سی دلچسپ باتیں باقی ہیں جو ممکن ہے کہ اس زمانہ سے متعلق ہوں ؀

خیال ہوتا ہے کہ اسی زمانہ میں ایک مرتبہ زرتشت اپنے وطن آذربائجان بھی گئے تھے۔ مسٹر انکیوٹل کے نزدیک اُنہوں نے ایک سفر حسب فرمان یزدان کیا تھا۔ لیکن یہ امر پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ زرتشت گشتاسپ کے ہمراہ استخر بھی گئے تھے۔ عجب نہیں کہ یہ خیال اس پر مبنی ہو کہ بقول مسعودی زرتشت نے بادشاہ کو ترغیب دی تھی کہ خوارزم کا آتشکدہ اُٹھا کر دارابجرد (واقع ایران) میں لے آئے ؀

طبری نے لکھا ہے کہ زرتشت کے کہنے اور بادشاہ کے حکم سے اوستا کا ایک نسخہ بارہ ہزار بیلوں کی کھال پر آب زر سے لکھا گیا۔ اور اس عجوبہ تبرک کو ایک مقام دربہشت (زربہشت) میں رکھوادیا۔ ہم ایک مقام پر اوپر لکھ آئے ہیں کہ جاماسپ نے زرتشت کی تعمیل ارشاد میں اوستا کی ایک نقل تیار کی۔ ممکن ہے کہ وہ واقعہ اس سے کچھ تعلق رکھتا ہو۔ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ نسخہ دربہشت میں نہیں بلکہ گنج شایگان میں رکھا گیا ؀

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں زرتشت زیادہ تر نظام مذہب و قیام اصول شرائع میں مصروف رہے۔ یا مختلف آتشکدوں کے قایم کرنے اور اُن میں بطور موبد کام کرنے کے اہتمام میں لگے رہے۔ ممکن ہے کہ سروکشمر بھی اسی

زمانہ میں لگایا گیا ہو +

سچّے خوابوں اور حضوریوں کا سلسلہ اب بھی بند نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ بہمن یشت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ میں اُن کو خواب (یا بیقظہ) میں سات روز کے اندر مذہب کے آیندہ حالات۔ آخر زمانہ تک کے دکھلا دیئے گئے۔ اور جزئیات تک سے ماہر کر دیا گیا +

پروفیسر ولیمس جیکسن لکھتے ہیں کہ "انجیل کے ایک غیر مستند نسخہ میں لکھا ہے کہ زرتشت نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بعثت کی بھی خبر دی تھی نیز ایک شامی عیسائی سلیمان حلاّلی نے لکھا ہے کہ زرتشت نے ایک مقام پر ایک فوارہ بنایا تھا۔ اور اُس کے قریب ہی ایک شاہی حمام اور وہیں ایک گوشہ کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ یہاں مسیحا پیدا ہوگا!"

آتشکدے اس میں کچھ کلام نہیں کہ زرتشت کی عمر کا زیادہ تر حصّہ مقدس آگ کی حفاظت و طاعت میں یا (حتی الوسع) اُس کو تمام دُنیا میں رواج دینے کی کوشش میں گزرا۔ اسی طرح گشتاسپ بھی نقل مذہب کے بعد ہمہ تن اسی طرف مصروف ہو گیا۔ اور اس کے حُکم سے بھی بہت سے نئے آتشکدے ملک میں بن گئے۔ اوستا کے ایک مستقل باب میں آتشکدوں کی (گویا) فہرست ہے جن کو مقدس سمجھا گیا یا سمجھا جانا چاہئے بندہشن میں اُس سے بڑھ کر کچھ تفصیل ہے +

شاہنامے میں اکثر آتشکدوں کا ذکر آتا ہے۔ اور مسعودی نے نہایت تفصیل کے ساتھ آتشکدوں کا ذکر کیا ہے۔ کہ جن میں سے اکثر زرتشت کے پہلے موجود تھے[۱] +

[۱] مسلمانوں کو شاید یہ معلوم کر کے تعجب ہوگا کہ پارسیوں کا خیال ہے کہ سلاطین پیشدادیان کے

مسعودی اور شہرستانی نے دس بڑے بڑے آتشکدوں کی تفصیل کی ہے جو زرتشت سے پہلے ایران میں موجود تھے۔ زرتشت نے خود ایک آتشکدہ نیشاپور میں اور دوسرا نسائیہ میں بنایا تھا۔ علاوہ ازیں اُسکے اشارہ سے شاہ گشتاسپ نے خوارزم کا آتشکدہ جو جمشید کے وقت سے چلا آتا تھا دارابجرد میں اُٹھا منگوایا۔ یہی وہ آتشکدہ ہے جس کی مجوسی سب سے زیادہ عظمت کیا کرتے تھے۔ ان کے سواے اور بہت سے آتشکدوں کا پتہ دیا جاتا ہے جو سیستان۔ روم (قسطنطینہ)۔ بغداد۔ یونان۔ ہندوستان اور چین میں تھے ✢

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) وقت میں جتنے مقامات اس وقت متبرک سمجھے جاتے ہیں (عام اس سے کہ وہ مسلمانوں کے ہوں یا ہندوؤں کے) ہر جگہ ایک آتشکدہ یا اُس زمانہ کا معبد تھا۔ چنانچہ کعبۂ شریفہ بیت المقدس۔ اور مدفن اقدس حضرت رسالت پناہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم۔ و مرقد شریف امیر المومنین امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہ۔ اور مشہد مقدس حضرت شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مضجع امام موسے رضی اللہ تعالے عنہ اور روضہ رضویہ سناباد طوس میں اور روضہ علی بلخ میں۔ وہ کہتے ہیں کہ مہ آباد۔ نے بعد از تعمیر ہیکل استخر ایک معبد بنا کر اُس کا نام آباد رکھا تھا۔ یہ وہی مقام ہے جس کو اب کعبہ کہتے ہیں۔ ضحاک کے وقت میں جب بُت پرستی ہونے لگی تو یہاں چاند کے نام کا ایک بُت بہت بڑا بنایا تھا۔ وہ اُسی کی وجہ سے اس شہر کا نام مہ گہ ہو گیا تھا۔ کہ عرب نے اس کو مکہ بنا لیا۔ حجر اسود اُن کے نزدیک بہت ہی پُرانا ہے کہ جس کو وہ ہیکل کیوان بتلاتے ہیں۔ مسجدوں کی محرابوں کی وہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ فی الاصل زہرہ کے بت کی نقل ہے کہ اب تک مسجدوں میں بوجہ تقدس چلی آتی ہے! مسلمانوں میں جو جمعہ کی تعظیم کی جاتی ہے یہ محض اس لئے کہ وہ روز ناہید ہے۔ بیت المقدس میں، فی الاصل ایک ہیکل تھا موسوم بہ گنگ، دہوخت جسکو ضحاک نے بنایا تھا۔ لیکن آگ اس میں فریدوں کے وقت سے آئی۔ کہتے ہیں کہ جب فریدوں نے

ساسانیوں کے وقت میں تین آتشکدے بہت بڑے تھے۔ اُن میں سے ہر ایک ایک فرقہ خاص سے منسوب تھا۔ ایک عباد و زہاد کے لئے خاص تھا۔ تو دوسرا جنگجو لوگوں کے لئے۔ تیسرا عوام الناس کے لئے جو محنت و مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ ان تینوں آتشکدوں کے نام اور مختصر حالات دلچسپ ہونگے۔ اوّل۔ آذر فروبہ (یا خرّاد۔ خرداد) یہ آتشکدہ بھی بہت ہی پرانا اور نہایت باعظمت جمشید کے وقت کا بتلایا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی گشتاسپ کے ایماء سے کابل میں منتقل کیا گیا تھا۔ اور عباد و زہاد کے لئے مخصوص تھا ❊

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) ضحاک پر چڑھائی کی ہے تو اُس کے بھائیوں نے جادو کے زور سے پتھر برسائے لیکن فریدون تمام علوم پر حاوی تھا۔ اُس نے سب سے بڑے پتھر کو اپنے عمل کے ذریعہ سے معلق روک دیا اور یہی پتھر صخرہ کہلاتا ہے۔ مدینہ (شریف) میں ایک بتکدہ تھا منسوب بہ ماہ۔ لہٰذا اُس کا نام مہدینہ (دینہ = حق) تھا۔ کثرت استعمال سے "ہ" اُڑ گئی اور مدینہ بن گیا۔ نجف (اشرف) میں ایک آتشکدہ "فروغ پیرایہ" نامی تھا۔ اور اُس مقام کا نام ناآلفت تھا (آلفت = آسیب) ناآلفت شدہ شدہ نکفت ہوا اور نکفت سے نجف بن گیا۔ کربلا میں ایک آتشکدہ تھا "سہ پاز" نام کہ اُس کو کار بالا بھی کہتے تھے (کار بالا۔ فعل علوی) کار بالا کا کربلا بن جانا آسان ہی ہے۔ بغداد میں جس جگہ مرقد امام موسیٰ رضا ہے ایک آتشکدہ تھا "شید پیرایہ" نام (شید۔ روشنی) مزار مبارک حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ بھی ایک آتشکدہ "ہود یار اسم" نامی تھا۔ اور جہاں آج کل مسجد کوفہ ہے یہاں بھی ایک آتشکدہ تھا "روز آذر" نام۔ جہاں امام رضا ہیں یہاں جو آتشکدہ تھا اُس کو فریدون نے بنا کر آذر خرد نام رکھا تھا (کہ بعد میں اور ناموں سے بھی موسوم ہو گیا) طوس ابن نوذر جب اس آتشکدہ کی زیارت کے لئے گیا تھا تو وہاں اپنے نام پر ایک شہر بسایا تھا (کہ مولد فردوسی ہے) ❊

دوم - آذر گشتاسپ (یا آتشکدہ سپاہیان) - یہ آتشکدہ کیخسرو نے بُت پرستوں کا قلع و قمع کرنے کے بعد ارومیا - کوہ اسنود کے قریب قایم کیا تھا - بقول زرتشت نامہ گشتاسپ کے نقل مذہب کے وقت فرشتگان مقرب اسی آتشکدہ سے آگ اُٹھا کر لائے تھے ؛

سوم - آذر برزین مہر (یا آتشکدہ پیشہ وران) یہ آتشکدہ طوس کے قریب واقع تھا - اس کا تذکرہ فردوسی نے خصوصیت سے کیا ہے - نیشا پور کے مغرب میں ایک قصبہ مہر نامی واقع ہے ممکن ہے کہ اسی مقام پر یہ آتشکدہ رہا ہو - بیشتر مسلمان مورخین و محققین کا قول ہے کہ جو آتشکدے خود زرتشت نے قایم کئے تھے وہ زیادہ تر نواح نیشاپور میں تھے - اس لحاظ سے اس آتشکدے کو تقدس قدامت حاصل نہیں ہے - یہاں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ سرو کشمر بھی اسی نواح میں لگایا گیا تھا - اور آخری جنگ مذہبی کا بھی یہیں خاتمہ ہوا تھا ؛

چونکہ ان لڑائیوں کا بھی اشاعت مذہب سے خاص تعلق ہے لہذا اُنکو ہم بالتفصیل اگلے باب میں بیان کرتے ہیں - اس باب میں صرف اُن

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) اسی طرح ہندوؤں کے معابد کا حال بھی بیان کیا گیا ہے - چنانچہ کہتے ہیں کہ جو جگہ کہ اب دوارکا مشہور ہے یہاں زحل کا بُت تھا - اور اس کا نام دہ کیوان تھا کہ شدہ شدہ دوارکا ہو گیا - گیا میں کیوان کا بُت تھا - اور اس بت خانہ کا نام گاہ کیوان تھا کہ رفتہ رفتہ گیا بن گیا - متھرا میں بھی کیوان کا بڑا بت خانہ تھا - اور چونکہ وہاں عموماً مہتران قوم آتے تھے - لہذا وہ مہترا کے نام سے مشہور تھا مہترا گڑتے بگڑتے متھرا بن گیا - اسی طرح عیسائیوں کے اکثر مقابر مقدسہ کا حال بتلاتے ہیں - اُن کا عقیدہ ہے کہ کوئی مقام جو مقدس ہو غیر قوم کے ہاتھ میں جا کر با ترکیب عبادت میں تبدیل ہو کر اُس کے تقدس و عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا - وہاں نماز اب بھی اُسی طرح جایز ہے جس طرح پہلے تھی - ؎ بہ بیں کرامت بت خانۂ مرا اے شیخ ؛ کہ چوں خراب شود خانۂ خدا گردد ؛

واقعات کا بیان کرنا مقصود تھا۔ جن کے زمانہ وقوع کی تشخیص نہ ہو سکتی تھی۔ اور غالب قیاس یہ تھا کہ وہ شروع جنگ سے پہلے واقع ہوئے ہوں۔ نیز زرتشت جیسے شخص کے دل و دماغ سے کسی طرح یہ اُمید نہیں ہو سکتی کہ وہ ایک ذراسی کامیابی پر غرہ کر کے مطمئن ہو بیٹھتے۔ اگرچہ خوش قسمتی سے اشاعت مذہب کا بار۔ زریر و اسفندیار کی تلواروں پر جا پڑا تھا۔ لیکن آخر نو مذہب لوگوں کے لئے عبادت خانوں (آتشکدوں) کا مہیا کرنا بھی ایک کام تھا۔ یہ پیغمبر یزدان نے خود اپنے ذمہ لیا۔ اور گشتاسپ کے رسوخ و وجاہت سے بہت سے نئے قایم کئے۔ اور بہت سے پُرانوں کو حسب ضرورت منتقل کرا دیا۔ لیکن بہرحال نتیجہ یہ ہوا کہ ایک نئے مذہب قایم ہونے کی خبروں سے ملک میں بگولے اُڑنے لگے۔ اشاعت مذہب کی کوشش سے آندھیاں اُٹھیں اور آتشکدوں کی گرماگرمی نے اس طوفان کو اور بھی مکمل کر دیا۔ اور آخر یہی طوفان ایران پر ٹوٹ پڑا۔ اور تیر و تبر گرز و شمشیر کا مینہ برسا دیا۔

باب ہشتم

تیغ و تبر

یہاں تک جو کچھ واقعات بیان ہوئے ہیں اُن سے بظاہر یہی معلوم ہوگا کہ اشاعت بہ دین نہایت آسانی سے ہوتی چلی گئی اور کہیں مخالفت پیش نہیں آئی۔ اگرچہ اتنا تو صحیح ہے کہ جو آگ گشتاسپ نے سلگائی تھی وہ وزراء و امراء کے گھروں کو گرم کرتی ہوئی۔ غربا کے گھروں کو بھی روشن کر گئی۔ لیکن اسکا کہیں نہ کہیں اور کبھی نہ کبھی بھڑک اُٹھنا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ بھڑکی اور جنگ کی شکل میں۔ جہاں تک اپنے ملک اور اپنی رعایا کا تعلق تھا وہاں تک یہ مذہب بآسانی پھیل گیا۔ اور اگر کہیں جبر کو کام میں لانا پڑا تو ایک کا خون سیکڑوں کے لئے باعث عبرت ہوگیا۔ لیکن غضب یہ ہوا کہ ہم سرحد بادشاہوں کو پُرانی دشمنیاں نکالنے کا ایک بہانہ مل گیا۔ مدت کی پڑی گری راکھ میں جو چنگاریاں دبی پڑی تھیں اُنکو اس نئی آندھی نے نکال کر بھڑکا دیا۔ اور نئے سر سے آگ لگادی۔ جس تازہ نہال کی امید تھی کہ سروِ کشمر کی طرح سلطنت اور بادشاہ کی آبیاری سے پھل پھول جائیگا وہ چنار کا درخت نکلا کہ جس سے آگ جھڑنے لگی۔ آخر تلواریں میانوں سے نکالنی پڑیں۔ پھر تلوار کی طبیعت ! کہ میدانِ جنگ کی ہوا اس کو لگ جائے پھر یہ سیکڑوں کا خون چاٹے بغیر غلاف ہوتی نہیں ایران و توران کہ ایرج و تور کے وقت سے ایک دوسرے کے رقیب چلے آتے تھے بھلا کب چین سے بیٹھنے والے تھے۔ برسوں سے دونوں کے

ہتھیاروں میں زنگ لگ رہا تھا۔ مواد پکا ہوا موجود تھا ہی۔ اس جدید مذہب
نے ذرا ٹھیس لگا دی۔ بس پھر کیا تھا۔ پھوڑا تھا کہ پھوٹا اور بہ نکلا۔ لطف یہ
ہے کہ طرفین کی آبائی ناسازگاری یا پولیٹکل ضرورت کا نام بھی نہ ہوا اور
بیچارے مذہب کے مفت ماتھے گئی۔ ایران میں بھی مسودہ گٹھ چکا تھا کہ اگر
توران خراج کا مطالبہ کرے تو یہاں سے صاف جواب دے دیا جائے کیونکہ
دین حقہ کی اس میں سخت توہین و اہانت ہے کہ اُس کے پیرو کفار کو خراج
دیں۔ لیکن ابھی نہ اُدھر سے تقاضے کی نوبت آئی تھی نہ ادھر سے انکار ہوا
تھا کہ کسی نمک حرام نے وہاں جا کر جڑ دی۔ اس کے بعد شاہ توران کا پہلا
نامہ جو آیا تو شعلہ بار اور وہی مذہب کے پردہ میں تیر و تبر کی تصویر۔ اب
ابتدا خواہ ایران کی جانب سے سمجھ لی جائے یا توران کی بیجا زیادتی۔ گو
آغاز میں ایران کو سخت نقصان اُٹھانا پڑا لیکن انجام میں فتح ان ہی کے
ہاتھ رہی۔ عیسائی اپنے قسطنطین وغیرہ جیسے بادشاہوں کو بھول کر اکثر
اُن لوگوں کے منہ آیا کرتے ہیں جن کے یہاں کوئی تلوار بنام نہاد دین میان
سے باہر نکلی ہو۔ عام اس سے کہ وہ مدافعت کے لئے ہو یا حفاظت خود اختیاری
کے واسطے بہانہ ہی ہو گیا ہو۔ یا کوئی دھوکا۔ لیکن اس کو فرض کر لینے کے بعد
کہ فی الاصل اشاعت مذہب ہی تلوار کے ذریعہ سے ہوئی عقل سلیم کسی طرح
ملزم نہیں بننے دیگی۔ جو لوگ بانیان مذہب کو محض مصلحین سمجھتے ہیں اُن کو
بہرحال یہ ماننا پڑیگا کہ جس ملک میں وہ پیدا ہوئے اُس میں بد اخلاقی و بدتہذیبی
کی سخت تاریکی پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو اُن کا خطاب "مصلح"
ایک لفظ ہو جاتا ہے بے معنی۔ وہ سالہا سال اپنے ملک اور اہل ملک کو
بغور دیکھتے ہیں۔ اور اُس کے لئے علاج و تدابیر سوچتے ہیں۔ عوام اپنے

لغویات میں مصروف ہوتے ہیں اور یہ اُن کے حرکات و سکنات کو ایک خاص نظر سے دیکھتے ہیں۔ برسوں بعد وہ خود کو ظاہر کرتے ہیں اور اپنی سوچی ہوئی تدابیر پر عمل کرنا اور کرانا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ کچھ نیم حکیم نہیں ہوتے کہ علت و غایت مرض تک نہ پہنچیں اور ہر بخار کو عارضی و معمولی بخار سمجھکر صرف اور صرف کونین پر اکتفا کر بیٹھیں۔ وہ رگزن ہوتے ہیں کہ پہلے تو فصد لے کر مرہموں سے کام نکالنا چاہتے ہیں۔ اور آخر تمام جسم کو بگڑتا دیکھکر قطع عضو کر یا کرا دیتے ہیں۔ آخر بین و دُور رَس طبیب ہوتے ہیں کہ پہلے تو وبا کی روک تھام معمولی تدابیر سے کرتے ہیں۔ لیکن جب اس سے کچھ فائدہ نہیں دیکھتے تو اُس وبازدہ شہر ہی کو آگ لگوا دیتے ہیں کہ وبا آگے نہ پھیلنے پائے۔ یا اُس کو بجبر و اکراہ چھوڑ یا چھڑوا دیتے ہیں کہ اُن لوگوں میں جن میں کہ مادہ صالحہ موجود ہے یہ وبا نہ اثر کر جائے۔ بنی نوع انسان کے ہمدرد حقیقی ہوتے ہیں کہ تمام عالم کو تہذیب و اخلاق کے اُس سطح پر دیکھنا چاہتے ہیں جس پر وہ خود ہیں یا جو کم از کم شایان انسانیت ہے۔ خواہ اس میں اُن جانوں ہی کا اتلاف کیوں نہ ہو جائے جو ایک عالم سوز باروت کے لیئے آگ کا کام دے رہے ہیں۔
اس لحاظ سے بجائے اس کے مذہبی جنگیں مطعون کی جائیں یہی معیار ہیں اُن مصلحین کی مصلحت بینی دور اندیشی ہمدردی انسانی کی +

اوستا میں لڑائیوں کا ذکر

قبل اس کے کہ ہم بہ دینوں کی لڑائیوں کے واقعات بیان کریں۔ پہلے دیکھنا یہ ہے کہ اوستا بھی ان کی اجازت دیتا ہے یا نہیں۔ گو اس کے متعلق صاف کوئی ہدایت موجود نہیں ہے۔ لیکن چونکہ اُس میں کئی ایک لڑائیوں کا مذکور ہے۔ اور اُنکو بُری نظر سے نہیں دیکھا گیا اس لیئے لامحالہ جواز ہی کا نتیجہ نکلتا ہے۔ آگے

لڑائیاں ایسی لکھی ہیں کہ جن میں گشتاسپ یا اُس کے بھائی زریر نے فتح کے لئے دعائیں مانگی ہیں اور وہ قبول ہوئی ہیں۔ اُن کے مخالفین کے نام اوستا میں محفوظ ہیں۔ اور ان میں کا ہر واحد۔کافر۔کاذب۔بددین۔لامذہب کے نام سے پکارا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ وہ نسک گم ہوگئے جن میں انکا تذکرہ تھا۔ لیکن یہ ثابت ہے کہ یہ لڑائیاں گشتاسپ کے نقل مذہب کر لینے کے بعد ہوئی تھیں۔ اور ہر ایک میں فتح گشتاسپ ہی کو ہوئی تھی ؀

ارجاسب شاہ توران سے لڑائیاں

یہ لڑائیاں بظاہر ایسی چھوٹی چھوٹی تھیں کہ ان کو "جنگ" کہنا کچھ صحیح نہیں ٹھیرتا فساد تھے کہ ملک میں کھڑے ہوگئے (خواہ اُن کی وجہ مذہب ہو یا کچھ اور) اور فرو کر دئے گئے۔ اصل لڑائی وہ ہے کہ جو گشتاسپ کو اپنے آبائی دشمن ارجاسپ شاہ توران سے محض مذہب کے لئے لڑنی پڑی۔ سب سے بڑا دشمن تھا کہ جس نے مذہب زرتشت کی آیندہ ترقیات روکنے بلکہ ملیامیٹ کر دینے ہی کو ہتھیار اُٹھائے تھے۔ یہی وہ لڑائیاں ہیں جو زرتشت کی ذات خاص اور اُن کے مذہب سے بہت ہی قریب تعلق رکھتی ہیں جنہوں نے حقیقت میں چند روز کے لئے تو مذہب زرتشت کی جڑ تک ہلادی تھی۔ اس نظر سے انکے حالات بہ تفصیل بیان کرنے نہایت ضروری ہیں۔ خوش قسمتی سے یہ مل بھی سکتے ہیں گو اوستا کا معمولی نستعلیق رو یہ انچہ گیر بد مختصر گیر بد سے ذرا بھی متجاوز نہیں ہوتا۔ لیکن اور پہلوی اور فارسی کتابوں اور بالخصوص یادگار زریران اور شاہنامے نے ان کو اب تک نہایت تفصیل کے ساتھ باقی رکھا ہے۔ اور اکثر عربی محققین نے بھی ان کو اپنی تصانیف میں اکثر مقدم الذکر مصنفین کی ایک تائیدی شہادت پیدا کر دی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ کے تفصیلی اور صحیح واقعات ایک

مفقود نسک "گشتاسپ ساستونسک" نامی میں بیان کئے گئے تھے۔ لیکن اس وقت بجز اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ ہم اُس نسک کی گم شدگی پرافسوس کرکے یادگار زریران اور شاہنامے پر قناعت کریں اور ان ہی دونوں بالخصوص فردوسی یا دقیقی سے استنباط کریں +

جن لڑائیوں میں کہ توران بسرکردگی اپنے بادشاہ ارجاسپ کے گشتاسپ سے لڑا ہے۔ پہلوی مصنفین اُن کو "جنگ مذہبی" کا خطاب دیتے ہیں۔ توران کی اصل حقیقت کے متعلق اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ ارجاسپ بقول فردوسی کے توران۔ ترکستان اور چین کا بادشاہ تھا کہ گشتاسپ پر محض اس لئے چڑھ دوڑا تھا کہ اُس نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر ایک نیا مذہب اختیار کرلیا تھا۔ اس کا پایہ تخت خلخ تھا کہ دریائے جیحوں کے پار واقع تھا۔ اگرچہ اوستا کوئی تفصیل نہیں کرتا۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ ارجاسپ نے محض مذہب کی بنا پر ایران کے اوپر دو حملے کئے تھے۔ گو شاہنامے کی طرح اور پہلوی کتابوں نے بھی تفصیل نہیں کی ہے۔ لیکن اُن سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہ آگ کہیں سترہ برس بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ میں فرو ہوئی۔ اتنے دنوں میں کیا دو حملے بھی نہ ہوئے ہونگے؟ گو ان دونوں میں کامیابی ایران ہی کے ہاتھ رہی۔ لیکن سخت نقصان اور شرمندگی اُٹھا کر اور نہایت عزیز جانیں تلف کرکے +

پہلی جنگ میں زریر[1] اور اُس کے بیٹے نستور[2] کے جوہر مردانگی کھلے تھے۔ اور دوسری میں اسفندیار کے جوہر شمشیر نظر آئے تھے جو ذیل کی تفصیل سے معلوم ہوگا:۔

جنگ کی تاریخ اور بناء فساد

زرتشتی تصانیف سے (جو غالباً ساسانی زمانے کی ہیں) معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ گشتاسپ کے تقبل

[1] گشتاسپ کا بھائی [2] گشتاسپ کا بیٹا +

مذہب کرنے کے سترہ برس بعد ہوئی تھی۔ زات سپارم میں لکھا ہے کہ "شیوع مذہب کے تیسویں برس تورانی ایران پر حملہ آور ہوئے" اس لحاظ سے بقول ڈاکٹر ویسٹ یہ جنگ ۶۰۱ سال قبل از مسیح ہوئی۔ اتنا تو شاہنامہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ گشتاسپ کے نقل مذہب کے مدت بعد یہ جنگ شروع ہوئی۔ اور اُس زمانہ میں زرتشت بڈھے ہو گئے تھے۔[1] یادگار زریران تاریخ ختم جنگ فرودین لکھتا ہے ✤

باقی رہا بنائے فساد۔ گو اس میں کچھ کلام نہیں کہ اصل تو وہی بقول پروفیسر آزاد (سلمہ اللہ تعالیٰ) تور و ایرج کا جیحوں میں زہر گھول دینا تھا کہ جس نے ایران و توران کے نام مٹ جانے پر بھی آبائی عداوت نہ جانے دی۔ بہانہ تو کیا گیا گشتاسپ کا ادائیگی باج سے انکار کرنا۔ لیکن اصل خار تھا شہنشاہ ایران کا مذہب جدید قبول کرلینا۔ اور یہی یادگار زریران سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر شاہنامہ اور دنکارت باج اور مذہب دونوں کو بنائے فساد قرار دیتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ زرتشت اپنی عظمت و اقتدار کی وجہ سے اب معاملات سلطنت میں بھی دخل دینے لگے تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے ہی توران کو آیندہ باج دینے سے منع کیا۔ عجب نہیں کہ بعض وجہ تحریک توران اور اُس کے بادشاہ کا اُن کے مذہب سے انکار کرنا بتلائیں۔ اور باج دینے سے انکار کرا دینا اُنکی نفسانیت پر محمول کریں۔ لیکن ہر مہذب اندازہ کرسکتا ہے کہ اُس کو وحشی اور غیر مہذب نقل کے اندھے سے کس قدر نفرت ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ تھی زرتشت کو ارجاسپ سے نفور ہونے کی جس کی وجہ سے تمام ملک اپنے کفر پر قایم رہا۔ اُن کے نزدیک اگر اُس کو یوں سزا نہ ملتی تو دوزخ سے تو نہ بچ سکتا تھا۔ جس شخص نے کہ ایران کے مشورہ کو توران تک پہنچا دیا اُس کا نام آبشم تھا۔

[1] اگر بیہ پیہ کے معنی اور اُحنیفت العربی نہیں ہوسکتے ✤

چنانچہ دنکارت میں لکھا ہے کہ "جب گشتاسپ نے مذہب حقہ قبول کرکے نیکیوں پر عمل کرنے لگا تو اہرمن بالکل مجبور ہوگیا۔ اسکا ایک گرگا کیشم نامی توران میں ارجاسپ کے پاس پہنچا جو نہایت طاقتور (بادشاہ) اور ظالم تھا۔ اور توران کے اُن لوگوں میں سب سے بڑا سفاک تھا جو اُسکے ساتھ ایران پر حملہ آور ہوئے تھے"۔ فردوسی نے گو اس شخص کا نام نہیں لکھا لیکن اس کو دیو کہا ہے ۔

لڑائی کی چھیڑ چھاڑ

غرض اس شخص نے چرب زبانی کے ساتھ دربار گشتاسپ کا کچا چٹھا سُنا کر ارجاسپ کو لشکرکشی کے لیئے امادہ کیا۔ اور خود بھی ایک فوج کے ساتھ مدد دینے کا وعدہ کیا۔ اس فوج کو ہم دینی اہرمن کی فوج کہتے ہیں۔ غرض ارجاسپ نے فوراً مشورہ کیا۔ اور گشتاسپ کو نامہ لکھنے کا حکم دیا۔ اس نامہ میں اگرچہ یہ دعوے کیا گیا ہے کہ جو کچھ لکھا جاتا ہے محض حق دوستی ادا کرنے کے واسطے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو گشتاسپ کے مقتداء کو بُرا کہہ کر خواہ مخواہ وجہ فساد پیدا کرنے کے لیئے۔ ہم اُس نامہ کو فردوسی کے الفاظ میں لکھتے ہیں۔ اُس سے یہ بھی فیصلہ ہوسکیگا۔ کہ فی الاصل بنائے فساد مذہب جدید کا قبول کرلینا ہی تھا :-

نخستیں بنام خدائے جہاں ۔۔۔ شناسندہ آشکار و نہاں
نوشتم من ایں نامۂ شاہوار ۔۔۔ چناں چوں بود درخور شہریار

. . . .

شنیدم کہ راہے گرفتی تباہ ۔۔۔ بخود روز روشن بکردی سیاہ
بیامد یکے پیر مردم فریب ۔۔۔ ترا دل پُر از بیم کرد و نہیب
سخن گفت از دوزخ و از بہشت ۔۔۔ بدلت اندروں تخم رفتی بکشت
تو اورا پذیرفتی و دینش را ۔۔۔ بیاراستی راہ و آئینش را

بیفگندی آئین شاہانِ خویش | بزرگان گیتی کہ بودند پیش
تبہ کردی آں پہلوی کیش را | چرا ننگریدی پس و پیش را

اس کے بعد نعمائے الٰہی کا ذکر ہے جو گشتاسپ کو اس وقت حاصل ہیں ؂

ازاں پس کہ ایزد ترا شاہ کرد | یکے پیر جادوت بے راہ کرد
چو آگاہیٔ ایں سوے من رسید | بروز سپیدم ستارہ بدید
نوشتم یکے نامۂ دستوار | کہ ہم دوست بودمت ہم نیک یار
چو نامہ بخوانی سر و تن بشو | فریبندہ را نیز منمائے رو
مراں بندہا ازمیاں بازکن | بشادی مے روشن آغاز کن
بیفگن تو آئین شاہان خویش | بزرگان گیتی کہ بودند پیش

اس کے بعد اُن وعدہ و وعید پر نامہ کا خاتمہ ہے جو بجائے خود جوش دلانے والے ہیں۔ اسی پر بس نہیں ہوا نامہ بر کی معرفت جو زبانی پیغام بھیجے گئے وہ بھی سُننے کے قابل ہیں:-

کہ گشتاسپ لہراسپ شہ را بگو | کزینساں چہ ریزی ہمی آبرو
گر ایں گفتِ من سر بسر بشنوی | بداں پیر با دین بد نگروی
بیاری بسوزی درا پیش خویش | دگر بارہ تازہ کنی کیش خویش
گر اہرمنست او و ناسازگار | بدستور گویش ورا پیشم آر
سہ موبدان و روانرا بخواں | بآئین ایشاں بیاراء خوان
بفرمائے تا پیش ایشاں دبیر | بخواند مرایں نامہ دلپذیر
بزردشت گوید کہ ایں را جواب | بار جاسپ بنویس ہم و رشتاب
بیاور تو حجت برایں دین خویش | کہ تا من کشم روے از آئین خویش
چو برہاں بہ بینم بد و بگروم | وگر بیہدہ باشد آں نشنوم

یعنی کُستی ؂

بچیزے کہ گوید بہ بیشت دروغ | نگر تا نگیرد دلت زاں فروغ
زمن بشنو ایں راست نیکو سخن | تو بر پادشاہ پادشاہی مکن
نگر تا نداری ورا راستگو | کہ ایں را نہ بینم ہمی آبرو
بجز زرق چیزے ندارد بہشت | بس است ایں کہ گوید منم زردہشت
نگونش ہمی زندہ بردار کن | مگو بیش ازاں نیز باکس سخن

نامخواست اور بیدرفش نامہ بر مقرر ہوئے اور تیس ہزار سواران جنگجو و خنجر گداز اُن کے ساتھ کر دئے گئے۔ اور کہ دیا گیا کہ نامہ خود گشتاسپ کے ہاتھ میں دو۔ اور سوا اُسکے کسی کو سلام نہ کرو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ؛

گشتاسپ نامہ پڑھتے ہی آگ ہوگیا۔ اہل دربار کو سُنایا۔ وہ بھی بھڑک اُٹھے۔ چنانچہ زریر اور اسفندیار نے وہیں تلوار کھینچ کر صاف کہ دیا کہ جو کوئی زرتشت کو پیغمبر نہ مانے اور اُس پر ایمان نہ لائے ہم اُسکا وہیں سر اُتار کر رکھ دینگے ؛

اُسی وقت زریر نے نامہ کا جواب نہایت سخت و درشت الفاظ میں لکھا اور اُن دونوں نامہ بروں کے حوالہ کر دیا۔ اور زبانی کہلا بھیجا کہ اگر ژند و اوستا کے روسے ایلچی کا قتل گناہ نہ ہوتا تو ہم ان دونوں کو اس گستاخی کے بدلے میں زندہ نہ بھیجتے ؛

یہی جواب گویا اعلان جنگ تھا۔ فوراً طرفین سے تیاریاں شروع ہوگئیں ؛

طرفین کی فوج کی تعداد

دنکارت میں لکھا ہے کہ "ارجاسپ تورانی قہر کے شیطان کی (اشتعالک کے) ساتھ گشتاسپ پر حملہ کرنے اور زرتشت سے لڑنے کے لئے آیا۔ اُس لڑائی میں شاہ گشتاسپ کی نقل و حرکت اور انتظام فوج اور اُس کے متعلق اور تمام حالات" نہایت تفصیل کے ساتھ گم شدہ گشتاسپ ساستونسک میں مندرج تھے۔ اس مجمل فقرہ سے اُس

نسک کی گم شدگی کا اور بھی زیادہ افسوس ہوتا ہے کہ جو مورخین کے لئے ایک غیر مترقبہ خزانہ بننے والا تھا۔ اتنا بھی غنیمت ہے کہ یادگار زریران اور شاہنامے میں اُس کا خلاصہ محفوظ رہ گیا کہ جس پر اطمینان کے ساتھ حصر کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ ان دونوں میں مبالغہ کو بھی بہت دخل ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ ایشیا کی کوئی فارسی پُرانی تاریخ بھی اس سے مبرا نہیں ہے۔ خصوصاً فوج اور تعداد فوج کے متعلق تو کسی حال میں اطمینان نہیں کیا جاسکتا۔ مورخ اپنے فریق کے مطابق حال فوج کی تعداد میں کمی و بیشی کر دیتا ہے بعض موقع پر اپنی فوج مور و ملخ سے بھی زیادہ بتلائی جاتی ہے اور اپنا ایک ایک سپاہی فردوسی کے رستم سے بھی زیادہ بہادر دکھلایا جاتا ہے۔ اور کہیں یہی فوج تعداد میں کم ہوکر دشمن پر فتح پاتی ہے۔ دشمن کی فوج اور اس کے سپاہیوں میں طرح طرح کے نقص نکالے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے اُن کے بیانات خواہ صحیح ہی کیوں نہ ہوں مگر قابل اطمینان نہیں ہوتے۔ چونکہ صاحب شاہنامہ ایک شخص ثالث ہیں جن کو فریقین سے کوئی واسطہ نہیں ہے لہذا ہم نے ان ہی کو اپنے نزدیک معتبر سمجھا ہے ✽

طرفین کی فوج کی تعداد

بروے یادگار زریران فوج ارجاسپ کی تعداد ۱۳۱ ہزار معلوم ہوتی ہے۔ شاہنامہ گو صاف کوئی تعداد نہیں بتلاتا۔ لیکن اُس کے حساب سے تعداد فوج تین لاکھ سے کچھ زیادہ بنتی ہے ✽

یادگار زریران ایک مقام پر گشتاسپ کی فوج کی تعداد ۱۴۴۰۰۰ لکھتا ہے لیکن آگے بڑھ کر "بے حساب" بتلاتا ہے۔ شاہنامہ طرفہ تعداد ظاہر کرتا ہے۔ پہلے تو اندازہ فوج بتلایا ہے کہ چنداں نہ بُد بر زمیں برگ و کاہ۔ تھوڑی دُور آگے بڑھ کر "ہزاراں ہزار بتلائی گئی ہے۔ لیکن باوجود انتخاب اس قدر فوج

باقی رہ گئی کہ ازاں شادماں گشت فرخندہ شاہ + دلش گشت خیرہ زچنداں سپاہ +
غرض طرفین کی فوج کا کوئی صحیح اندازہ نہیں لگ سکتا +

نقل و حرکت افواج توران

بہر حال جو کچھ تعداد رہی ہو۔ ارجاسپ کی فوج چیدہ جنگ آور اور بہادر افسروں کی سرکردگی میں یوں کوچ کرتی ہے کہ ہراول یا مقدمۃ الجیش فوج خشاش مقرر کیا گیا۔ اور فوج یمین و یسار جس کی تعداد تیس ہزار سوار تھی بادشاہ نے اپنے دو بھائیوں کہرم اور اندریمان کے سپرد کی۔ سپہ سالار گرگسار بنایا گیا اور علم بردار بیدرفش۔ قلب ایک ترک تبہ نامی کے سپرد کیا گیا۔ اور ساقہ ہوشدیو کے اور ہدایت کر دی گئی کہ اگر کوئی شخص قدم پیچھے ہٹائے تو اُس کو فوراً قتل کر ڈالا جائے۔ رہ گیا خود ارجاسپ قاعدہ کے موافق بادشاہ سپاہ قلب میں رہتا ہی ہے لیکن اس نے میمنہ و میسرہ کی فوج کی نگرانی۔ یا اپنے دونوں بھائیوں کو کمک پہنچانا بھی اپنے ذمے لے لیا تھا۔ ذیل کے خاکے سے یہ ترتیب باسانی معلوم ہوگی:۔

خشاش
ہراول
بیدرفش علم بردار
گرگسار سپہ سالار
۶۰
اندریمان ۱۵۰۰۰
کہرم ۱۵۰۰۰
ساقہ
ہوشدیو
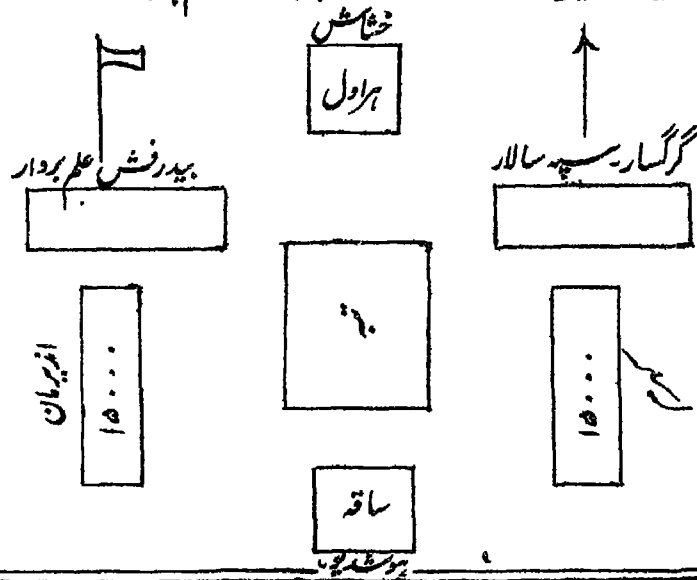
غرض یہ فوج اس ترتیب کے ساتھ روانہ ہوئی اور راستے میں جتنی زراعت ملی جلادی ۔ گانوؤں میں آگ لگادی ۔ درختوں کو اُکھاڑ پھینکا ۔ اور جو کوئی ملا اُسے قتل کرڈالا ⁂

افواج ایران کی نقل وحرکت

گشتاسپ یہ خبر سُن کر بقول فردوسی :۔

سوے رزم ارجاسپ لشکر کشید	سپاہے کہ ہرگز چناں کس ندید
زتاریکئ گرد و اسپ و سپاہ	کسے روز روشن ندید و نہ ماہ
زبس بانگ اسپان و بانگ خروش	ہمی نالۂ کوس نشنید گوش
درفشان بسیار افراشتہ	سر نیزہا ز ابر بگذاشتہ
چو رستہ درخت از بر کوہسار	چو بیشۂ نیستاں بوقت بہار

اور جیحوں کے کنارے اس دریاے قہار کو لاڈالا ⁂

میدان جنگ

یادگار زریران کے رو سے میدان جنگ مرو میں قرار پاتا ہے ۔ لیکن سچ یوں ہے کہ کوئی صحیح اندازہ نہیں لگ سکتا ⁂

جاماسپ کی پیشینگوئی

پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ زرتشت کی برکت سے جاماسپ کو علم اولین وآخرین حاصل ہوگیا تھا ۔ یہ موقع تھا اُس کی آزمائش کا چنانچہ گشتاسپ نے میدان جنگ میں پہنچ کر اُس سے لڑائی کا انجام پوچھا ۔ جاماسپ نے ہزار چاہا کہ نہ بتلائے ۔ مگر بادشاہ کے اصرار اور قسمیں دینے سے اُس نے جنگ کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا اور صاف صاف بتلادیا کہ فلاں فلاں شاہزادہ اور سپاہی اس اس طرح مارا جائیگا لیکن آخر فتح ایران کے پرچم ہی پر قربان ہوگی ۔ بادشاہ کو یہ سُن کر سخت رنج ہوا اور رات بھر اُسے نیند نہ آئی ۔ علی الصباح

بگاہے کہ بادِ سپیدہ دماں | بکاخ آرد از باغ بوئے گلاں

طرفین کی ترتیب فوج

گشتاسپ کو خبر پہنچی کہ توران کی فوج بالکل قریب پہنچ گئی ہے۔ لاچار بادشاہ نے بادل ناخواستہ اپنی سپاہ کو جنگ کے لئے یوں ترتیب دیا کہ زریر کو سپہ سالار بنایا۔ اور اسفندیار و گرامی کو یمین و یسار میں پچاس پچاس ہزار سوار دیکر مقرر کیا۔ شیدسپ کو فوج خاصہ کے ساتھ قلب میں مقرر کیا۔ اور نستور کو ساقہ پر۔ یہ ترتیب ذیل کے خاکہ سے بآسانی معلوم ہوگی :۔

↑

زریر سپہ سالار

گرامی	اسفندیار
پچاس ہزار سوار	پچاس ہزار سوار

شیدسپ

فوج خاصہ
تعداد معلوم نہیں ہوئی

نستور

ساقہ
تعداد نامعلوم
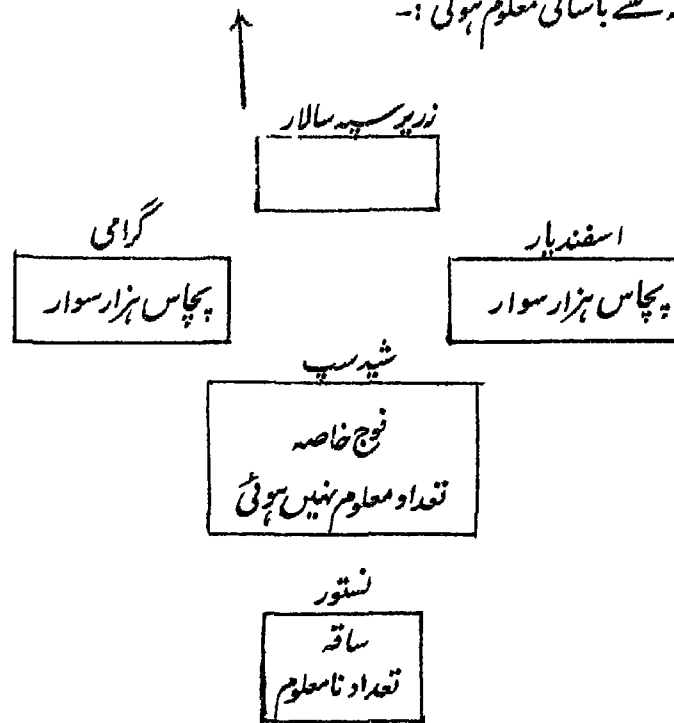
ادھر ارجاسپ نے یہ سنتے ہی اپنی فوج یوں مرتب کی کہ گرگسار کو ایک لاکھ فوج سے سپہ سالار کیا اور بیدرفش کو بھی ایک لاکھ فوج دیکر علم بردار نامخواست کو فوج خاصہ دیکر قلب میں مقرر کیا۔ اور ایک لاکھ فوج خود لے کر

کمک کے لئے قلب کے پیچھے ٹھیرا۔ اور اپنے بیٹے گُہرَم کو ساقہ کا اہتمام دیا۔ اس ترتیب کا خاکہ ذیل میں ہے :۔
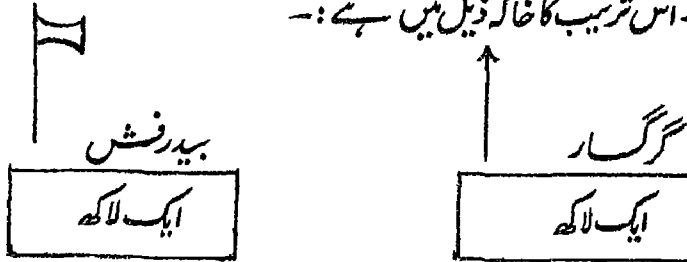
جنگ ادھر آفتاب نکلا اور اُدھر فوج طرفین کی کمانوں سے تیر چھوٹے کہ بقول فردوسی :۔

بکردند یک تیر باراں نخست — بسانِ تگرگ بہاراں درست
برفت آفتاب از جہاں ناپدید — چہ داند کسے کاں شگفتے ندید
بپوشیدہ شد چشمۂ آفتاب — زپیکانہاے درفشاں چو آب
توگفتی ہوا ابر دارد ہمی — وزاں ابر الماس بارد ہمی

اور اس کے بعد "گرز داران و نیزہ وران" نے اپنے جوہر دکھلانے شروع کئے۔ یگاں یگاں لڑائی ہونے لگی۔ اور یکے بعد دیگرے شاہزادے اور امرا زادے سیکڑوں کو مار مار کر گرے اور سوائے نستور پسر زریر کے میدان جنگ سے کوئی واپس نہ پھرا۔ ان میں سے گرامی پسر جاماسپ بالخصوص قابل ذکر ہے کہ عین لڑائی میں اُس نے دیکھا کہ ایران کا علم گرا۔ وہ دوڑا اور تیغ زنان علم کو اُٹھا لایا۔ دشمنوں کے نرغہ میں تھا کہ اُس کا داہنا بازو کٹ گیا تو علم اُس نے بائیں ہاتھ سے سنبھالا۔ اور بایاں ہاتھ جاتا رہا تو دانت سے پکڑا۔ اور آخر اُسی علم پر قربان ہو گیا +

جنگ یوں ہی دو ہفتہ تک برابر غیر منفصلہ جاری رہی۔ ایران کے بڑے بڑے دلاور شاہزادے تیغ توران کے نذر ہو گئے کہ جن کے قتل پر فردوسی سے بھی بغیر مرثیہ پڑھے نہیں رہا گیا۔ جاماسپ کی پیشگوئی ہو بہو صحیح ہوتی جاتی تھی۔ اب وہ وقت آگیا کہ اُس کا آخری حصہ بھی صحیح ہو۔ چنانچہ زریر سپہ سالار افواج ایران (شاہ برادر) سے نہ رہا گیا۔ وہ خود اپنی فوج سے اس طرح نکلا۔ جیسے غصہ میں کچھار سے شیر۔ اور بلشکر گہ دشمن اندر فتاد + چو اندر گیہ آتش تیز و باد +

ایران کے ایک ایک خون کے عوض میں ہزاروں کو مارا اور پست و پس پا کیا۔ یہاں تک کہ تورانیوں پر وہ رعب چھایا کہ مُنہ چھپانے لگے۔ اور آگے قدم بڑھانے سے بھاگنے لگے۔ فوج بھر کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ بڑے بڑے مدعیان بسالت پست ہو کر رہ گئے۔ ارجاسپ کو سخت تشویش ہوئی۔ اُس نے ہزار ہمت بندھائی۔ غیرت دلائی۔ مگر جان سی عزیز چیز باتوں ہی باتوں میں نہیں دی جا سکتی۔ آخر ارجاسپ نے قاتل زریر کو اپنی ماہوش بیٹی دینے کا وعدہ کیا۔ پھر بھی صدائے برنخاست۔ اُدھر زریر اور موت اپنے اپنے کام میں نہایت

سرگرمی کے ساتھ مصروف تھے۔ پوے کے پرے صاف ہوتے جاتے تھے۔
اور ارجاسپ کے اوسانوں پر بنی ہوئی تھی۔ لاچار کشتگان وخستگان یتیمان
و بیوگان کا واسطہ دلانا شروع کیا۔ اور بیٹی کے علاوہ خزانہ کا بھی لالچ دیا۔ مگر
جان کے مقابلہ میں یہ سب چیزیں ہیچ تھیں۔ اُس نمونۂ رستخیز میں کون سنتا تھا۔
قاعدہ ہے کہ انتہائے یاس میں مایوس کی مدد کو ایک زبردست مستتر ہاتھ پہنچ
جاتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص بیدرفش نامی (پلید سے۔ سگے۔ جادوے۔ پیرگرگ)
بڑھا۔ اور اپنی جان جوکھوں میں ڈالنے سے پہلے بادشاہ سے اُسکے وعدوں
کی تجدید کرائی۔ اور تیر ژوپین۔ زہرآبدار۔ لیکر تو بڑھا۔ مگر زریر کو گرز سنبھالے
نہایت خشمگین وسہمناک دیکھکر سامنے پڑنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اور پس پشت
جاکر ژوپین زہرآبدار کا ایسا وار کیا کہ زریر جیسے پیلتن وشیرمرد کے خسروی جوشن
سے گزرتا ہوا تمام جسم کو خون سے تر کر گیا۔ شہریار گھوڑے سے گرا اور رجادوے
زشت وناپاک تن نے اُس کے ہتھیار کھول کر ارجاسپ کے سامنے لاڈالے۔
دشمن کے نعرہائے خوشی۔ اور اپنی فوج کے کہرام نے گشتاسپ کو بھی بھائی
کے مرنے کی خبر پہنچائی۔ آنکھوں میں جہان تنگ تاریک ہوگیا۔ کپڑے پھاڑ ڈالے
اور رتلج پر خاک ڈال لی۔ بڑا خیال یہ کہ باپ کو کیا جواب دونگا اور رعایا میں کیا
مُنہ دکھاؤنگا۔ اور ایسے بہادر کے بعد شکست کا کیا انتظام کرونگا۔ آخر جاماسپ
کے سمجھانے سے کچھ تسلی ہوئی۔ اور زریر کا انتقام لینے کا حکم دیا۔ لیکن زریر کے
مارے جانے سے فوج ایران بےدل اور توران سے مرعوب ہوچکی تھی۔ کوئی
نہ بولا۔ آخر اُس نے بھی زریر کے منتقم کے واسطے اپنی پرجمال بیٹی ہماونامی
تجویز کی۔ لیکن اس پر بھی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔

چچا کے مارے جانے اور باپ کے سوگوار ہونے کی خبر اسفندیار کو پہنچی

تو اُس کو بھی سخت صدمہ ہوا۔ اور موجودہ صورت جنگ کو دیکھکر اور بھی افسوس ہوا۔
پھر خون کیانی نے جوش مارا اور شرربار تقریر نے تمام سپاہ کو مر رہنے یا مار ڈالنے
پرکمر بندھا دی۔ گشتاسپ نے بیٹے کی تقریر سُنکر سپاہ کو انواع انعامات کا
امیدوار کیا۔ اور علے رؤس الاشہاد کہا کہ میں پہلے ہی باپ (لہراسپ) کو لکھ چکا
ہوں کہ اگر میں نے اس مہم میں فتح پائی تو اسفندیار کو تخت دیکر خود گوشہ نشین
ہوجاؤنگا۔ اسفندیار تاج و تخت کی طمع اور ماہ پارہ ہماء کے لالچ سے ؎

بدان لشکر دشمن اندر فتاد چناں کاندر افتد بگلبرگ باد

اسفندیار لشکر دشمن سے مصروف ہی تھا کہ زریر کا بیٹا نستور بھی باپ کے خون
کا بدلہ لینے کے لئے نکلا۔ اور بیدرفش تک پہنچ گیا۔ اُدھر ان دونوں سے گلخپ
شروع تھی کہ اسفندیار کو بھی خبر لگ گئی اور سب کو چھوڑ کر بیدرفش کے سر پر
آگیا۔ اس نے ہزار بھاگنا چاہا۔ مگر موت کے پنجہ اور اسفندیار کے چنگل سے
بچنا برابر تھا۔ اسفندیار کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ اُدھر بیدرفش کا منکا ٹوٹا اور اِدھر
فوج توران اپنی امیدوں کو خاک میں لوٹتا چھوڑ کر بھاگی۔ اسفندیار نے اپنی فوج
کے تین حصے کئے۔ ایک حصہ نستور کے سپرد کیا۔ دوسرا نوش آذر (نوشاذر)
کے اور تیسرا خود لیا۔ اور دشمن کا قتل شروع کیا۔ یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ اس طوفان
بے تمیزی میں کتنوں کی جانیں گئیں۔ لیکن بظاہر ہزاروں ہی مارے گئے ہونگے
کہ فردوسی کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ :۔

ازایشاں بکشتند چنداں سوار کزاں تنگ شد جائے آں کارزار

ارجاسپ بھی اپنی فوج کی یہ حالت دیکھ کر سر پر سپر رکھ کر بھاگا۔ اور اہل فوج نے
اسفندیار سے مانگی اماں پائی ؎

دوسرے روز طرفین کے کشتگان و خستگان کا شمار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ

ایران کے کل تیس ہزار آدمی کام آئے تھے جن میں ۱۱۶۶ نامور تھے اور ۱۰۴۰۱ زخمی ہوئے۔ دشمن کے ایک لاکھ آدمی مارے گئے جن میں ۸۰۰ نمود کے لوگ تھے اور ۳۲۰۰ آدمی زخمی ہوئے۔ غرض اس خونریزی پر پہلی مذہبی جنگ کا خاتمہ ہوا۔ گشتاسپ بلخ چلا گیا۔ اسفندیار سے ہما کی شادی کر دی۔ اور نستور کو دس ہزار سوار دیکر حکم دیا کہ ایاس و خلخ کی طرف بڑھو۔ اور باپ کے خون کا عوض لو اور لوگوں کو بھی علے قدر مراتب انعام و جاگیریں دیکر خوش کیا۔ اور ایک بڑا پرتکلف آذرکدہ بناکر نوش آذر (یا خان گشتاسپی) اُس کا نام رکھا اور جاماسپ کو اُس کا موبد مقرر کیا ؂

اشاعت مذہب اور چند واقعات مابعد

ان سب سے فارغ ہوکر اطراف ملک کے حکام کو فرمان لکھے کہ لوگوں کو آئین زرتشتی کی ہدایت کرو۔ پھر اسفندیار کو کچھ فوج دیکر غیر ممالک میں اشاعت بہ دین پر مقرر کیا۔ شاہزادے کی دھاک پہلے ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ لوگ اُس کا نام ہی سُنکر جوق جوق اس مذہب میں داخل ہونے لگے۔ روم و ہندوستان تک حلقہ بگوش اور کُستی بکمر ہو گئے۔ گشتاسپ تک ژند و اوستا کی درخواستیں پہنچیں اور یہاں سے نسخجات تقسیم ہوئے۔ اور اسفندیار اپنا فرض ادا کرکے دارالسلطنت میں آبیٹھا ؂

بظاہر اس دار و گیر میں بہت وقت صرف ہوا ہوگا۔ اور غالباً شیوع و قبول مذہب بیشتر اسی زمانہ میں ہوا۔ اپنی رعایا پر بھی ابھی زیادہ اثر پڑا ہوگا۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ رعایا باہر کے واقعات سے متاثر نہ ہوئی ہو۔ اور یہ ایام صلح و امن گشتاسپ نے بیکار ضائع جانے دئے ہوں۔ لیکن فردوسی اس کو تھوڑا سا زمانہ قرار دیتے ہیں۔ نیز قیاس غالب ہے۔ اور وُنکارت اس کی ایک حد تک تائید

کرتا ہے کہ جاماسپ نے ان ہی دنوں میں۔ زرتشت کے مواجہ میں اوستا لکھا۔ اور عجب نہیں کہ ممالک غیر سے جتنی درخواستیں اوستا کی آئی ہوں وہ سب اُسی کی نقلیں ہوں ؛

بہرحال جنگ کے بعد تمام معاملات گشتاسپ اور اسفندیار کی مرضی کے موافق ہوتے گئے۔ اور اب وہ وقت آیا کہ گشتاسپ حسب وعدہ تخت وتاج اسفندیار کو دیکر خود عزلت نشین ہوجائے۔ وہ کسی قدر اس پر آمادہ بھی معلوم ہوتا تھا۔ لیکن ایک شخص گرزم (کوارزم) نامی نے جس کو بادشاہ کا خویش کہا گیا ہے۔ گشتاسپ کے ایسے کان بھرے۔ اور کچھ اس طرح زہر گھولا کہ باپ بیٹے سے بدگمان ہوگیا۔ اور دربار میں بُلاکر وہیں طوق وزنجیر میں کس دیا۔ اور ایک ننگی پیٹھ کے ہاتھی پر بٹھاکر خراسان بھیج دیا اور وہاں کوہ گنبدان (یا کوہ اسفندیار) پر چار ستونوں سے بندھوادیا۔ اور کچھ آدمی اُسکی حفاظت کے لئے متعاین کردئے ؛

بیٹے کی طرف سے اطمینان کرکے گشتاسپ (فردوسی کے ممدوح) رستم کے پاس زابلستان گیا۔ شاہنامہ دیکھنے والے پر یہ امر پوشیدہ نہ ہوگا کہ رستم اگرچہ اس پایہ کا شخص تھا کہ اگر چاہتا تو ایران کی سلطنت دبا بیٹھتا۔ اور اپنی شاہزوری کی وجہ سے ایسی سلطنت برپا کرتا کہ کسی کو اُس کی طرف آنکھ اُٹھاکر دیکھنے کی بھی تاب نہ ہوتی۔ مگر وہ ہمیشہ تخت ایران کا جاں نثار رہا۔ گشتاسپ کا اس سفر سے اصل مقصد اشاعت مذہب تھا۔ چنانچہ اُس نے رستم پر بھی اپنا مذہب عرض کیا۔ اور اُس نے بھی غالباً اُسی مادہ نمک حلالی کے جوش میں بلاقیل وقال قبول کرلیا[1]۔ گشتاسپ اس مہم کو یوں بآسانی طے

[1] یہ تمام واقعات بادی النظر میں جنگ مذہبی کے عنوان میں نہیں آسکتے۔ بلکہ اُس مقام پر جہاں اشاعت مذہب کا خصوصیت سے ذکر ہے۔ مگر سلسلۂ سخن اور سلسلہ واقعات اس کے مقتضی ہیں کہ یہیں لکھا جاتا ؛

کر کے بہت ہی خوش ہوا اور دو برس برابر رستم کا مہمان رہا ٭

گشتاسپ یہاں دعوتوں میں مصروف تھا۔ اور وہاں اُس کی رعایا اسفندیار کے قید ہونے سے برافروختہ ہو رہی تھی۔ اور ہم سرحد بادشاہ اس حرکت سے الگ ناخوش تھے۔ لیکن غضب یہ ہوا کہ گشتاسپ کے جانی دشمن ارجاسپ کو اس کی اطلاع پہنچ گئی کہ اس وقت میدان خالی ہے۔ اسفندیار قید میں ہے اور تمام فوج دو برس سے گشتاسپ کے ساتھ زابلستان میں پڑی ہے۔ اور دارالسلطنت میں صرف لہراسپ (گشتاسپ کا ضعیف باپ) ہے یا سات سو آتش پرست جو ہر وقت آتشکدہ میں مشغول عبادت رہتے ہیں ٭

شاید کوئی ہو جو ایسے موقعے سے فایدہ نہ اُٹھائے۔ ارجاسپ نے پہلے ایک جاسوس ستوہ نامی بھیج کر اس امر کی تحقیق کی۔ اور اس کو صحیح پاکر فوراً اپنی فوج جمع کر کے ایران پر حملہ کر دیا۔ یہی لڑائی دوسری مذہبی جنگ ہے۔ یہاں دقیقی کا حصہ ختم ہو گیا۔ اور فردوسی نے سلسلۂ سخن اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ اسی وجہ سے بعض بعض مقامات پر کچھ خفیف سا فرق معلوم ہوگا ٭

دوسری مذہبی جنگ

ارجاسپ نے ایک لاکھ فوج جمع کی اور کہرم کو اس مہم پر مامور کیا۔ اور حکم دیا کہ

از ایدر بہر تازیاں تا بلخ	کہ از بلخ شد روز ما تار و تلخ
نگر تا کرا یابی از دشمناں	از آتش پرستان و آہرمناں
سراں شاں ببر خانہا شاں بسوز	برایشاں شب آور بر خشندہ روز
از ایوان گشتاسپ باید کہ دود	زبانہ برآرد بچرخ کبود
اگر بند بر پائے اسفندیار	بہ بینی سر آور برو روزگار
ہم آنگہ سرش را زتن باز کن	ز نام تو گیتی پر آواز کن

ہمہ شہر ایراں بکام تو گشت　　　تو تیغی و دشمن نیام تو گشت

نیز کہرم کی تشفی کردی کہ تیرے پیچھے پیچھے میں بھی آرہا ہوں ۔

کہرم بیلغار چلا اور راستہ میں جو کوئی ملا۔ تلوار کے گھاٹ اُتارتا ہوا آبادیوں میں آگ لگاتا ہوا دارالسلطنت میں پہنچ گیا۔ یہاں فوج سے پہلے ہی شہر خالی تھا۔ مگر پھر بھی "ایک ہزار بازاری لوگ" جمع ہو گئے۔ یہ بیچارے ترازو کی ڈنڈی مارنے والے۔ شمشیر زنی کیا جانیں۔ آخر مجبوری کبیر السن ضعیف القویٰ لہراسپ کو زرہ پہننی پڑی اور باوجود پیرانہ سالی ایسا لڑا کہ اُس پر اسفندیار کا دھوکہ ہوا۔ کہرم نے یہ صورت دیکھکر حکم دیا کہ متفقہ حملہ کیا جائے۔ مثل ہے کہ ایک کی دار و دو۔ لہراسپ کا بدن تیر و تبر سے چھلنی ہو گیا۔ آخر گرا۔ ترکوں نے دوڑ کر اُس کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑا دئے۔ اس کے بعد آتشکدہ نوش آذر پہنچے۔ ژند و اوستا جلا ڈالا۔ اسّی ہیربدوں کو مار کر اُن کے خون سے اس مقدس آگ کو بجھایا۔ ہزار حیف کہ ان ہی میں زرتشت بھی تھے۔ جو اُس وقت آگ کے سامنے مصروف عبادت تھے۔ اور پھر اُس مکان میں بھی آگ لگا دی۔ اس قیامت زا قتل کی نسبت ہم اگلے باب میں بحث کرینگے[1] گشتاسپ کی دو لڑکیاں ہماء اور بہ آفرید کو بھی گرفتار کر لیا۔ اس نمونۂ محشر سے کسی طرح گشتاسپ کی ایک "عورت" بچ نکلی۔ اور اُس نے زابلستان پہنچ کر گشتاسپ کو ان سانحات کی اطلاع دی۔ بادشاہ نے فوراً شقہ جات بھیج کر فوج جمع کی۔ اور اپنے میزبان رستم سے رخصت ہو کر دارالسلطنت کی طرف روانہ ہو گیا ۔

شاہنامہ یہ نہیں بتلاتا کہ گشتاسپ نے زابلستان سے بلخ جانے میں کونسا

[1] اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لڑائی ۵۸۳ سال قبل از مسیح ہوئی تھی۔ ڈاکٹر ویسٹ کی تحقیقات بھی اسی کی مؤید ہے ۔

راستہ اختیار کیا۔ لیکن بعض پہلوی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے خراسان گیا۔ اور شاہزادہ فرشیدورد اور اُس کی فوج کو لیتا ہوا بلخ آیا۔ اور دشمن کے مقابل خیمہ زن ہوا ٭

جہاں تک قیاس چاہتا ہے اس مرتبہ خراسان کے میدان کی پیاس خون سے بجھائی گئی ٭

ارجاسپ اس وقت تک نہ آیا تھا۔ لیکن وہ بھی افواج ایران کی نقل و حرکت سُن کر فوراً چڑھ دوڑا۔ اور گشتاسپ کے میدان جنگ میں پہنچتے پہنچتے یہ بھی پہنچ گیا۔ طرفین کے لشکر حسب ذیل صف آرا ہوئے :-

فوج ایران	فوج توران
زریر	[illegible]
گشتاسپ	ارجاسپ
فرشیدورد	کہرم

اور علے الصباح ہی

برآمد ز ہر دو سپہ بوق و کوس	زمیں آہنیں شد ہوا آبنوس
تو گفتی کہ گردوں بپرّد ہمی	زمیں از گرانی بدرّد ہمی
ز آواز اسپان و زخم تبر	ہمہ کوہ خارا فرو برد سر
ہمہ دشت آلود بے تن بخاک	بسر بر زگرز گراں چاک چاک
درخشیدن تیغ و باران تیر	خروشِ یلاں بردہ و دار و گیر

ستارہ ہمی جست راہ گریغ | سپہ را نیامد ہمی جاں دریغ
بگرد اندروں تیر چوں ژالہ بود | ہمہ دشت ازاں خستگاں نالہ بود
بسے کوفتہ زیر نعل اندروں | کفن سینۂ شیر و تابوت خوں
تن بے سران و سر بے تناں | سواراں چو پیلان کف افگناں

تین رات دن برابر اسی وضع پر لڑائی جاری رہی۔ اور فرشید ورد سمیت گشتاسپ کے اڑتیس[1] بیٹے نذر اجل ہوئے۔ اور ہزاروں ایرانی مارے پڑے۔ انجام یہ ہوا کہ گشتاسپ کو بھاگنا پڑا۔ سخت پریشانی میں ایک خوش فضا پہاڑ مل گیا۔ کہیں ابتدائے عمر میں گشتاسپ نے اس کا راستہ دیکھا ہوا تھا اوپر چڑھ گیا۔ اور جان کو لے کر اطمینان سے بیٹھ رہا ✤

ایک روز جاماسپ کو بُلا کر چارہ کار پوچھا تو اُس نے کہا کہ یہ مہم بغیر اسفندیار کے سر ہونی ناممکن ہے۔ گشتاسپ اگرچہ بہت ہی شرمندہ تھا لیکن اسفندیار کو بمنت بُلانے اور فتح کے بعد تاج و تخت اُس کو سپرد کر دینے کا وعدہ کرنے پر سخت مجبور ہوا ✤

جاماسپ تورانی بھیس بدل کر گیا اور بدقت تمام اسفندیار کو باپ کی مدد پر آمادہ کیا ✤

یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اسفندیار نے چلتے ہوئے یہ عہد کیا (یا یوں کہو کہ یزدان کی نذر کی) کہ دُنیا میں دین زرتشتی کو پھیلاؤنگا۔ سیکڑوں آتشکدے بناؤنگا۔ شارع عام پر کُوے کھدواؤنگا اور رباطیں تیار کراؤنگا ✤

غرض اُدھر اسفندیار باپ کے پاس پہنچا۔ اُدھر ارجاسپ نے بھاگنے کی تیاری کی۔ مگر بدبختی راستہ روک کر کھڑی ہو گئی کہ ارجاسپ اپنے ایک افسر فوج

[1] دقیقی ان سب کو پہلی ہی جنگ میں مار چکے ہیں لیکن فردوسی ان کا قتل اس موقع پر قرار دیتے ہیں ✤

کے کہنے میں آکر اسفندیار کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوگیا۔ اور یہ بے تابی ہوئی کہ دوسرے ہی روز لشکر میدان جنگ میں لاجمایا ❊

ترتیب فوج میں جو کچھ اس مرتبہ تبدیلی واقع ہوئی وہ صرف یہ تھی کہ بجائے فرشیدورد کے (جو کام آچکا تھا) اس مرتبہ میسرہ میں گرگوی مقرر کیا گیا۔ اور دشمن نے اُس کے مقابلہ میں شاہ چگل کو تعینات کیا ❊

ترتیب فوج ذیل کے نقشہ سے بوضاحت معلوم ہوگی :-

فوج توران	فوج ایران
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
شاہ چگل	گرگوی

جنگ حسب معمول صبح ہی سے شروع ہوئی۔ اور دین زرتشت یا فوج ایران کے قدم قدم پر فتح قربان ہوتی گئی۔ اسفندیار میمنہ و میسرہ پر شیر کی طرح حملہ کرتا تھا۔ اور دشمنوں کو بکری کی طرح ذبح کرتا تھا۔ سپہدار کو قتل کیا۔ پرچم بردار کو مارا۔ فوج کو بھگایا۔ غرض ایک قیامت برپا کردی۔ ارجاسپ یہ کیفیت دیکھکر چند افسران جنگی کو ساتھ لے اور باقی فوج کو وہیں چھوڑکر خلخ کی طرف بھاگ گیا ❊

اہل فوج یہ سُنکر کہ ارجاسپ بھاگ گیا۔ سخت پریشان ہوئے۔ اور اسفندیار سے خواہان اماں ہوئے۔ اسفندیار نے حسب معمول بمزید مراحم خسروانہ اُنکو

اماں دی۔ خودارجاسپ کے تعاقب میں گیا۔ اور آخرکار اُس کو قتل کر کے خون لہراسپ کا بدلہ لے لیا۔

غرض یوں بندہ ہشن کے بموجب ۶۰۱ سال قبل از مسیح سب سے آخری جنگ مذہبی کا خاتمہ ہوا۔ جس نے دین زرتشت کی وقعت کو ہزار گنا بڑھا دیا۔ اور بہت بڑی طاقت دی۔ اور ہزاروں کو بہ دین قبول کرنے پر مائل کیا۔

افسوس ہے کہ اسفندیار کا انجام اچھا نہ ہوا۔ گشتاسپ کے طمع سلطنت نے اُس کو رستم جیسے گرگ باراں دیدہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اور ایسا بھیجا کہ وہ وہیں کا ہو رہا۔

زیادہ تر افسوس یہ کہ زرتشت اپنے فریق کی فتح اور اپنے مذہب کی کامیابی دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہ سکے۔

تماشا گاہ عالم میں یہ کچھ رسم سی ہو گئی ہے کہ بڑے کام کے شروع کرنے والے بڑے آدمی اپنے لگائے ہوئے درخت کا پھل نہ کھا سکیں۔ اسی رسم کی پابندی وخشور یزداں کو کرنی پڑی۔

باب نہم

انیم ہمشار دم باخ مارم چہ خدنبرانیم ہاے
من چشم ورراہ دارم کہ کے نزدم آئی۔(نامۂ جمشید ۹-۹۱)

جاں چیست۔چنیں نطفۂ صلب قضا　　گیتی رحم است۔تن مشیمہ است اورا
تلخی اجل وردزہ و مادرِ دہر　　ایں مردن چیست۔زادن ملک بقا

جس کے وجود میں بحث ہو اُس کی موت میں گفتگو ہونی لازمی ہے۔چنانچہ یہی قابل اطمینان ثابت نہیں ہوتا کہ زرتشت نے کہاں انتقال کیا۔اور کس طرح پر۔اگرچہ کہا جاتا ہے کہ یہ سانحہ اصطخر میں واقع ہوا۔مگر اس کی کوئی دلیل قطعی معلوم نہیں ہوتی۔لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ایسی حالت میں واقع ہوا کہ زرتشت مصروف عبادت تھے۔اس خصوص میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے۔اور کوئی فیصلہ قطعی نہیں کیا جا سکتا۔ہم مختلف اقوال کو نقل کرینگے اور اُن ہی پر اپنی راے کو متفرع کرینگے٭

دقّت یہ بھی آن پڑی ہے کہ وخشور کی موت کو فوق العادت واقعات پر محمول کیا جاتا ہے۔اور پھر اُس میں بھی گلکاریاں اور رنگ آمیزیاں کی جاتی ہیں۔یہ امر اُس شخص کی موت میں کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا جس کی موت میں خرق عادت ہو۔چنانچہ یونانی اور لاطینی مصنفین کا عام طور پر یہ خیال ہے کہ اُن کی موت صاعقہ سے ہوئی یا ایک شعلہ سے۔جو ایک بگولے کی طرح آسمان سے نازل ہوا٭

ایک صاحب جو زرتشت اور حام بن نوح کو ایک شخص بتلاتے ہیں کہتے ہیں کہ زرتشت ستارہ پرست تھے۔ ایک مرتبہ اُن پر کچھ رجوعت پڑی۔ اور ایک ستارہ کے موکل نے شعلہ یا روشنی کی صورت اختیار کرکے اُن کا خاتمہ کردیا۔ جو چنگاریاں اُن کو جلاکر باقی رہ گئی تھیں۔ ایرانی اُن کو پوجنے لگے۔ نیز اُس ستارے کو معبود بنایا جس نے اُن کو مارا تھا۔ اس وقت تک وہ حام ہی کہلاتے تھے۔ لیکن مرنے کے بعد زرتوشت (جس کے معنی یونانی میں زندہ ستارہ ہوتے ہیں) کہلائے ؛

دوسرے صاحب اُن کو وہ نمرود بتلاتے ہیں۔ جس نے نارودۂ بابل میں سب سے زیادہ قوت و قدرت حاصل کرکے ستاروں پر فتح حاصل کرنی چاہی لیکن ایک ستارے کے موکل نے ناخوش ہوکر اُس کو تباہ کردیا۔ مرنے کے بعد وہ بھی زرتوشت (یعنی زندہ ستارہ) کہلایا۔ اور ایرانیوں نے اُس مقام پر جہاں وہ مرا تھا ایک مقبرہ بنالیا۔ اور اُس شعلہ کی پرستش کرنے لگے جس سے وہ مرا تھا۔ اور جب تک وہ اپنے اس عقیدے پر قایم رہے تب تک بابل کے بادشاہ رہے۔ اور جیسے ہی اس سے روگرداں ہوئے۔ بابل سے بیک بینی و دوگوش نکال دئے گئے ؛

مفصلہ بالا دو اقوال نے اور مصنفین کو بھی اسی طرف مائل کردیا ہے۔ لیکن ہر ایک کو اگر بغور دیکھا جائے تو اصلیت یہی دونوں اقوال نکلینگے۔ البتہ پانچویں صدی مسیحی کا ایک یونانی مصنف اس گروہ سے نکل کر نینس (شاہ نینوہ) کو زرتشت کا قاتل بتلاتا ہے۔ ممکن ہے کہ جنگ توران نے اُس کو دھوکے میں ڈالا ہو۔ اور بجائے ارجاسپ کے اُس نے نینس کا نام لیا ہو ؛

ان فسانہ گوؤں سے قطع نظر کرکے ہم ہر دینوں کی مذہبی کتب پر نظر ڈالتے ہیں

افسوس ہے کہ اوستا اس معاملہ میں بالکل خاموش ہے لیکن اور تحریرات سے جن کو ہم آگے چل کر نقل کرینگے۔ نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ زرتشت ایک تورانی براترو کیش کے ہاتھوں اپنی عمر کے سترویں سال مارے گئے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ واقعہ جنگ توران (ارجاسپ) کے وقت کا ہے یا اُس کے بعد کا؟

ڈاکٹر ویسٹ کے حساب سے زرتشت بوقت انتقال ستتر برس ۴۰ روز کے تھے۔ شیوع مذہب کا ۴۸ سال یا ۵۸۳ سال قبل از مسیح تھا۔ تاریخ و ماہ آگے چل کر بیان کیا جائیگا۔

مسعودی نے بھی اُن کی عمر ستتر برس ہی کی قرار دی ہے۔

زات سپارم میں لکھا ہے کہ "سینتا لیسویں سال (شیوع مذہب) زرتشت نے انتقال کیا۔ اُس وقت اُن کی عمر ستتر برس کی ہو چکی تھی۔ یہ سانحہ ماہ اُردی بہشت روز خور کو واقع ہوا"۔

پروفیسر جیکسن کے حساب سے یہ تاریخ ۱۰ مئی ۵۸۳ قبل از مسیح کے مطابق ہوتی ہے۔

دنکارت کے مختلف موقعوں کو اگر سامنے رکھا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وخشور زرتشت کا سانحہ سینتالیسویں سال مذہب میں واقع ہوا جبکہ اُن کی عمر ستتر برس کی تھی۔ اور شاہ گشتاسپ کو بہ دین قبول کئے ہوئے پینتیس برس گزرے تھے۔ گشتاسپ اُن دنوں میں زندہ تھا۔ آپکی موت توربراتروکش کے ہاتھ ہوئی۔

داراب دستور پشوتن سنجانا۔ اور پشوتن دستور بہرام جی صاحبان نے بھی

---

[1] ہم نے اس باب میں زیادہ تر ڈاکٹر ویسٹ اور پروفیسر جیکسن سے مدد لی ہے۔

(زنعابد ان ہی مآخذ پر) براتروکیش ہی کو قاتل قرار دیا ہے ٭

بندہ ہشن بیان کرتا ہے کہ ہزار برس گزر جانے کے بعد مالکوس ظاہر ہوگا جو دُنیا پر مصائب بڑھائیگا۔ اور ناپاکی پھیلائیگا۔ یہ شخص براتروکیش کی نسل سے ہوگا۔ جس کے ہاتھ سے زرتشت مارے گئے تھے ٭

بہمن یشت میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ زرتشت نے جناب یزدان سے پوچھا کہ میں ہمیشہ کے لئے زندہ رہوں۔ وہاں سے ارشاد ہوا کہ اگر ہم تم کو ہمیشہ زندہ رکھیں تو لازم آئیگا کہ براتروکیش کو بھی ہمیشہ زندہ رکھا جائے۔ اور اگر ایسا کیا جائیگا تو قیامت اور اگلے جہان کی موجودات بیکار ہو جائیگی ٭

داتستان دینیک کے بموجب دنیا کے بدترین گنہگاروں میں براتروکیش جادو ہے جس نے زرتشت کو قتل کیا ٭

مفصلہ بالا بیان سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ وخشور زرتشت کے تاریخ انتقال و زمانہ انتقال۔ اور قاتل کے نام میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ البتہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ وہی براتروکیش ہے جس نے زرتشت کے بچپن میں اُن کی جان لینے کی تدبیر کی تھی یا کوئی دوسرا اُسی سفاک کا ہمنام۔ افسوس ہے کہ داراب دستور پشوتن سنجانا۔ اور پشوتن دستور بہرام جی صاحبان نے بھی اسکے متعلق کوئی تصریح نہیں کی ٭

پروفیسر جیکسن نے اپنے مسندوں میں فردوسی کو بھی لیا ہے۔ اور کہا ہے کہ زرتشت کو فوج توران نے آتشکدہ نوش آذر میں قتل کیا۔ اُنہوں نے نہایت شدومد کے ساتھ شاہنامے کے یہ اشعار لکھے ہیں:-

ز خونشاں بمرد آتش زردہشت ۔۔۔ ندانم چرا ہیربد را بکشت

"آتش زردہشت مردن" سے انھوں نے آخر آمدن جان زردہشت مرادلی

ہے۔ اور ہیربد خود وخشور کو قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں غلط ہیں +

وزانجا بنوش آذر اندر شدند   ردو ہیربد را ہمہ سر زدند

یہاں رد (مخفف راد) سے زرتشت سمجھے گئے ہیں۔ حالانکہ اس لفظ کے لغوی معنی کریم۔ جوانمرد۔ دلیر کے ہوتے ہیں۔ اور اس سے لازماً وخشور ہی مراد نہیں ہوسکتے +

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فردوسی اس معاملہ میں بالکل خاموش ہیں۔ البتہ ایک مہمل سا قیاس زرتشت کی ذات کی نسبت بھی ہوسکتا ہے۔ افسوس ہے کہ مصنف شاہنامہ نثر نے بھی اسی قیاس سے فائدہ اُٹھایا ہے +

صاحب دبستان مذاہب نے کتب زردشتیان وتاریخ قدماء ایران کی سند پر لکھا ہے کہ جن دنوں ارجاسپ نے دوسری لڑائی کے لئے ایران پر فوج کشی کی ہے تو گشتاسپ سیستان میں زال کا مہمان تھا۔ اسفندیار دژ گنبدان میں قید تھا۔ اور لہراسپ مشغول عبادت رہتا تھا کہ یکایک ترکوں نے آکر شہر پر قبضہ کرلیا۔ ایک شخص تور براتور یا تور براتورخش معبد زرتشت میں آگھسا۔ اور ایک تلوار سے پیغمبر یزدان کو شہید کر دیا۔ زرتشت نے شمار افراد (یعنی تسبیح جس کو یادافراز بھی کہتے ہیں) جو اُن کے ہاتھ میں تھی اپنے قاتل کی طرف پھینکی اور اس کے لگتے ہی ایک شعلہ نکلا کہ جس سے وہ مردود وہیں جل کر ڈھیر ہوگیا +

بہرکیف نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آسمانی شعلہ یا بجلی سے وخشور زرتشت کا مارا جانا محض خیالی ہے۔ جس کی وقعت بوستان خیال کے طلسمات کے واقعات سے زیادہ نہیں ہوسکتی +

پہلوی وایرانی مصنفین زمانہ قتل وقاتل کے نام میں متفق اللفظ ہیں لیکن

یہ امر پھر بھی مشتبہ ہے کہ یہ قتل کہاں واقع ہوا

بہر حال۔

آں قطرہ شد بچشمہ و آں چشمہ شد بجوء
آں جوے بامحیط ازل یافت اقتراں

لیکن۔

رنگِ تو ہنوز با چمنہاست — بوئے تو ہنوز با سمنہاست
دیدار تو تا قیامت افتاد — نیک است ۔ جلے درو سخنہاست

باب دہم

ورندیم ارجمم کادم ہیراس وہورشایامر نیوراسام تموربیتیاس کمند
و آیئن ترا درایران و دیگر جاہا فرزندان تو آشکارا کنند۔ (نامہ یاسان نخست)

دُنیا کے اکثر مذاہب کا یہ انجام ہوا ہے کہ جہاں اُس کے بانی کی آنکھیں بند ہوئیں اُس کے متّبعین کچھ اس طرح آنکھیں بدلتے ہیں کہ گویا وہ کبھی کے آشنا تھے ہی نہیں۔ ان میں سے بعض تو کچھ ایسے اصولوں پر اُٹھائے جاتے ہیں کہ اُن کی بنیادیں بالکل کھوکھلی ہوتی ہیں۔ گو دیواریں خوش آیند نقش و نگار سے دلفریب ہوتی ہیں۔ لیکن ادنےٰ بیرونی جنبش بھی اُن کو گرا دیتی ہے۔ بعض کو جانشین ایسے نصیب ہوتے ہیں کہ بانی کے معتقدات اور امیدوں کو اُسکی خواہش کے موافق پورا کرسکیں اور بعض کو بدقسمتی سے سلطنت کی مخالفت مٹا دیتی ہے۔ عالم اسباب میں اگر بادشاہ کسی کا جنبہ دار ہوجائے تو اُس کو گونہ تقویت ہوجاتی ہے۔ خواہ اُس کے خیالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اگر کہیں یکے بعد دیگرے دو چار بادشاہ اُس کے طرفدار ہو گئے تو سمجھنا چاہئے کہ اُس کو ایک حد تک مداومت ہوجائیگی۔ اور وہ خیالات ابًا عن جدٍ متوارث ہوکر پختہ ہوجاتے ہیں ؎

زرتشت کا مذہب گو الہامی ہے مگر ایسا بھی نہیں کہ معقول نہ ہو۔ اور محض ایمان بالغیب پر مدار ہو۔ اُس پر سلطے بادشاہ کی مدد پھر کیوں نہ پھلتا پھیلتا۔ پیغمبر یزدان کے قتل ہونے اور آتشکدہ نوش آذر کی آگ بجھ جانے سے نہ

عقیدتمندوں کی ارادت میں کچھ فرق آیا۔ نہ جانشینان وخشور کی سرگرمی میں کچھ
کمی ہوئی۔ لامحالہ بہ دین کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہوئی۔ آتشکدے
از سر نو روشن ہوئے۔ فتوحات یزدانی نے نئی روشنی دلوں میں ڈالی۔ اور
مفتوحہ وغیر مفتوحہ ممالک پر ہرمزد کا پرچم لہرانے لگا۔ اہرمن نے منہ کی کھائی۔
اور جادو نامعلوم مقام پر روپوش ہوگئے۔

بہمن یشت کے روسے اردشیر کیانی۔ یعنی اردشیر درازدست (بہمن بن
اسفندیار) نے مذہب کو دنیا میں پھیلایا۔ تواریخ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ
بہمن اپنے باپ سے بھی زیادہ اپنے مذہب میں پکا تھا۔ اور اُس نے زرتشت
کے نام کو بہت کچھ فروغ دیا۔ حتیٰ کہ اُسی نے اس کو سلطنت کا مذہب قرار دیا۔
(اور اس سے رعایا کا ادھر کھنچ آنا ظاہر ہے)۔ یہ امر تعجب انگیز ہے کہ کیخسرو
اور دارا نے شیوع مذہب میں جو کچھ کوششیں کیں اُس کا ذکر ساسانی تصانیف
میں بھی اس قدر کم ہے کہ نہ ہونے کی برابر۔ معلوم ہوتا ہے کہ انکا بھی اسفندیار
ہی کے تاج شہریاری میں ایک طرہ اور بڑھا دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ تیغ
سکندری نے اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جو اہرمن کرتا۔ سکندر (یعنی سکندر)
نے ایران میں کچھ ایسی بُری صورت میں قدم رکھا تھا کہ پھر بہ دین کو پوری
طرح اُٹھنا نصیب نہ ہوا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ دینی جمعیت کی جگہ
پریشانی۔ اور فتوحات کے بدلے میں خانہ بدوشی نصیب ہوئی۔

بہرحال دیکھنا یہ ہے کہ زرتشت کے انتقال اور سکندر کے حملہ کے درمیانی
دو صدیوں میں مذہب و اہل مذہب نے کیا کیا۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ گشتاسپ اپنے پیغمبر کے انتقال کے بعد تک
زندہ رہا۔ اور اکثر مذہبی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فوق العادت نشانات

کا سلسلہ جو زرتشت کے وقت میں شروع ہوا تھا وہ اُن کی موت کے بعد بھی جاری رہا۔ چنانچہ دنکارت میں لکھا ہے کہ پُرانے زمانے کے مشہور جنگ آزما سپاہی سرتیو (جس کو مرے ہوئے صدیاں گزر چکی تھیں) نامی کی روح آسمان سے اُتری۔ اور اُس نے بادشاہ کی خدمت میں ایک عجیب وغریب گاڑی پیش کی۔ اس گاڑی سے فوراً ایک اور گاڑی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک میں بیٹھکر بادشاہ اپنے ملک کی سیر کرتا ہے۔ اور دوسری میں سرتیو بیٹھکر آسمانوں میں غائب ہو جاتا ہے ؞

اسی طرح شاید اور بھی نشانات وکرامات نکلینگی۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ منجملہ اور لوگوں کے گشتاسپ بھی اپنے پیغمبر کا روحانی جانشین تھا۔ ایسی صورت میں اُس کا اشاعت مذہب میں ساعی نہ ہونا ناممکن بات ہے ؞

دنکارت میں ہے کہ ارجاسپ کی جنگ سے فارغ ہو کر گشتاسپ نے پہلے تمام حکام وقلعہ داران کو اپنے مذہب کی دعوت کی۔ اور چند سال کے عرصہ میں یہ دین نے حیرت انگیز ترقی کی۔ حتےٰ کہ (گشتاسپ کی زندگی ہی میں) دعوت زرتشت سے ستاون برس کے اندر اندر اُن کا مذہب "ساتوں ولایت" میں پھیل گیا تھا۔ اور غیر ممالک سے بھی لوگ جوق جوق آتے تھے اور اس سرچشمہ روحانی سے سیراب ہو کر جاتے تھے۔ ان میں سے دو شخصوں۔ اسپنتی اور ابرزراسپ کے نام اوستا میں اب تک محفوظ ہیں ؞

زرتشت کے دلی دوست۔ رشتہ دار اور متبع فرشوشتر نے اشاعت یہ دین میں وہ کوششیں کی ہیں کہ اُن ہی کی بدولت وہ اب تک زندہ ہیں لیکن موت نے نہ کسی کو چھوڑا ہے نہ چھوڑیگی۔ زرتشت کے انتقال کے تقریباً پندرہ برس بعد وہ بھی عالم ارواح کی سیر کے لئے بلائے گئے۔ دانا ویکتائے زمانہ۔

گشتاسپ کے دست راست ۔ مشہور معبّر جاماسپ بھی اپنے بھائی فرشوستر کے انتقال سے ایک ہی برس بعد اُن کے پاس پہنچ گئے۔ اُن کے نو برس بعد اُن کا بیٹا ہنگوروش اور اُس کے سات برس بعد اسموک بھی اُن ہی میں جا ملا۔ ان ہی مقدس لوگوں کے ساتھ ایک شخص اخت نامی جادو کے قتل کی تاریخ بھی یادگار ہے ؂

ان جانشینوں کے دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد جن لوگوں کا اس سلسلہ میں نام لیا جاتا ہے وہ زرتشت کی دو صاحبزادیاں ہیں۔ اور فرینو۔ سرتیو ۔ اہر بوستنو۔ اور بہنام۔ ان کے علاوہ سب سے زیادہ جس شخص سے بہ دین نے مدد پائی وہ ایک شخص سینو نامی سجستان کا رہنے والا تھا۔ اس کی سو برس کی عمر ہوئی۔ اور اس کے سو شاگردوں یا مریدوں تے ۔ سکندر کے ایران تباہ کرنے تک اُس ملک کو انوار بہ دین سے روشن رکھا ؂

پروفیسر جیکسن یونانی اقوال سے ایک سلسلۂ جانشینان وخشور قایم کرتے ہیں ۔ ہمارے نزدیک اُس کا یہاں نقل کرنا چنداں دلچسپ نہ ہوگا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اُسی سرچشمہ سے اس وقت تک ایران اور ہندوستان کے پارسی سیراب ہو رہے ہیں۔ اُسی آگ کی حرارت کہدان نیمے و بلخ کے خونوں میں ہے۔ اُسی زنجیر سے ہر پارسی اصفہانی ہو یا سورتی وابستہ ہے اُسی شاہراہ پر ہر پارسی پڑا ہوا ہے۔ اور اُسی روشنی سے ہر بہ دینی باطلینان اپنا راستہ دیکھ رہا ہے ۔ اور یہ سلسلہ رسم دنیا کے بموجب کسی جانشین کی بدولت خواہ اُس کو روحانی مقتدا سمجھا جائے یا اس کے غیر ؂

جو لوگ دُنیا میں بحیثیت مقتداءِ روحانی آتے ہیں۔ یا کم ازکم ایسے ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اُن کی اولاد فی الاصل وہی لوگ ہوتے ہیں جن کو

اولاد معنوی یا روحانی کہا جاتا ہے۔ اُن ہی سے اُن کا نام دُنیا میں چلتا ہے۔ اور اُن ہی سے اُن کی یادگار اُن کی مرضی کے موافق دُنیا میں رہتی ہے۔ لیکن ہر دل اس کی چاشنی نہیں جانتا۔ اور ہر شخص کو اس کا ذائقہ نہیں۔ ظاہر بین اولاد ظاہری یا صلبی کی تلاش کرتی ہے۔ لہذا ذیل میں ہم اس کا مختصراً تذکرہ کرکے ان اوراقِ پریشاں کو ختم کرتے ہیں۔ کہ اوّل باآخر نسبتے دارد۔

بندہ ہشن وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زرتشت نے تین شادیاں کیں۔ یہ تینوں مع نرینہ و مادینہ اولاد کے اُن کے بعد تک زندہ رہیں۔ اگرچہ یورپین مصنفین نے اپنے نزدیک کہیں سے نکال مارا ہے۔ مگر اصلیت یہ ہے کہ پہلی دو بیویوں کے نام نہیں ملتے۔ لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ پہلی بیوی سے اُن کے ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ ان چاروں کے نام اوستا وغیرہ میں بھی آئے ہیں۔ ان میں سے ایک لڑکی۔ پوست جاماسپ سے بیاہی تھی۔ دوسری بیوی کے لڑکے کا نام اسفوستو بتلایا جاتا ہے۔ جو موبد تھا۔ اور اپنے دو چھوٹے (حقیقی) بھائیوں کا سرپرست بھی تھا۔ ان دونوں کے نام اُرونا تنر۔ اور وارلیستا ہیں۔ ان میں سے پہلے نے زراعت پیشہ اختیار کیا۔ اور دوسرے نے سپاہی گری۔ اور دونوں اپنے اپنے فرقہ میں مقتدا سمجھے جاتے ہیں (نہ معلوم کہ محض اعزازاً و تبرکاً یا فی الحقیقت وہ ایسے ہی سمجھے جانے کے قابل تھے)۔

تیسری بیوی کا نام دودی تھا۔ یہ فرشوشتر کی بیٹی اور جاماسپ کی بھتیجی تھیں۔ ان سے کوئی اولاد نہیں۔ مگر کہا جاتا ہے کہ اُن ہی کی اولاد ہوگی جو آخر زمانہ میں پارسیوں کے کفر و الحاد کو رفع کریگی۔ یہ تعداد میں تین ہونگے۔ اور ان کے نام اوکھشس تیبریتر۔ اُکھشس تینام۔ اور ساوشنت

ہوگا ٭

ذیل کے شجرہ سے تینوں بیویوں کی اولاد کا نام بآسانی معلوم ہوگا۔

پہلی بیوی کی اولاد	دوسری بیوی کی اولاد	تیسری[1] بیوی (دودی) کی اولاد
استوستر (بیٹا)	واریست (بیٹا)	ابھی تک پیدا نہیں ہوئی
فریہنی (بیٹی)	اُروتتتر (بیٹا)	لیکن پیدا ہونے والی ہے
سریتی (بیٹی)		تینوں بیٹے ہونگے اور اُنکے
پوروست (بیٹی)		نام یہ ہیں :-
		اوکھش تیسریتر
		اوکھش تیمام
		ساؤشنت

[1] لکھا ہے کہ قیامت میں اجسام کو اُٹھانے اور اُن میں جان ڈالنے اور دُنیا دی زندگی کا حساب وکتاب دلوانے کے لئے (لیکن اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو قرب قیامت میں) تین پیغمبر پیدا کئے جائینگے۔ اُن میں سب سے بڑا سوشیوش ہوگا۔ یہ تینوں یا اُن میں سے ایک ایسے شخص ہونگے جنکو ایسی زندگی عطا کی گئی ہے کہ اُس وقت تک سے وقایم رہینگے۔ یہ تینوں (یا ان میں سے ایک) اہرمن کے زور کو توڑینگے جو آخر زمانہ میں بہت بڑھ جائیگا۔ اور زرتشت کے مذہب کو ازسرنو زندہ کردینگے جو اُس وقت برائے نام رہ جائیگا۔ یہ زرتشت کے صلبی بیٹے ہونگے۔ اور ان میں سے ایک پر ژند اوستا کا ایک نسک نازل ہوگا ٭